تجلیاتِ حسینؑ
یا اباعبداللہ الحسین
ان الحسین
مصباح الھدیٰ وسفینۃ النجاۃ
تحریر
حجت الاسلام مولانا میرزا محمد جواد شبیر

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔
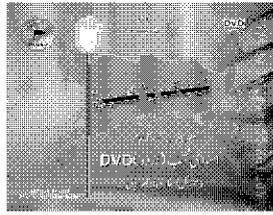
منجانب۔

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان

تجلیاتِ حسینؑ

(حسینی دائرۃ المعارف کی روشنی میں)

تحریر

حجت الاسلام مولانا میرزا محمد جواد شبیر

ناشر

ادارہ منہاج الحسینؑ لاہور - پاکستان

ISBN: 978-969-9027-23-9

تعارف کتاب

نام کتاب: تجلیاتِ حسینؑ

اقتباسات: از حسینی دائرۃ المعارف، مولفہ آیت اللہ محمد صادق کرباسی

مولف: حجت الاسلام والمسلمین مولانا میرزا محمد جواد شبیر

پیشکش: حسینی سنٹر آف ریسرچ لندن، برطانیا

طبع: اول

تاریخ اشاعت ۲۰۱۳ء

ناشر ادارہ منہاج الحسینؑ لاہور۔ پاکستان

فون:	0092-423-5300430
فکس:	0092-423-5300432
ای میل:	minhajulhussain@hotmail.com
سائٹ:	www.minhaj-ulhussain.org

۳۰۱ شاہ راہ علی بن ابی طالب ایچ ۳، فیز ۲، محمد علی جوہر ٹاؤن، لاہور، پاکستان۔

تجلیاتِ حسینؑ

(حسینیؑ دائرۃ المعارف کی روشنی میں)

تحریر

حجت الاسلام مولانا میرزا محمد جواد شبیر

ناشر

ادارہ منہاج الحسینؑ لاہور۔ پاکستان

اِنَّ الْحُسَیْنَ

مِصْبَاحُ هُدًی

وَ سَفِیْنَةُ نَجَاةٍ

وَ اِمَامُ خَیْرٍ وَ یُمْنٍ وَ عِزٍّ وَ فَخْرٍ

وَ بَحْرُ عِلْمٍ وَ ذُخْرٍ

بیشک حسینؑ ہدایت کا چراغ، نجات کی کشتی اور وہ امام ہیں کہ جو صاحب خیر و برکت، صاحب عزت و فخر اور دریائے علم و سرمایہ ہیں (عیون اخبار الرضاؑ جلد ا ص ۶۲)۔

آئینۂ کتاب

حسینی دائرۃ المعارف کے مولف

اسم:
آیت اللہ شیخ محمد صادق محمد الکرباسی

نسب:
آپ کا نسب مالک بن حارث اشتر نخعی پر منتہی ہوتا ہے کہ جن کی پاک نسل سے بے شمار فقہاء و علماء وجود میں آئے۔

تاریخ و مقام ولادت:
۵ ذی الحجہ سنہ ۱۳۶۶ھ بمطابق ۲۰-۱۰-۱۹۴۷م، کربلاء معلی۔

تعلیم و تحصیلات:
آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے حوزہ علمیہ کربلا معلی، نجف اشرف، طہران، قم المقدسہ میں مراجع عظام سے کسب فیض فرمایا یہاں تک کے مختلف مراجع کرام نے آپ کو اجازہ اجتہاد سے نوازا، آپ کے اساتذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں:

شیخ محمد کرباسی (شیخ کرباسی کے والد محترم)، شیخ محمد شاہرودی، شیخ یوسف بیارجمندی، سید محمد شیرازی، سید ابوالقاسم الخوئی، سید روح اللہ خمینی، سید احمد خوانساری، سید ابوالحسن رفیعی، شیخ محمد باقر آشتیانی، سید محمد رضا گلپائگانی، محمد کاظم شریعتمداری، شیخ مرتضی الحائری، شیخ ہاشم آملی، شیخ محمد حسین الکرباسی۔

تاسیسات:

آیت اللہ کرباسی نے تدریس و تالیف و تحقیق کے ساتھ ساتھ مختلف ممالک میں تقریبا ۴۰ ادارے قائم کیے۔ جن میں عراق، ایران، لبنان، شام، اور انگلستان شامل ہیں، آپ نے سنہ ۱۳۹۵ھ میں شہر دمشق میں حوزہ علمیہ زینبیہ کی تاسیس میں بنیادی کردار ادا کیا اور اس عظیم علمی مرکز کی ترقی میں بلند پایہ اقدامات انجام دیے۔

تالیفات:

حسینی دائرۃ المعارف کے مولف نے مختلف عنوانات و مضامین پر کتابیں تالیف کیں، جن میں مندرجہ ذیل کتابیں قابل ذکر ہیں:

۱۔ حسینی دائرۃ المعارف ۵۰۰ جلدیں۔

۲۔ شرائع (احکام شریعت) ۱۰۰۰ جلدیں۔

۳۔ مختلف ممالک میں اسلام کی پیشرفت، ۷ جلدیں۔

۴۔ تفسیر قرآن مجید، ۳۰ جلدیں۔

۵۔ علم عروض (جس میں ۲۱۰ بحروں پر گفتگو کی گئی ہے)۔

۶۔ دیوان شعر (جس میں مولف کے اشعار جمع ہیں)، ۱۴جلدیں۔

۷۔ مختلف مقالات و مجلات اور مباحث کہ جو انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔

آپ کی ان خدمات کے پیش نظر اردن سے تالیف شدہ معجم الادباء الاسلامیین المعاصرین اور الموسوعۃ الکبری للشعراء العرب میں آپ کی قدردانی کی گئی، اور شام، لبنان، فرانس اور امریکہ جیسے ممالک کی یونیورسٹیز نے آپ کو چار ڈاکٹریٹ سرٹیفیکیٹ سے نوازا ہے۔

تجلیاتِ حسینؑ کے مولف

اسم:

میرزا محمد جواد شبیر بن مرزا مجتبی احمد بن مرزا محمد رضا بن مرزا علی جواد بن مرزا غلام سجاد اشہر بن مرزا حسین علی خان ظفر بن مرزا نجم الدین علی خان بہادر بن مرزا ابوتراب عین الملک بن مرزا علی بیگ علی نواز خان بن مرزا واصلان بیگ خان۔۔۔ ابن مالک اشتر نخعی۔

تاریخ و مقام ولادت:

۱۶ محرم الحرام سنہ ۱۴۰۱ھ، بمطابق ۲۵۔۱۱۔۱۹۸۰ عیسوی، حیدر آباد دکن، ہندوستان۔

تحصیلات:

مولف میرزا محمد جواد سنہ ۱۹۹۳ءکو (۱۲ سال کی عمر میں) علوم دینیہ کے حصول کے لئے حیدر آباد سے گلبرکہ کرناٹکہ تشریف لے گئے، جہاں آپ نے سنہ ۱۹۹۳ءسے سنہ ۱۹۹۷ءتک مدرسۃ الصادقین (قاف مفتوح) میں مقدماتی علوم حاصل کئے، جس کے بعد سطوح اعلی کی تعلیم کے لئے سنہ ۱۹۹۷ء کے اواخر میں حوزہ علمیہ قم المقدسہ مسافرت کی۔

سنہ ۲۰۰۷ء میں تحصیلات سے فراغت کے بعد آپ لندن بریطانیا مستقل طور پر تشریف لائے کہ جہاں آپ نے دینی مراکز میں تبلیغی خدمات انجام دیں، اور اسی مقصد کے پیش نظر کویت، امریکہ، جرمنی کے مختلف شہروں میں علوم آل محمدؑ کی نشر و ترویج کا فریضہ ادا کیا۔

تالیفات و تراجم:

مولانا نے تبلیغ دین کے ساتھ ساتھ تالیف و تراجم میں بھی اپنی خدمات پیش کیں۔ آپ کے مطبوعہ تراجم میں کتاب "**گفتگو کا سلیقہ**"، "**اجمالی تعارف حسینی دائرۃ المعارف**" اور کتب میں کتاب ہذا (**تجلیاتِ حسینؑ**) اور "**اردو ادب پر نقوش کربلاء**" شامل ہیں۔ رسالہ حقوق، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، اور محبت علی کردار و آخرت کی ضامن آپ کی وہ کتب ہیں کہ جو انشاء اللہ عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئیں گی۔

موصوف نے اس کے علاوہ حسینی دائرۃ المعارف کے شعبہ اردو کے لئے قرن ۱۰ ہجری سے سنہ ۱۳ ہجری تک پانچ جلدوں پر مشتمل اردو شعرائے کرام کے نایاب کلام کی جمع آوری کی ہے کہ جو اپنی نوعیت میں ایک بے نظیر خدمت ہے۔ ہم دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مولانا کی توفیقات میں اضافہ فرمائے (الٰہی آمین)۔

مرکز حسینی لندن

عرض ناشر

چودہ سو سال سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شخصیت و شہادت کا اثر تاریخ اسلام پر ایسے چھایا ہوا ہے کہ جہاں جہاں اسلام کا بول بالا ہے وہاں وہاں مسلمانوں کی زبانوں پر ذکر حسینؑ اور آپ کی یاد تر و تازہ ہے۔

یہ وہ حسین علیہ السلام ہیں کہ جنہوں نے اسلام کی بقاء کے لئے ایک ہی دن میں فجر سے عصر تک اپنے سارے کنبے کو قربان کر دیا، یہ کہتے ہوئے کہ اگر میری شہادت سے اسلام باقی رہتا ہے تو مجھے میرے اکبر و اصغر، عون و محمد، قاسم و عباس اور تمام بنی ہاشم و اصحاب کی شہادت گوارا ہے۔

بیشک اسلام کی بقاء کے لئے حسینؑ نے خدا کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا، اسی لئے اس خدمت عظمیٰ کے بدلے اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ عظمت عطا کی کہ جیسے ہی کسی کی زبان پر لفظ شہید آتا ہے تو تمام انبیاء و اوصیاء و ائمہ میں سب سے پہلے حضرت ابو عبد اللہ الحسین علیہ السلام کی قربانی ذہن میں آتی ہے، اسی لئے آپ کو سید الشہداء (شہداء کے سردار) کہا گیا ہے۔

حضرت ابو عبد اللہ الحسینؑ کی شہادت میں وہ اثر ہے کہ جس کے ذریعہ قیامت تک آنے والے مومنین کے دل رنجیدہ اور ان کی آنکھیں اشکبار ہیں، یہ وہ حسینؑ ہیں کہ جن کے صدقے میں ہر دور کا حق و باطل پہچانا جاتا ہے، امام حسین علیہ السلام حق و باطل کی کسوٹی بھی ہیں اور آپ کی محبت رکھنے والے آپ ہی کی سیرت مبارکہ کی پیروی کرتے ہوئے حق و باطل کی شناخت حاصل کرتے ہیں۔

عظمت حسینیؑ کے پیش نظر تمام ادوار میں مولفین و مورخین، علماء و خطباء، اور تمام دنیا کے دانشوروں نے آپ کی شخصیت پر مختلف زاویوں سے تحقیقی کام انجام دیئے ہیں، آپ کی عظمت سے صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم دانشوروں نے بھی آپ کی قربانی و شہادت کو سراہا ہے۔

گرچہ تاریخ اسلام میں ہر شخص نے اپنی بضاعت کے اعتبار سے آپ کی حیات طیبہ پر روشنی ڈالی ہے لیکن جو تحقیقی سلسلہ آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے بیسوی صدی میں شروع کیا اس کی مثال پوری تاریخ اسلام میں نہیں ملتی، چونکہ محقق کرباسی نے شخصیت امام حسین علیہ السلام پر ہرزاویہ سے روشنی ڈالی ہے، جس کے نتیجہ میں ۵۰، سے زیادہ جلدیں وجود میں آئیں کہ جنہیں حسینی دائرۃ المعارف کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

کتاب ہذا (تجلیاتِ حسینؑ) میں حجت الاسلام مولانا میرزا محمد جواد شبیر نے حسینی دائرۃ المعارف کی ۱۵ کتابوں کا خلاصہ پیش کیا ہے کہ جو اپنی نوعیت میں ایک منفرد تحقیق ہے، جن کتابوں کا خلاصہ ہوا ہے ان کے نام یہ ہیں:

۱۔ الحسینؑ الکریم فی القرآن العظیم (الجزء الاول)، حسینؑ کریم قرآن عظیم کی روشنی میں (جلد اول)۔ ۲۔ الحسینؑ فی السنۃ (الجزء الاول)، امام حسین علیہ السلام سنت کی روشنی میں (جلد اول)۔ ۳۔ السیرۃ الحسینیۃ (الجزء الاول)، سیرت امام حسین علیہ السلام (جلد اول)۔ ۴۔ السیرۃ الحسینیۃ (الجزء الثانی)، سیرت امام حسین علیہ السلام (جلد دوم) ۔ ۵۔ معجم انصار الحسینؑ (الھاشمیون)، (الجزء الاول)، امام حسینؑ علیہ السلام کے ہاشمی انصار (جلد اول)۔ ۶۔ معجم انصار الحسینؑ (الھاشمیون)، (الجزء الثانی)، امام حسینؑ علیہ السلام کے ہاشمی انصار (جلد دوم)۔ ۷۔ معجم انصار الحسینؑ (الھاشمیون)، (الجزء الثالث)، امام حسینؑ علیہ السلام کے ہاشمی انصار (جلد سوم)۔ ۸۔ معجم انصار الحسینؑ (النساء)، (الجزء الاول)، امام حسینؑ علیہ السلام کی مددگار خواتین (جلد اول)۔ ۹۔ معجم انصار الحسینؑ (االنساء)، (الجزء الثانی)، امام حسینؑ علیہ السلام کی مددگار خواتین (جلد دوم)۔ ۱۰۔ معجم انصار الحسینؑ (النساء)، (الجزء الثالث)، امام حسینؑ علیہ السلام کی مددگار خواتین (جلد سوم)۔ ۱۱۔ الرؤیا مشاھدات و تأویل (الجزء الاول)، خواب، مشاہدے اور تعبیر (جلد اول)۔ ۱۲۔ الحسینؑ و التشریع الاسلامی (الجزء الاول)، امام حسینؑ اور شریعت اسلامی (جلد اول)۔ ۱۳۔ الحسینؑ و التشریع الاسلامی (الجزء الثانی)، امام حسینؑ اور شریعت اسلامی (جلد دوم)۔ ۱۴۔ الحسینؑ و التشریع الاسلامی (الجزء الثالث)، امام حسینؑ اور شریعت اسلامی (جلد سوم)۔ ۱۵۔ الحسینؑ و التشریع الاسلامی (الجزء الرابع)، امام حسینؑ اور شریعت اسلامی (جلد چہارم)۔

ہمیں پورا یقین ہے کہ کتاب تجلیات حسینؑ کی صورت میں مولف کی یہ کاوش حسینی دائرۃ المعارف اور بالخصوص عظمت امام حسین علیہ السلام کے ادراک کے لئے بہترین وسیلہ قرار پائے گی۔

اس علمی کاوش کو عوام وخواص کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت ادارہ منہاج الحسینؑ کو حاصل ہوئی ہے، اس کی نشرواشاعت کے لئے مخیر مومنین سے ہر قسم کے تعاون کی ضرورت ہے۔

شعبہ نشرواشاعت

ادارہ منہاج الحسینؑ لاہور پاکستان

ابتدائے کلام

ساری تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں کہ جو عالمین کا رب، رحمان و رحیم اور مالک روز جزا ہے۔ اور درود و سلام ہو محمد اور ان کی آل پر جو عالمین کے برگزیدہ ہیں۔

اما بعد

مجھے اس بات پر فخر ہے کہ اللہ تعالی نے اس بندۂ حقیر کو یہ سعادت نصیب کی کہ میں اپنے معزز قارئین کی خدمت میں یہ کتاب یعنی "**تجلیاتِ حسین**" پیش کر سکوں کہ جس میں حسینی دائرۃ المعارف مؤلفہ آیت اللہ محمد صادق الکرباسی کی دس کتابوں کا تعارف و خلاصہ موجود ہے۔

حسینی دائرۃ المعارف ۵۰۰ جلدوں پر مشتمل ہے کہ جس کی ۸۶ جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں، گرچہ حق تو یہ تھا کہ ان تمام کتابوں کا اردو اور دیگر زبانوں میں ترجمہ کیا جائے، لیکن چونکہ یہ ایک طویل عمل ہے لہذا میں نے ترجیح دی کہ تمام کتابوں کے ترجمہ کے بجائے ان میں سے ہر ایک کا خلاصہ پیش کروں۔ حال حاضر تک مجھے جن دس کتابوں کے خلاصہ کی توفیق حاصل ہوئی ان کے اسماء کچھ اس ترتیب سے ہیں:

۱۔ الحسین الکریم فی القرآن العظیم (الجزء الاول)، حسین کریم قرآن عظیم کی روشنی میں (جلد اول)۔۲۔ الحسین فی السنۃ (الجزء الاول)، امام حسین علیہ السلام سنت کی روشنی میں (جلد اول)۔۳۔ السیرۃ الحسینیۃ (الجزء الاول)، سیرت امام حسین علیہ السلام (جلد اول)۔۴۔ السیرۃ الحسینیۃ (الجزء الثانی)، سیرت امام حسین علیہ السلام (جلد دوم)۔۵۔ معجم انصار الحسین (الھاشمیون)، (الجزء الاول)، امام حسین علیہ السلام کے ہاشمی انصار (جلد اول)۔۶۔ معجم

انصار الحسینؑ (الھاشمیون)، (الجزء الثانی)، امام حسینؑ علیہ السلام کے ہاشمی انصار (جلد دوم)۔۷۔ معجم انصار الحسینؑ (الھاشمیون)، (الجزء الثالث)، امام حسینؑ علیہ السلام کے ہاشمی انصار (جلد سوم)۔۸۔ معجم انصار الحسینؑ (النساء)، (الجزء الاول)، امام حسینؑ علیہ السلام کی مددگار خواتین (جلد اول)۔۹۔ معجم انصار الحسینؑ (االنساء)، (الجزء الثانی)، امام حسینؑ علیہ السلام کی مددگار خواتین (جلد دوم)۔۱۰۔ معجم انصار الحسینؑ (النساء)، (الجزء الثالث)، امام حسینؑ علیہ السلام کی مددگار خواتین (جلد سوم)۔۱۱۔ الرؤیا مشاھدات و تأویل (الجزء الاول)، خواب، مشاہدے اور تعبیر (جلد اول)۔ ۱۲۔ الحسینؑ و التشریع الاسلامی (الجزء الاول)، امام حسینؑ اور شریعت اسلامی (جلد اول)۔ ۱۳۔ الحسینؑ و التشریع الاسلامی (الجزء الثانی)، امام حسینؑ اور شریعت اسلامی (جلد دوم)۔۱۴۔ الحسینؑ و التشریع الاسلامی (الجزء الثالث)، امام حسینؑ اور شریعت اسلامی (جلد سوم)۔۱۵۔ الحسینؑ و التشریع الاسلامی (الجزء الرابع)، امام حسینؑ اور شریعت اسلامی (جلد چہارم)۔

کتاب ہذا (**تجلیاتِ حسینؑ**) میں مذکورہ تمام کتب میں سے ہر ایک کی تلخیص کو ایک خاص عنوان دیا گیا ہے جو کہ اصل کتاب کے نام سے مختلف ہے، ہر تحریر میں کتاب کے موضوع کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے چند مقدماتی نکات کی طرف اشارہ کیا ہے جس کے بعد اصل کتاب کا خلاصہ ہے، چونکہ حسینی دائرۃ المعارف آیت اللہ محمد صادق الکرباسی کی تحقیق پر مبنی ہے اور کتابِ ہذا (**تجلیاتِ حسینؑ**) میں اسی موسوعہ کے اقتباسات پائے جاتے ہیں، لہذا اگر مومنین کرام کو حسینی دائرۃ المعارف کے مصنف یا تجلیات حسینؑ کے مولف کی کسی بھی رائے سے اختلاف ہو تو اس صورت میں وہ اسے محض ایک اجتہادی نظریہ فرض کرتے ہوئے اس موضوع میں دیگر علمائے کرام کی حسب تقلید پیروی فرمائیں۔

حسینی دائرۃ المعارف کی ان پندرہ کتب کے علاوہ دو اور کتابیں بنام المدخل الی الشعر الاردوی (اردو اشعار کا مقدمہ و تمہید) اور دیوان الشعر الاردو (اردو اشعار کا دیوان، جلد اول) کا بھی خلاصہ ہو چکا ہے لیکن ان دونوں کے موضوع کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اسے ایک مستقل کتاب کی شکل دی ہے کہ جس کا نام '**اردو ادب پر نقوش کربلاء**' ہے۔

مجھے یقین ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد قارئین کرام کا ایمان دوچنداں ہو گا اور انہیں حضورؐ کی وہ حدیث ضرور یاد آئے گی کہ جس میں آپؐ نے فرمایا: اِنَّ الْحُسَیْنَ مِصْبَاحُ هُدًی وَ سَفِیْنَةُ نَجَاةٍ، وَ اِمَامُ خَیْرٍ وَ یُمْنٍ وَ عِزٍّ وَ فَخْرٍ، وَ بَحْرُ عِلْمٍ وَ ذُخْرٍ، بیشک حسینؑ ہدایت کا چراغ، نجات کی کشتی اور وہ امام ہیں کہ جو صاحب خیر و برکت، صاحب عزت و فخر اور دریائے علم و سرمایہ ہیں (عیون اخبار الرضاؑ جلد ۱ ص ۶۲)۔

آخر میں میں حضرت حق سے دعاگو ہوں کہ وہ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور اسے میرے اور میرے والدین و متعلقین کی مغفرت کا سبب قرار دے (الٰہی آمین)۔

ملتمس دعا

میرزا محمد جواد شبیر

۲۲ جمادی الاولی سنہ ۱۴۳۴ھ

۳ اپریل ۲۰۱۳ء
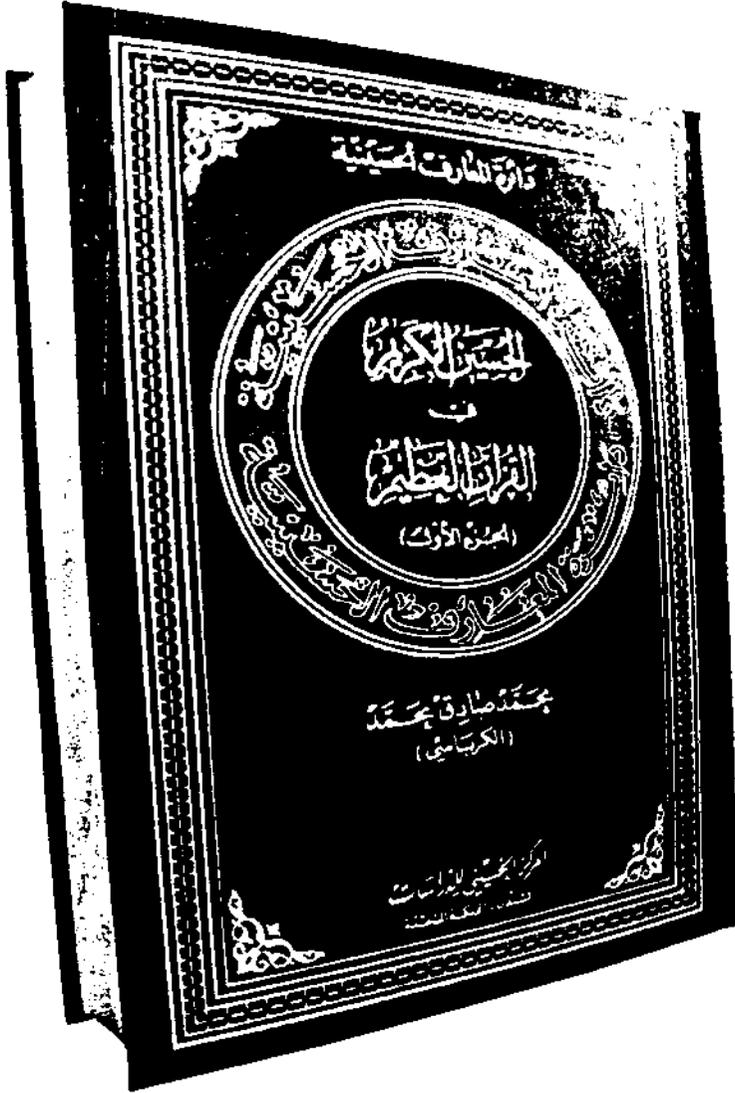
کتاب 'حسین کریم قرآن عظیم کی روشنی میں' تین سے زائد جلدوں پر مشتمل ہے جس کی پہلی جلد (۴۴۱۵ صفحات پر مشتمل ہے) سنہ ۲۰۰۱ء میں لکھی گئی اور سنہ ۲۰۰۵ء کو زیور طبع سے آراستہ ہوئی. قارئین کرام اس کتاب میں موجود مطالب کی تلخیص کو آنے والے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

تفسیر و تاویل و مصداق کا معیار

اللہ تبارک و تعالی نے بشر کی ہدایت کے لئے حضرت آدمؑ ابوالبشر کو معلم کی حیثیت سے اس سرزمین پر بھیجا تاکہ بشریت کی ابتدا تعلیم و تعلم پر استوار ہو، اور آیندہ آنے والی نسلوں کے لئے حجت قائم ہوجائے اور کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ایک وقت اس سرزمین پر بشر تو موجود تھا مگر ہدایت کرنے والا ہادی نہ تھا، گرچہ اللہ نے انسان کو عقل جیسی نعمت سے بھی نوازا جو کہ انسان کے لئے باطنی راہنما ہے لیکن قاعدہ لطف کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے حضرت احدیت نے علم اور دین کے اکمال کے لئے ایک نہیں بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کو مبعوث فرمایا، تاکہ نسل کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ ہدایت کا سلسلہ بھی جاری و ساری رہے، یہاں تک کہ خاتم الانبیاءؐ تشریف لائے جن کے ہر قول، فعل اور تقریر کی اللہ تعالی نے **و ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی** کہہ کر ضمانت لی، یعنی پیغمبر اسلام کی ہر فکر، ہر قول، ہر فعل اور ہر سکوت وحی الہی سے مطابقت رکھتا ہے۔

محمد ابن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گذشتہ تمام پیغمبروں سے زیادہ دین اسلام کی تبلیغ میں مشقت اٹھائی، اس قدر رسولؐ پر مظالم ڈھائے گئے کہ آنحضرتؐ اپنے ہی وطن، مکہ مکرمہ میں غربت کی زندگی بسر کرنے لگے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو ہجرت کا حکم دے دیا، دشمنان اسلام سے سالہا تحمیلی جنگ اور مشقتوں کے تحمل کرنے کے بعد آہستہ آہستہ دین اسلام سرزمین عرب میں پھیلنے لگا اور اس کی آواز سارے جہان میں گونج اٹھی۔

رسولؐ اسلام نے ساری زندگی وحی الہی کے مطابق لوگوں کی ہدایت کی اور جہاں مسلمانوں کو احکام و آداب و اخلاق سے مزین فرمایا وہیں ساری زندگی اپنے بعد آنے والے ائمہ کا تعارف کرتے رہے، آنحضرتؐ نے متعدد مقامات پر ولایت علیؑ ابن ابیطالب کا اعلان کیا، جن میں دعوت ذوالعشیرہ، شب ہجرت، جنگ تبوک، غدیر خم جیسے مواقع نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔

اسی طرح رسولؐ اسلام نے محافظ اسلام حضرت اباعبداللہ الحسین علیہ السلام کو پہچنواتے ہوئے فرمایا:
الحسن و الحسین سیدا شباب اهل الجنة، الحسن و الحسین امامان قاما او قعدا، ان الحسین مصباح هدی و سفینة نجاة و امام خیر و یمن و عز و فخر و بحر علم و ذخر، الحسین منی و انا من الحسین۔

رسولؐ اسلام کا یہ کردار عین کردار خدا تھا کیونکہ خود ذات احدیت نے اہلبیتؑ اطہار کا قرآن مجید میں مختلف مقامات پر تعارف کروایا ہے اور متعدد روایتوں کے مطابق ایک چہارم قرآن کو اہلبیتؑ کی شان میں نازل فرمایا ہے۔
ابن عباس رسولؐ اسلام سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک روز آپ نے علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:
ان القرآن اربعة ارباع، ربع فینا اهل البیت خاصة، و ربع فی اعدائنا، و ربع حلال و حرام، و ربع فرائض و احکام، و لنا کرائم القرآن۔
بیشک قرآن مجید کے چار حصے ہیں، قرآن کا پہلا حصہ ہمارے بارے میں ہے، دوسرا حصہ ہمارے دشمنوں کے بارے میں ہے، تیسرا حصہ حرام و حلال سے تعلق رکھتا ہے اور چوتھا حصہ فرائض و احکام سے متعلق ہے اور قرآن میں جو بھی فضیلت ذکر ہوئی ہے وہ ہم اہلبیتؑ سے مخصوص ہے۔ اسی طرح ابن عباس نقل فرماتے ہیں: **ان الله انزل فی علی کرائم القرآن،** اللہ نے قرآن میں درج شدہ تمام فضیلتوں کو علیؑ کی شان میں نازل فرمایا ہے (الحسینؑ الکریم فی قرآن الکریم: 1/12) لہذا قرآن مجید خدا کی وہ کتاب ہے جو اہلبیتؑ کی معرف ہونے کے ساتھ ساتھ ان کا قصیدہ بھی پڑھتی ہے۔

قرآن و احادیث کی روشنی میں اہلبیتؑ کی ایک فرد یعنی حضرت اباعبداللہ الحسین (ع) کو خدا کے نزدیک خاص مقام حاصل ہے، اور اس کی وجہ وہ قربانی ہے جو آپ نے دین اسلام کو بچانے کے لئے کربلا کے میدان میں پیش کی تھی، تقرب الٰہی کے حصول کے لئے امام حسین (ع) ایک بہترین وسیلہ ہیں یہی وجہ ہے کہ علماء عرفان اور اولیاء الٰہی سیر و سلوک اور درجات کی بلندی کے لئے امام حسین (ع) کو اپنا وسیلہ قرار دیتے ہیں۔
اسی اہمیت کے پیش نظر آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے اپنی حیات کا اکثر حصہ حضرت اباعبداللہ الحسینؑ سے مخصوص فرمادیا ہے اور اس طرح وہ شب و روز کی محنت و کاوش کے بعد حسینی دائرۃ المعارف جیسے نایاب مجموعہ کو امت مسلمہ کے سامنے پیش کرنے میں کامیاب ہوئے۔

حسینیؑ دائرۃ المعارف ۵۰، جلدوں پر مشتمل ہے جن میں سے متعدد اجزاء زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں، اس دائرۃ المعارف کا صرف ایک ہی مقصد ہے اور وہ مقصد امام حسین علیہ السلام سے مربوط تمام علمی مطالب کو جمع کرنا ہے، مصنف نے اس مقصد کو جامۂ عمل پہنانے کے لئے مختلف عنوانات کے تحت اباعبد اللہ الحسین (ع) کی زندگی پر روشنی ڈالی ہے، مطبوعہ اجزاء میں سے ایک "الحسینؑ الکریم فی القرآن العظیم" تین سے زائد جلدوں پر مشتمل ہے جس کی پہلی جلد (جو کہ ۴۴۸ صفحات پر مشتمل ہے اور سنہ ۲۰۰۵ ء کو چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے) میں مصنف نے مقدماتی مباحث پر گفتگو کی ہے جس کے بعد قرآن مجید میں امام حسینؑ سے متعلق آیات میں سے بعض آیات کو ذکر کیا گیا ہے، ہم اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے کتاب میں موجود مطالب کو مرحلہ وار قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

لفظ قرآن کی تعریف:

قرآن مجید وہ کلام ہے جو ذات احدیت کی طرف سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا اور آج ہمارے درمیان بین الدفتین موجود ہے، قرآن مجید کو فرقان، کتاب، ذکر، تنزیل بھی کہتے ہیں۔

مشترک نکات:

اگرچہ مسلمانوں کے درمیان بہت سارے اعتقادی مسائل میں اختلافات پائے جاتے ہیں لیکن قرآن مجید کے متعلق تمام مسلمان مندرجہ ذیل امور پر اتفاق کرتے ہیں:

قرآن کا مقدس ہونا، قرآن کا تحریف سے خالی ہونا

"انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون" (الحجر آیہ: ۹۔)۔

قرآن مجید کی ظاہری ترتیب کا قابل قبول ہونا، لغت و مفرداتِ قرآن کا عربی زبان میں ہونا، قرآن مجید کا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونا، احکام، عقائد، اخلاق، نحو، صرف، بلاغت حتی دیگر تمام علوم میں قرآن مجید کا مرجعیتِ اول وآخر ہونا، اور حقیقت میں ترجمۂ قرآن کا ایک ہونا۔

آسمانی کتابیں:

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے جہاں انبیاء بھیجے وہاں صحیفے اور کتابیں بھی نازل فرمائیں تاکہ لوگوں کے پاس ہمہ وقت وسیلۂ ہدایت ہر صورت میں موجود رہے۔شیخ الکرباسی نے اس مقام پر نہایت مدلل انداز میں ان صحیفوں، ان کی تاریخ نزول اور ان پیغمبروں کا تذکرہ کیا ہے کہ جن پر یہ کتابیں نازل ہوئی ہیں مثلاً توریت حضرت موسیٰ پر ۶ رمضان کو نازل ہوئی، زبور حضرت داود پر ۱۸ رمضان کو نازل ہوئی، انجیل حضرت عیسیٰ پر ۱۲ رمضان کو نازل ہوئی، قرآن مجید رسولؐ اسلام پر ۲۳ رمضان کو نازل ہوا، ۲۱ صحیفے ۲۷ رمضان کو حضرت آدمؑ پر نازل ہوئے، ۵۰ صحیفے ھبۃ اللہ شیث ابن آدمؑ پر نازل ہوئے، ۲۹ یا ۳۰ صحیفے حضرت ادریس پر نازل ہوئے، علی الظاہر یہ صحیفے بھی ماہ رمضان میں نازل ہوئے تھے اور ۲۰ صحیفے حضرت ابراہیمؑ پر ماہ رمضان کی پہلی شب میں نازل ہوئے۔

مذکورہ تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ اکثر آسمانی کتابیں ماہ مبارک رمضان میں نازل ہوئیں جس سے اس ماہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

ان آسمانی کتابوں میں سے چار کتابوں کا تذکرہ قرآن مجید میں بھی موجود ہے خداوند عالم فرماتا ہے:

وعدا علیہ حقا فی التوراۃ والانجیل و القرآن (توبہ: ۱۱۱)۔

و آتینا داود زبورا (نساء ۱۶۳)، خداوند عالم نے قرآن مجید میں صحف ابراہیمؑ و موسیٰ کا بھی تذکرہ کیا ہے

صحف ابراھیم و موسی (اعلیٰ: ۱۹)۔

اور اس مرحلے کے اختتام پر مصنف نے وضاحت کے ساتھ بیان کیا کہ توریت اور انجیل وہ دو کتابیں ہیں کہ جن میں محمد (ص) کی رسالت پر گواہی موجود ہے، خداوند عالم فرماتا ہے:

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ و الانجیل یامرھم بالمعروف و ینھاھم عن المنکر (اعراف: ۱۵۷) **و قال اللہ:**

و اذ قال عیسی ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد (صف: ۶)۔

جامعیت قرآن:

قرآن مجید اللہ کی وہ کتاب ہے کہ جس میں ہر خشک و تر کا ذکر پایا جاتا ہے، ہمارے درمیان کچھ ایسے بھی مسلمان ہیں جو مغربی افکار سے متاثر ہو کر یہ یقین کر بیٹھے کہ قرآن مجید صرف اخلاقیات و عبادات کی کتاب ہے اور اس کا حکومت و سیاست اور دیگر علوم سے کوئی تعلق نہیں ہے جبکہ یہ فکر نص قرآن سے منافات رکھتی ہے خداوند عالم فرماتا ہے **ولا رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین** (انعام ۵۹) کوئی خشک و تر نہیں کہ جس کا تذکرہ قرآن مجید میں نہ ہوا ہو، لہذا ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ قرآن مجید میں اخلاق و آداب، احکام و شریعت، فلسفہ و حکمت، ادب و بلاغت، تاریخ و عبرت، حکومت و سیاست اور دیگر وہ تمام علوم پائے جاتے ہیں کہ جن تک بشریت کی رسائی اس ترقی یافتہ دور میں بھی نہ ہو سکی۔

اعجاز قرآن:

صاحبان بصیرت کے لئے اعجاز قرآن ایک یقینی و بدیہی امر ہے کیونکہ عہد نبوی (ص) سے لیکر آج تک تمام دنیوی علوم میں ترقی واقع ہوئی لیکن قرآن مجید جس صورت میں چودہ سو سال پہلے نازل ہوا تھا آج بھی بغیر کسی تبدیلی کے ہمارے درمیان موجود ہے اور ہر دور میں ہر شخص کی علمی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ قرآن مجید کا ایک ظاہر ہے جو بہت انیق ہے اور ایک باطن ہے جو بے حد عمیق ہے، مولا علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

ان القرآن ظاهره انیق، و باطنه عمیق، لا تفنی عجائبه، و لا تنقضی غرائبه، ولا تکشف الظلمات الا به

(نہج البلاغہ: خطبہ: ۱۸)۔

بیشک قرآن مجید کا ظاہر مرتب و مزین اور اس کا باطن دقیق و عمیق ہے، نہ اس کے عجائب فنا ہوتے ہیں اور نہ ہی اس کے علوم کبھی ختم ہونگے، اور قرآن ہی کے ذریعہ ظلمات برطرف ہوتے ہیں، لہذا قرآن کی ایک آیت

ہی سے مختلف ادوار میں مختلف معانی اخذ کئے جاتے ہیں لیکن اس عمق کو سمجھنے والا یا تو خدا ہے یا پھر وہ لوگ ہیں جو راسخون فی العلم کے مصداق ہیں جیساکہ خداوند کریم نے فرمایا:

و ما یعلم تاویله الا الله و الراسخون فی العلم (آل عمران: ۷)۔

تفسیر وتاویل ومصداق کی تعریف:

لغت میں تفسیر کے معنی تبیین، تاویل کے معنی رجوع، مصداق کے معنی **مطابقة الکلام مع الواقع** (حقیقت سے کلام کا مطابقت کرنا) کے ہیں اور اہل لغت کے نزدیک ان تعریفوں میں کسی قسم کا اختلاف نہیں پایا جاتا۔

لیکن تفسیر وتاویل کے اصطلاحی معنی میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے اور اس سلسلہ میں دس سے زیادہ نظریات پیش کئے گئے ہیں، بعض مفسرین نے تفسیر وتاویل کی کچھ اس طرح سے تعریف کی ہے:

التفسیر:

هو ما یتعلق بالروایة (تفسیر اسے کہتے ہیں کہ جس کا تعلق روایت سے ہوتا ہے)

التاویل:

هو ما یتعلق بالدرایة (تاویل اسے کہتے ہیں کہ جس کا تعلق درایت سے ہوتا ہے)

جبکہ دائرۃ المعارف الحسینیۃ کے مصنف نے جو تعریف پیش کی ہے وہ ہمیں جامع تر نظر آتی ہے:

التفسیر:

هو علم یبحث فیه عن کلام الله تعالی المنزل ضمن الکلام (تفسیر: وہ علم ہے جو کلام خدا کے بارے میں گفتگو کرتا ہے لیکن یہ گفتگو کلام الٰہی کے ضمن میں ہوتی ہے)

التاویل:

هو ارجاع الکلام و صرفه عن معناه الظاهری الی معنی اخفی منه (تاویل: کلام کے ظاہری معنیٰ کو اس معنیٰ کی طرف موڑ دینا جو کہ باطن کلام میں موجود ہے)۔

تفسیر و تاویل قرآن کا معیار:

اہل تشیع کے یہاں ہر تفسیر، تاویل اور مصداق قابل قبول نہیں بلکہ ان میں سے ہر ایک کے لئے کچھ معیارات ہیں جن سے اگر وہ مطابقت کریں تو قابل قبول ہونگے وگرنہ انکی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی۔

تفسیر قرآن میں ایک مفسر کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان افراد کی عصمت کا قائل ہو کہ جنھیں اللہ تعالیٰ نے معصوم بنا کر بھیجا ہے، اور وہ قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے راسخون فی العلم کی احادیث سے استفادہ کرے، اس کے ساتھ ساتھ ایک مفسر کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ناسخ و منسوخ، مطلق و مقید، عام و خاص قرآن کو سمجھنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔

تاویل قرآن، تفسیر قرآن سے زیادہ سخت کام ہے کیونکہ جو شخص تاویل قرآن کا علم رکھتا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ تفسیر قرآن کو بھی سمجھے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ جس کے پاس تفسیر قرآن کا علم ہو وہ تاویل قرآن کو بھی جانے، لہٰذا تاویل قرآن میں ایک مفسر کے لئے ضروری ہے کہ وہ ظاہر و باطن قرآن کو احادیث و ارشادات ائمہ کی روشنی میں درک کرے۔

مصداقِ قرآن کا تعین بھی ایک مشکل امر ہے جس میں مفسر کے لئے ضروری ہے وہ آیات کے اشارات کو سمجھے، قرآن مجید میں بعض اوقات خطاب ظاہراً پیغمبر اسلام سے ہوتا لیکن مراد مومنین ہوتے ہیں، اسی طرح دیگر موارد میں کبھی آیات کا مصداق صرف ایک فرد ہوتا ہے تو کبھی مشترک افراد ہوتے ہیں، لہٰذا مصداق آیت کے تعین سے پہلے احادیث ائمہ کی روشنی میں آیت کے تمام جوانب و اشارات کا درک کرنا بیحد ضروری ہے۔

تفسیر قرآن کا طریقہ:

کتاب "الحسینؑ الکریم فی القرآن العظیم" میں ان دو اہم ذریعوں کو ذکر کیا گیا ہے کہ جن سے قرآن مجید کی تفسیر کی جا سکتی ہے:

(الف) تفسیر القرآن بالقرآن:

خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ اگر تم کسی بھی امر میں اختلاف کرو تو اللہ و رسولؐ کی طرف رجوع کرو، اس آیت میں اللہ کی طرف رجوع سے مراد قرآن کی طرف رجوع کرنا ہے لہذا تفسیر قرآن میں مفسر کو چاہیے کہ وہ پہلے قرآن کو قرآن ہی سے تفسیر کرے اور پھر تشریح و تفاصیل کے لئے احادیث کا سہارا لے۔

(ب) تفسیر القرآن بالحدیث:

پیغمبر اسلام و ائمہ اطہار کی احادیث، تفسیر قرآن کا بہترین وسیلہ ہیں، اور حدیث ثقلین (**انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بهما لن تضلوا کتاب الله و عترتی اهل بیتی فانهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض**۔ تفسیر برہان: ۱/۹) کے مطابق قرآن و اہلبیتؑ ایک دوسرے کے ساتھ ہیں لہذا قرآن کو اہلبیتؑ سے اور اہلبیتؑ کو قرآن سے سمجھنا چاہیے۔

تفسیر کی اقسام:

قرآن مجید چونکہ جامع دستور العمل ہے لہذا اس میں علمی و عملی حوالوں سے تمام پہلوؤں کی معرفت ضروری ہے، اسی لئے تفسیری عمل میں بھی ہر زاویہ نظر کا ملحوظ رکھنا ناگزیر ہے اور اسی بناء پر تفسیر کی مختلف اقسام رائج ہیں، اس سلسلہ میں

مصنف نے تفسیر کی بارہ اقسام کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے ہم یہاں صرف ان اقسام کا تذکرہ کرتے ہیں، تفاصیل کے لئے قارئین اصل کتاب کی طرف رجوع فرمائیں:

تفسیر لفظی، تفسیر قرآن بالقرآن، تفسیر اثری، تفسیر لغوی، تفسیر تاویلی، تفسیر بلاغی، تفسیر فلسفی، تفسیر اعتقادی، تفسیر تشریعی، تفسیر علمی، تفسیر موضوعی، تفسیر تاریخی۔

قرآن مجید پر اعراب گذاری:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید پر اعراب گذاری کا کام حضرت امام حسینؑ کے پدر بزرگوار باب مدینۃ العلم مولا امیر المومنین (ع) نے اپنے شاگرد ابو الاسود الدوئلی سے کروایا اور اعراب گذاری کے تمام قوانین انھیں تعلیم فرمائے۔اس حقیقت کو تمام ارباب تحقیق نے تسلیم اور ذکر کیا ہے۔

قرآن مجید سے اشتقاق یافتہ علوم:

قرآن مجید کی جامعیت کے تناظر میں یہ حقیقت کسی وضاحت و دلیل کی محتاج نہیں کہ یہ مقدس کتاب علوم و معارف کا سرچشمہ ہے۔اس بنا پر اجمالی نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ ذیل علوم یا قرآن مجید میں موجود ہیں یا پھر قرآن کے نزول کی برکت سے وجود میں آئے ہیں:

علم لغت، علم نحو، علم صرف، علم بلاغت، علم منطق، علم تاریخ، علم ادیان، علم قرائات قرآن، علم رسم الخط قرآن، علم تاریخ قرآن، علم اَحیاء، علم فقہ، علم اصول، علم عقیدہ، علم تجوید، علم اخلاق، علوم نفسیہ، علوم اجتماعیہ، علوم ریاضیہ، علوم طبیعیہ، علوم غیبیہ، علوم تفسیر و تاویل، اور بعض دیگر علوم۔

امام حسین (ع) اور آسمانی کتابیں:

امام حسینؑ کی شخصیت میں وہ جامعیت پائی جاتی ہے کہ جس کی نظیر دوسری شخصیات میں کم دکھائی دیتی ہیں، یوں تو اہلبیت کا ذکر جمیل کلی و جزئی اور صراحت و اشارہ کے ساتھ ہر دین و مذہب کی بنیادی کتب میں موجود ہے اور جہاں تک کتب آسمانی کا تعلق ہے تو اس حوالے سے دائرۃ المعارف کی جلد 'الحسینؑ الکریم فی القرآن العظیم' میں مصنف نے ان تمام آسمانی کتب کا تذکرہ کیا ہے جن میں حضرت امام حسینؑ کا ذکر جمیل موجود ہے، آیت اللہ کرباسی نے اس مقام پر وہ تمام عبارتیں بھی پیش کی ہیں جو توریت و انجیل میں وارد ہوئیں ہیں، بالخصوص اَرمیا اور یوحنا کی پیشین گوئیوں کو حوالہ کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔

امام حسین (ع) اور قرآن مجید:

امام حسینؑ کا تذکرہ جمیل مصداق حوالہ سے مختلف و متعدد آیات مبارکہ میں کلی و جزئی صورت میں موجود ہے چنانچہ اس حوالے سے مصنف نے سورہ حمد کی چار ان عمومی آیات کو قلم بند فرمایا کہ جن کی تاویل امام حسین (ع) سے کی جاتی ہے پھر مصنف نے سورہ بقرہ کی ان ۱۸ آیات کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے جو بالخصوص امام حسین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئیں ہیں، مصنف نے اس مقام پر بیشمار احادیث کو ذکر کیا اور وہ کلمات کہ جن کی تشریح بیحد ضروری تھی انھیں حواشی میں قلم بند فرمایا، اور آخر میں ۱۹ عام آیتیں جن کا اطلاق امام حسین (ع) پر ہوتا ہے انھیں بھی اجمال کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ اگر حضرت امام حسینؑ کی حیات طیبہ کے کسی بھی پہلو پر نظر کی جائے تو ان کی عملی زندگی قرآن مجید کا عکس و پرتو ہی نہیں بلکہ ان کا وجود بولتا قرآن نظر آتا ہے، ضرورت اس امر کی ہے قرآن فہمی اور حسینؑ فہمی کا حقیقی معیار ملحوظ رکھتے ہوئے عالمانہ و محققانہ انداز میں فکری توانائیاں بروئے کار لائی جائیں تاکہ قرآن اور جس کے گھر میں قرآن اترا ہے ان کی صحیح معرفت حاصل ہو سکے۔
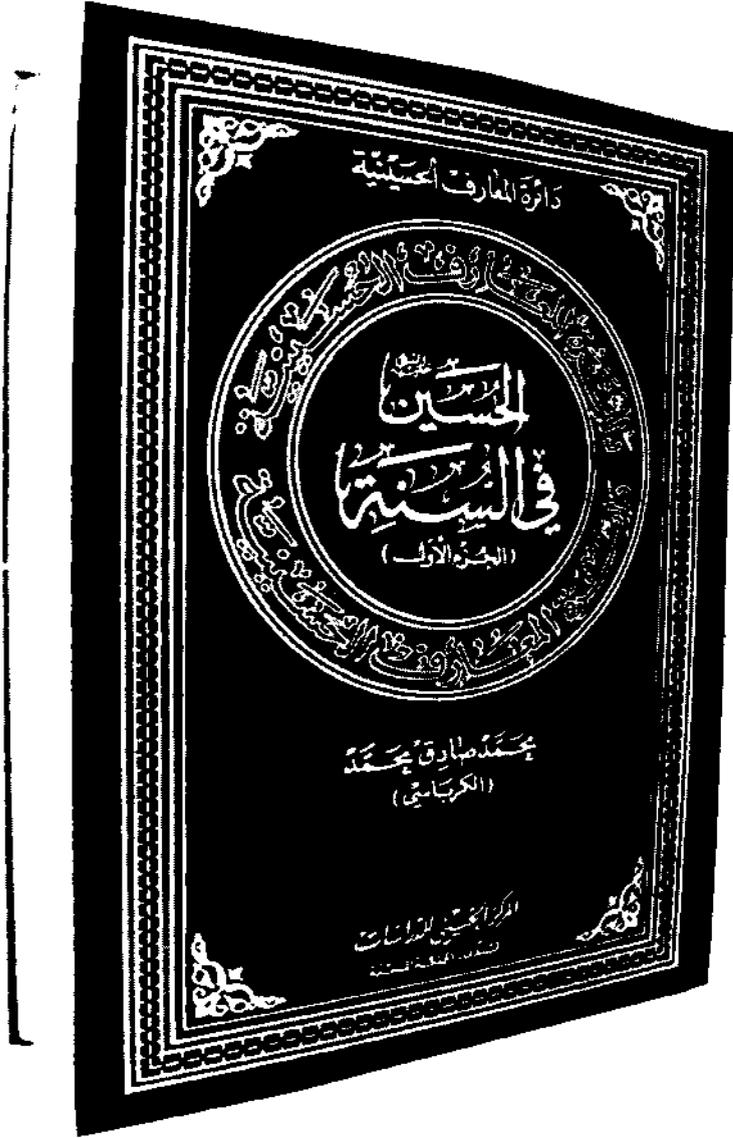
کتاب 'امام حسین علیہ السلام سنت کی روشنی میں' بارہ سے زائد جلدوں پر مشتمل ہے جس کی پہلی جلد (جو ۵۵۹ صفحات پر مشتمل ہے) سنہ ۱۹۸۷ء میں لکھی گئی اور سنہ ۲۰۰۸ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی، قارئین کرام اس کتاب میں موجود مطالب کی تلخیص کو آنے والے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

احادیث کے جوہری علوم

بشر کی ہدایت ایک ایسا اہم موضوع ہے جس کے لئے خداوند عالم نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کو بھیجا، اور ان میں سے بہتیروں پر آسمانی کتابوں کو نازل فرمایا، تمام انبیاءؑ انسانوں کے درمیان معصوم بشر کی حیثیت سے تشریف لائے، تاکہ خود خطا ونسیان وسھو سے محفوظ رہ کر دوسروں کا تزکیہ کر سکیں۔

ذات احدیت نے انبیاءؑ کو آسمانی کتاب کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ کتاب کے مطابق عمل کر کے یہ بتلادیں کہ کونسا عمل کس طرح بجالایا جائے، اور جب بشر ہونے کی حیثیت سے وہ تمام واجبات کو انجام دے سکتے ہیں تو خدا کا کوئی بھی حکم تکلیف مالا یطاق نہیں ہوگا۔

امت مسلمہ کی ہدایت کا پہلا ذریعہ قرآن اور دوسرا اہلبیت اطہار ہیں، لہذا ہر مسلمان کو قرآن پڑھ کر یہ دیکھنا ہے کہ اہلبیتؑ نے قرآنی احکامات پر کس طرح عمل کیا ہے، ایک دور ایسا بھی تھا کہ جب قرآن مجید کے ساتھ ساتھ لوگوں کو معصوم تک رسائی بھی حاصل تھی، اس دور میں جب کسی بھی قسم کا اختلاف ہوتا تو مسلمان، مفسر قرآن کی طرف رجوع کیا کرتے تھے، قرآن مجید کے سب سے پہلے مفسر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے جن پر قرآن مجید نازل ہوا، اس دور میں اگر اصحاب کے درمیان کسی بھی قسم کا اختلاف ہوتا تو وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے اختلاف کو برطرف کیا کرتے تھے، چونکہ قرآن کی روشنی میں آنحضرتؐ عصمت کے درجہ پر فائز تھے لہذا ان کے کسی بھی قول وفعل وسکوت کی مخالفت کرنا ایمان میں اخلال کے مساوی تھا۔

جب آنحضرتؐ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو آپ نے اپنے بعد دو گرانقدر چیزیں چھوڑیں اور تاکید فرمائی کہ جب تک تم ان کے ساتھ رہوگے تو تمہارے درمیان نہ کسی قسم کا اختلاف ہوگا اور نہ ہی تم کسی اختلاف کی بنا پر گمراہ ہوگے، اور وہ دو چیزیں قرآن واہلبیتؑ ہیں، رسولؐ اسلام نے فرمایا:

انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بهما لن تضلوا کتاب الله و عترتی اهل بیتی فانهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض (تفسیر برہان: ۹/۱)۔

یہ وہ حدیث ہے جو تمام مسلمانوں کے درمیان قابل قبول ہے اور ہر ایک نے اپنی معتبر کتاب میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اس حدیث شریف سے بہت سارے مفید نکات واضح ہوتے ہیں:

۱۔ قرآن واہلبیت ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔

۲۔ قرآن واہلبیت میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔

۳۔ اہلبیت کو قرآن سے اور قرآن کو اہلبیت سے سمجھانا چاہئے چونکہ یہ دونوں ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔

۴۔ جو خصوصیات قرآن مجید کی ہیں وہی خصوصیات اہلبیت میں بھی موجود ہیں۔

۵۔ جو فضائل قرآن مجید کے ہیں وہی فضائل اہلبیت کے ہیں، بطور مثال اگر قرآن رجس و خطا و باطل سے دور ہے تو اہلبیت بھی رجس و خطار و باطل سے دور ہیں۔

۶۔ جس کے ساتھ انسان زیادہ وقت گزارتا ہے وہ اس کی سب سے زیادہ معرفت بھی رکھتا ہے چونکہ قیامت تک اہلبیت قرآن کے ساتھ ہیں لہذا قرآن کی معرفت سب سے زیادہ انھیں کو ہوگی۔

گرچہ تاریخ اسلام میں تمام مسلمانوں نے موجودہ قرآن پر اتفاق کیا ہے لیکن جس چیز میں اختلاف ہوا وہ مفسرین قرآن ہیں جنکا تذکرہ تو اہلبیت کے عنوان سے حدیث ثقلین میں موجود ہے لیکن مصداق کے تعین میں مسلمان ایک دوسرے سے اختلاف کر بیٹھے جبکہ رسولؐ اسلام کی مذکورہ حدیث کی تشریح وہ حدیث کرتی ہے کہ جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا **علی مع القرآن و القرآن مع علی**، یعنی علیؑ قرآن کے ساتھ اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے، ان دونوں جملوں (**علی مع القرآن والقرآن مع علی، ولن یفترقا**) کو اگر ایک ساتھ رکھا جائے تو واضح ہو جاتا ہے حدیث ثقلین میں اہلبیت سے مراد علیؑ وآل علیؑ ہیں۔

یہ تاریخ اسلام کی ایک حقیقت ہے کہ ہر دور میں جس طرح رسولؐ اسلام امت مسلمہ کے مسائل کو حل فرمایا کرتے تھے بالکل اسی طرح ائمہ اہلبیتؑ نے بھی امت کی مشکل کشائی فرمائی، حاکمان وقت کو جب کبھی کوئی مشکل

مسئلہ درپیش ہوا یا قرآن مجید کی کوئی آیت سمجھ میں نہ آئی تو وہ علیؑ و آل علیؑ کی طرف رجوع کر کے اپنے مسائل کا جواب حاصل کیا کرتے تھے، جس سے ایک صاحب بصیرت کے لئے واضح ہو جاتا ہے کہ اولین مفسر قرآن یعنی رسولؐ اسلام کے قائم مقام خلفاء، یہی ائمہ اہلبیتؑ ہیں، جو رسولؐ اسلام کی طرح امت مسلمہ کی مشکلکشائی فرماتے ہیں۔

لہذا اس حدیث ثقلین کی روشنی میں اہل تشیع نے ہر دور میں قرآن مجید کو ائمہ اہلبیتؑ سے سیکھا، جو آنحضرتؐ کے قائم مقام اور انکی طرح عصمت کے حامل ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج تک اہل تشیع امام وقت کے ذریعہ وحی الٰہی سے منسلک ہیں لیکن جہاں مسلمانوں نے اہلبیتؑ کا دامن چھوڑا وہیں پر وہ اختلاف کا شکار ہوئے اور ان میں مختلف فرقے نمایاں ہوگئے جو ایک دوسرے کی تکفیر کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے، اگر ان اختلافات کی ریشہ یابی کی جائے تو واضح ہو جائے گا کہ اس اختلاف کی اصل وجہ احادیث رسولؐ میں تحریف یا جعلی احادیث کا گھڑنا ہے جو کہ بعض مفاد پرست حکمرانوں کے کہنے پر وجود میں آئیں، اسی لئے اہل تشیع نے احادیث رسولؐ و ائمہ علیہم السلام کی جامع تحقیق کے لئے مختلف علوم کا سہارا لیا جن کو علوم حدیث کے نام سے جانا جاتا ہے، یہ وہ علوم ہیں جن کی کسوٹی پر ہر حدیث اپنی سند و متن کے ساتھ پرکھی جاتی ہے۔

اسی مقصد کے پیش نظر دائرۃ المعارف نویسی میں ایک معتبر شخصیت علامہ محمد صادق الکرباسی نے کتاب 'الحسینؑ فی السنۃ' کی پہلی جلد (جو ۵۵۹ صفحات پر مشتمل ہے اور سنہ ۲۰۰۸ء میں چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے) میں علوم احادیث کو بڑی تفصیل اور خوبصورتی کے ساتھ بیان فرمایا ہے، کتاب 'الحسینؑ فی السنۃ' بارہ سے زائد جلدوں پر مشتمل ہے جسکی پہلی جلد میں علوم حدیث پر گفتگو کی گئی ہے اور بقیہ جلدوں میں ان تمام احادیث کو تحقیق کے ساتھ پیش کیا جائے گا جو معصومین علیہم السلام سے امام حسین علیہ السلام کے بارے میں وارد ہوئی ہیں ہم اس مقام پر کتاب 'الحسینؑ فی السنۃ' کی پہلی جلد میں موجود مطالب پر اجمالی روشنی ڈالتے ہیں۔

امام حسین (ع) سنت کی روشنی میں:

سنت سے مراد قول، فعل، اور تقریر چاردہ معصومین علیہم السلام ہے، اور سنت کا اطلاق چار چیزوں پر ہوتا ہے: روایت، حدیث، خبر، اثر، اس جلد میں محدث زمان آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے عناصر حدیث (یعنی سند حدیث اور متن حدیث) پر مقدماتی و علوم جوہری کے ذریعہ بحث کی ہے، جن کے ذریعہ سند و متن حدیث کی صحت اور اس کا معصوم سے صادر ہونا واضح ہو جاتا ہے۔

علوم حدیث:

علوم حدیث کی دو قسمیں ہیں، علوم مقدماتی (علوم عام)، علوم جوہری (علوم خاص)۔

علوم مقدماتی وہ علوم ہیں کہ جن کا حاصل کرنا متن اور معانی حدیث کو درک کرنے کے لئے لازم و ضروری ہے، اور انہی علوم کے ذریعہ سند حدیث کا معتبر یا غیر معتبر ہونا ثابت ہوتا ہے، اور وہ علوم یہ ہیں:

علم صرف، علم نحو، علم بلاغت، علم منطق، علم کلام، علم فقہ، علم اصول، علم تاریخ، علم تفسیر، علوم قرآن۔

علوم جوہری وہ علوم ہیں کہ جن کے ذریعہ براہ راست سند اور متن حدیث پر تحقیق کی جاتی ہے اور وہ چھ علوم ہیں:

علم درایت، علم رجال، علم تاصیل، علم تصنیف، علم تاریخ حدیث، علم روایت حدث۔

کتاب "الحسین فی السنۃ" کی اس پہلی جلد میں مصنف نے علوم جوہری حدیث کی مذکورہ چھ اقسام پر تفصیل کے ساتھ بحث و گفتگو فرمائی ہے۔

علم درایت

لغت میں درایت فہم کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں علم درایت اس علم کو کہا جاتا ہے کہ جس کے ذریعہ حدیث کی نص کو اور متن و سند کے اعتبار سے اس کے مقبول یا مردود ہونے کو سمجھا جاتا ہے۔

اس تعریف کی بیشتر وضاحت کے لئے آیت اللہ شیخ کرباسی نے ان تمام فروعات پر بحث کی ہے کہ جن کے ذریعہ علم درایت کے تمام جوانب روشن ہوتے ہیں، مثلاً نص کا قوی و سالم ہونا، اقسام حدیث و اصناف سند، تعادل و تراجح، حدیث شریف میں استعمال شدہ ادبیات، نص شریف کا حجت ہونا، حدیث کو قرآن و عقل و اجماع کے معیارات پر پرکھنا۔

ہم اس مقام پر بطور نمونہ چند اہم اور بنیادی مطالب کو قارئین کے خدمت پیش کرتے ہیں:

نص کا قوی و سالم ہونا:

کسی بھی حدیث کی صحت و حجیت کے لئے چند امور شرط ہیں:

۱۔ حدیث، قرآن مجید اور عقلِ سلیم سے معارض و مخالف نہ ہو۔

۲۔ حدیث، معصوم کی طرف منسوب ہو۔

۳۔ عربیت کے اعتبار سے متن حدیث پر شک و شبہ وارد نہ ہو یعنی اس کی عربی فصیح و بلیغ ہو۔

۴۔ حدیث ذوق اور روش عصمت سے خالی نہ ہو۔

۵۔ حدیث میں تقیہ کا احتمال نہ ہو۔

۶۔ راوی، حدیث کے مراد اور معنیٰ کو نقل کرنے کے بجائے خود الفاظ حدیث کو نقل کرے۔

اصناف نقل:

نقل کے اعتبار سے حدیث کی پانچ اصناف ہیں اثر، حدیث، خبر، روایت، سنت۔

اثر:

کل کلام تسلسل واتصل خلفا عن سلف، ہر وہ کلام کہ جو خلف سے سلف پر منتہی ہو اسے اثر کہتے ہیں۔

حدیث:

ھو الکلام المنقول عن المعصوم، وہ کلام جو معصوم سے نقل ہوا ہو، اس تعریف کے ذریعہ افعال وتقریر معصوم خارج ہو جاتے ہیں۔

خبر:

ھو حدیث غیر المعصوم، غیر معصوم کی حدیث کو خبر کہتے ہیں، اور مجازاً احادیث معصوم کو بھی خبر کہا جاتا ہے۔

روایت:

ہر وہ حدیث کہ جو ناقلین سے نقل ہوتے ہوئے معصوم پر منتہی ہو اسے روایت کہتے ہیں۔

سنت:

جو چیز قول، فعل اور تقریر معصوم سے صادر ہو اسے سنت کہتے ہیں۔

اصناف روایت:

سند کے اعتبار سے روایت کی دو اصناف ہیں، روایت متواترہ اور روایت آحاد۔

روایت متواترہ:

وہ روایت کہ جس کے راوی ہر طبقۂ رواۃ میں بہت زیادہ ہوں، جس سے یہ اطمینان حاصل ہوتا ہے کہ کسی نے بھی اس روایت کو نہ جعل کیا ہے اور نہ ہی اس میں کسی قسم کا تصرف کیا گیا ہے۔ اور روایت متواترہ میں اگر تمام راویوں نے یکساں الفاظ نقل کئے ہوں تو اسے تواتر لفظی اور اگر مضمون روایت متواتر ہو (گرچہ الفاظ مختلف ہوں) تو اسے تواتر معنوی کہا جاتا ہے۔

روایت آحاد:

وہ روایت کہ جو متواترہ نہ ہو اور جس میں شرائط تواتر (یعنی ہر نسل میں راویوں کی کثرت کا ہونا جس سے سند کی صحت پر اطمینان حاصل ہو جائے) نہ پائی جائیں۔

روایت آحاد کی دو قسمیں ہیں:

روایت مرسل:

وہ روایت کہ جس کے راویوں کا سلسلہ کلی یا جزئی طور پر کامل نہ ہو۔

روایت مسند:

وہ روایت کہ جس کے راویوں کا سلسلہ ہر طبقہ میں مکمل طور پر مذکور ہو۔

حدیث مسند کی کمیت کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں، حدیث مستفیض اور حدیث مشہور۔

حدیث مستفیض:

اس حدیث کو کہا جاتا ہے کہ جس کے ہر طبقہ میں تین یا تین سے زیادہ راوی موجود ہوں۔

حدیث مشہور:

وہ حدیث کہ جس کے راویوں کے طبقات میں عام طور سے تین یا دو راوی پائے جاتے ہیں جن کے ذریعہ اس حدیث کو حدیث مشہور کہا جاتا ہے، اگرچہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اس کے بعض طبقات میں ایک ہی راوی ہوتا ہے۔

راوی کے موثق اور غیر موثق ہونے کے اعتبار سے حدیث مسند کی پانچ قسمیں ہیں، حدیث صحیح، حدیث حسن، حدیث موثق، حدیث قوی، حدیث ضعیف۔

حدیث صحیح:

اس حدیث کو کہا جاتا ہے کہ جس کے تمام راویوں میں حدیث نقل کرنے کی شرائط اعلی معیار پر پائی جاتی ہوں، نقل حدیث کی شرائط میں سے راوی کا شیعہ اثنا عشری اور عادل ہونا بے حد ضروری ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اس قابل بھی ہو کہ روایات کو صحیح طرح محفوظ کر سکے۔

حدیث حسن:

وہ حدیث کہ جس کے اکثر راویوں میں شرائط نقل حدیث پائی جاتی ہیں لیکن ان میں سے بعض کی عدالت کی صراحت نہ ہوئی ہو۔

حدیث موثق:

وہ حدیث کہ جس کے تمام راویوں میں شرائط نقل حدیث پائی جاتی ہیں لیکن ان میں سے بعض راوی ایسے ہیں جو شیعہ اثنا عشری تو نہیں لیکن انکے موثق ہونے کو علماء شیعہ نے قبول کیا ہے۔

حدیث قوی:

وہ حدیث کہ جس کے تمام راویوں میں شرائط نقل حدیث پائی جاتی ہیں، لیکن ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جن کی نہ مدح ہوئی ہے اور نہ ہی مذمت۔

حدیث ضعیف:

وہ حدیث کے جس کے راوی مجہول، غیر معتبر، غیر موثق ہوں، اور جو حدیث مذکورہ اقسام میں سے نہ ہو اسے حدیث ضعیف کہتے ہیں۔

اگر ضعیف حدیث کے مضمون کو علماء نے قبول کیا ہو تو اسے مقبول، اور اگر رد کر دیا ہو تو اسے مردود کہتے ہیں۔

سند حدیث کے اعتبار سے حدیث مسند کی دو قسمیں ہیں، حدیث مصرح، حدیث مضمر۔

حدیث مصرح:

وہ حدیث کہ جس میں راوی نے صراحت کے ساتھ معصوم کا نام بیان کیا ہو۔

حدیث مضمر:

وہ حدیث کہ جس میں راوی نے صراحت کے ساتھ امام کا نام نہ لیا ہو بلکہ ضمیر کے ذریعہ معصوم کی طرف اشارہ کرے، مثلاً کہے: سمعته يقول۔

علم رجال

علم رجال وہ علم ہے کہ جس میں راویوں کے ان حالات سے آگاہی حاصل ہوتی ہے کہ جن کی بنیاد پر ان کی نقل کردہ حدیث مقبول یا مردود قرار پاتی ہے، چاہے روایت کرنے والے مرد ہوں یا عورت، لہذا اس علم کو علم رجال مجازاً کہا جاتا ہے جس سے مراد وہ مرد اور عورتیں ہیں کہ جن کی شخصیت کامل ہو، اس علم کے ذیل میں محقق شیخ الکرباسی نے مندرجہ ذیل عنوانات پر بحث فرمائی ہے:

راوی کا تعین، وثاقت کے اعتبار سے راوی کے حالات، راوی کے اعتقادات، راویوں کے درمیان راوی کی حیثیت، ان افراد کا تعین جن سے راوی نے روایت کو نقل کیا ہے، حدیث نقل کرنے کی اہلیت، جرح وتعدیل، مدح وقدح میں دقت، جرح وتعدیل کے اصول۔

حدیث کے نقل کرنے کی اہلیت:

حدیث کا نقل کرنا ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ جس کے ذریعہ احکام، عقائد، اخلاق اور تاریخ کو نقل کیا جاتا ہے، اگر کسی مقام پر کمی یا زیادتی ہو جائے تو پوری تاریخ پر اس کا اثر باقی رہ جاتا ہے لہذا راوی کے لئے کچھ شرائط ہیں جن کا پورا ہونا ضروری ہے:

(الف) راوی عاقل ہو۔

(ب) راوی رشید ہو یعنی اس میں فکری پختگی اور بیداری پائی جائے۔

(ج) راوی، روایت کے نقل کرنے میں امین ہو۔

(د) راوی کے لئے روایت کا لکھنا یا اسے حفظ کرنا ممکن ہو۔

جرح وتعدیل:

علم رجال میں جرح وتعدیل ایک اہم موضوع ہے جس کی بنیاد پر یا تو راوی کو عادل جان کر اس کی روایات کو قبول یا پھر اسے فاسق قرار دیکر اس کی روایت کو رد کر دیا جاتا ہے لہذا اگر از لحاظ صفات، راوی کی مدح کی جائے تو اسے تعدیل اور اگر مذمت کی جائے تو اسے تجریح کہتے ہیں، جرح وتعدیل غیبت نہیں بلکہ ایک مشروع عمل ہے جس کی مشروعیت آیۂ ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا (حجرات: ٦) سے ثابت ہوتی ہے، خداوند عالم فرماتا ہے اگر کوئی فاسق تمھارے پاس خبر لے کر آئے تو تم اس خبر کی تحقیق کرلو لہذا اس آیۂ مبارکہ کی روشنی میں راوی کے کاذب یا صادق ہونے کی تحقیق کرنا جائز ہی نہیں بلکہ ایک وجوبی امر ہے۔
علم رجال میں مروجہ الفاظ جرح وتعدیل کو ہم یہاں اجمال کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

الفاظ تعدیل:

عدل، ثقہ، عین، ثبت، سدید، حجت، وجہ، جلیل، معتمد، مستقیم، صدوق، متقدم، سلیم، خیر، عظیم القدر، لاباس بہ، مسکون الیہ، من اصحابنا، من خواص الامام، حسن الطریقہ، نقی الحدیث، صحیح الحدیث۔

الفاظ جرح:

کذاب، غال، لاخیر فیہ، ضعیف یا ضعیف الحدیث، فاسد المذہب، متہم فی دینہ، مضطرب یا مضطرب الامر، مختلط، لا یلتفت الیہ، غمز علیہ، لا یعبأ بہ، یصنع الحدیث یا وضاع الحدیث، لم یکن بالمرضی، یتساہل فی روایۃ عن غیر الثقہ، یعرف و ینکر، امرہ ملتبس، لا یعتمد علیہ، متروک فی نفسہ یا متروک الحدیث، مرتفع القول، حدیثہ لیس بالنقی، فی حدیثہ بعض الشیء، مجہول۔

علم تاصیل

علم تاصیل حدیث وہ علم ہے کہ جس کے ذریعہ صدور حدیث کے اسباب و عوامل کو کشف کیا جاتا ہے، اس باب میں درج ذیل امور پر روشنی ڈالی گئی ہے:

ایک حدیث کے مختلف طرق سے وارد ہونے کے اسباب، حدیث میں تحریف کے اسباب، بدعت اور اس کی اقسام، غلو و نصب، صدور حدیث کے اسباب، صدور حدیث کا وقت اور مکان، وہ افراد کہ جن کو احادیث لکھوائی گئیں، اس بات کا انکشاف کہ آیا حدیث مکمل طور پر نقل کی گئی ہے یا ناقص، یا پھر صرف معنی حدیث کو بیان کیا گیا ہے۔

ایک حدیث کے متعدد طرق:

احادیث معصومین علیہم السلام میں بہت ساری حدیثیں ایسی ہیں کہ جو مختلف راویوں سے مختلف مواقع میں وارد ہوئی ہیں جن کا کبھی صرف مضمون ایک ہوتا تو کبھی الفاظ بھی ایک جیسے ہوتے ہیں، اگر مضمون و الفاظ ایک ہوں اور حدیث مختلف طرق سے نقل ہوئی ہو تو اسکی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:

۱۔ معصوم نے اس روایت کو کسی عمومی مقام پر ارشاد فرمایا جس کی وجہ سے اس روایت کو مختلف اصحاب نے نقل کیا۔

۲۔ حدیث کا موضوع معصوم علیہ السلام کی خدمت میں اہم تھا لہذا امام نے اس حدیث کو مختلف مقامات پر بیان فرمایا۔

۳۔ بعض اوقات اعادہ کی نیت سے احادیث کو بارہا بیان کیا جاتا ہے جیسے حدیث کساء کو برکت اور دیگر فوائد کے پیش نظر دہرایا جاتا ہے۔

لیکن اگر ایک ہی مضمون، مختلف الفاظ میں مختلف راویوں سے نقل ہو تو اس کی بھی تین وجوہات ہیں:

۱۔ ہوسکتا ہے کہ ضرورت و حالات کے پیش نظر راوی نے مضمون روایت کو مختصر طور پر یا صرف معنی حدیث کو بیان کیا ہو۔

۲۔ اگر روایت کے طولانی ہونے یا کسی اور وجہ سے راوی کے لئے اس کا تحریر یا حفظ کرنا ممکن نہ ہو تو اس مقام پر راویان حدیث مضمون اور معنی روایت کو نقل کرتے ہیں جس کی وجہ سے ایک ہی مضمون مختلف راویوں سے مختلف الفاظ میں بیان ہوتا ہے۔

۳۔ بعض اوقات سائل کی استعداد اور سوال کو مد نظر رکھتے ہوئے معصومین علیہم السلام ایک ہی روایت کو مختلف الفاظ میں مختلف مقامات پر بیان فرماتے تھے جس کی وجہ سے ایک ہی مضمون مختلف الفاظ میں وارد ہوتا ہے۔

علم تصنیف

علم تصنیف کے ذریعہ کتب احادیث کے احوال کی معرفت حاصل ہوتی ہے، اس علم کے ذیل میں مندرجہ ذیل عنوانات کو پیش کیا گیا ہے:

کتاب کی نسبت مولف کی طرف، کتاب کی حجیت، تصنیف شدہ کتاب کی روایات کی سند پر بحث، حدیث کی کتاب کو اصول تصنیف پر پرکھنا، کتاب کے مختلف نسخوں یا پھر اس میں تحریف پر تحقیق و بررسی کرنا۔

اس مقام پر سب سے پہلے مصنف نے اس بات کی طرف قارئین کی توجہ کو مبذول فرمایا کہ کتب احادیث کے لئے استعمال کئے جانے والے الفاظ چار ہیں، بعض کتب حدیث کو کتاب بعض کو اصل، اور بعض دیگر کو نوادر یا مصنف (بفتح نون) کہا جاتا ہے، جن کے معنی ایک دوسرے سے مختلف ہیں، اور علوم حدیث میں ان کے فرق کو جاننا بھی بے حد ضروری ہے، چونکہ علم رجال میں جب کسی صحابی کی شخصیت پر تحقیق کی جاتی ہے تو یہ کہا جاتا ہے کہ مثلاً زید کے پاس نوادر تھے، اور حسن کے پاس اصل تھی، لہذا ہم اس مقام پر اجمال کے ساتھ ان کی تعریف پیش کرتے ہیں:

کتاب:

اس کا اطلاق تمام قسم کی کتب احادیث پر ہوتا ہے لہذا اصل، نوادر اور مصنف کو بھی کتاب کہا جاتا ہے۔

اصل:

اس حدیث کی کتاب کو اصل کہا جاتا ہے کہ جس میں بغیر کسی واسطہ کے روایت کو نقل کیا گیا ہو، یعنی راوی خود معصوم سے حدیث کو سن کر اسے کتابی شکل دے دے۔

نوادر:

اس حدیث کی کتاب کو کہا جاتا ہے کہ جس میں مختلف موضوعات پر احادیث جمع ہوئی ہوں، اور جن میں احادیث کی از حیث موضوع تقسیم بندی نہ کی گئی ہو۔

مصنف:

اس حدیث کی کتاب کو کہتے ہیں جس میں برخلاف نوادر تمام احادیث، موضوع بندی کے ساتھ پیش کئے جائیں۔

کتاب کی نسبت مولف کی طرف:

یہ ایک بدیہی امر ہے کہ تمام کتب احادیث کو ان کے مصنف یا مولف کی وجہ سے معتبر قرار نہیں دیا جاسکتا، بلکہ ان میں سے ہر ایک حدیث پر چھان بین اور تحقیق کرنا ضروری ہے تاکہ ان کی حجیت کا ہمیں یقین حاصل ہوجائے، لہذا مصنف محترم نے اس مقام پر ان تمام کتب شیعہ کا تذکرہ کیا ہے جن کی روایتیں سند و متن کے اعتبار سے حجیت رکھتی ہیں۔

کتاب کی حجیت:

کسی بھی کتاب کو موثق قرار دینے کے لئے چند امور شرط ہیں:

۱۔ مولف کا موثق اور معتبر ہونا۔

۲۔ کتاب میں تالیف کے زمانہ کا لکھا جانا، تاکہ بعد میں اگر مولف گمراہ ہو جائے تو معلوم ہو کہ کتاب گمراہی سے پہلے لکھی گئی ہے۔

۳۔ توثیق کرنے والا کتاب کی مدح یا مذمت میں دقیق ہو، اور ساری کتاب کو دقت کے ساتھ پڑھ کر اپنی رائے کا اظہار کرے۔

علم تاریخ حدیث

یہ وہ علم ہے کہ جس میں حدیث کے وجود میں آنے کے وقت اور اس کی پیشرفت پر گفتگو کی جاتی ہے، لہذا علامہ شیخ الکرباسی نے اس عنوان کے تحت، علم درایت، علم رجال، علم روایت، علم تاصیل، علم تاریخ تصنیف اور علم تاریخ حدیث کی ابتدا اور ان علوم پر لکھی جانے والی کتب کو بیان کیا ہے۔

علم درایت کی ابتداء:

اس علم کی ابتدا رسولؐ اسلام وائمہ علیہم السلام سے ہوئی اور علی الظاہر اس علم پر سب سے پہلے ابان ابن تغلب (جو امام سجادؑ، امام باقرؑ اور امام صادقؑ علیہم السلام کے صحابی تھے) نے کتاب لکھی جس کا نام "کتاب الاصول فی الروایة علی مذھب الشیعة" تھا۔

علم رجال کی ابتداء:

بیشک علم رجال کے موجد رسول اسلام اور ائمہ اھل بیت علیہم السلام ہیں، مسلم ابن ابی حیہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک دن میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے حدیث شریف سننے کی خواہش کی، امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ابان بن تغلب کو بلاؤ کیونکہ انھوں نے مجھ سے بہت ساری احادیث کو سنا ہے لہذا ان کی مجھ سے منسوب کردہ روایت کو تم نقل کرو۔

اس حدیث شریف سے واضح ہو جاتا ہے کہ رجال حدیث کا تعین اور ان کو موثق قرار دینا ایک ایسا اہم کام تھا کہ جس کی بنیاد خود معصومین علیہم السلام نے رکھی، اور دوسری طرف خود حدیث سلسلۃ الذھب (کہ جس کی سند کو امام رضا(ع) نے اپنے بابا سے رسولؐ خدا تک اور رسولؐ خدا سے جبرئیل کے ذریعہ ذات باری تک پہنچایا ہے) سے بھی واضح ہو جاتا ہے کہ علم رجال کے موجد رسولؐ اسلام اور ائمہ اھل بیت ہیں۔

سب سے پہلے علم رجال پر کتاب لکھنے والے حضرت عبید اللہ بن ابی رافع تھے جو رسولؐ اسلام و مولا علیؑ کے صحابی تھے اور جنھوں نے کتاب "**تسمیة من شهد من الصحابة مع امیر المومنین**" لکھی، اس کتاب میں ان افراد کے اسامی درج کئے گئے ہیں جو حق یعنی امام علی علیہ السلام کے ساتھ تھے اور انھوں نے امام کی معیت میں شہادت پائی، پھر عبد اللہ ابن جبلۃ الکنانی (متوفی ۲۱۹ھ یا ۲۲۹ھ) نے کتاب الرجال لکھی، پھر آہستہ آہستہ مختلف علماء اسلام نے بہت ساری کتابیں اس فن میں تحریر فرمائیں جنھیں سے درج ذیل کتابوں کو رجال کی بنیادی کتابیں جانا جاتا ہے:

۱۔ رجال کشی: اس کتاب کے مصنف محمد بن عمر الکشی ہیں جو تقریبا ۲۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۳۶ھ میں وفات پائی۔

۲۔ رجال نجاشی: اس کتاب کے مصنف احمد بن علی النجاشی ہیں جو ۳۷۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۵۰ھ میں وفات پائی۔

۳۔ رجال طوسی: اس کتاب کے مصنف محمد بن حسن الطوسی ہیں جو ۳۸۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۶۰ھ میں وفات پائی۔

۴۔ رجال برقی: اس کتاب کے مصنف احمد بن محمد متوفی ۲۷۴ھ ہیں۔ ۵۔ رجال ابن غضائری: اس کتاب کے مصنف احمد بن حسین ہیں جو تقریبا ۴۲۰ھ کو وفات پائے، یہ دو کتابیں مفقود ہو چکی ہیں۔

علم تاصیل کی ابتداء:

جیسا کہ ہم نے عرض کیا تھا کہ علم تاصیل میں حدیث کے صادر ہونے کے اسباب و عوامل پر گفتگو کی جاتی ہے اور چونکہ یہ علم، آیات کے اسباب اور شان نزول کی مانند ہے، لہذا جس طرح آیت کی وجہ نزول کو رسولؐ اسلام کے زمانے میں بیان کیا جاتا تھا اسی طرح اسی زمانے سے احادیث کے صادر ہونے کی وجوہات کو بیان کیا جانے لگا۔

علم تصنیف کی ابتداء:

اس علم میں ان کتابوں کی تحقیق و بررسی کی جاتی ہے جن میں معصومین علیہم السلام کی احادیث وارد ہوئی ہیں، اور یہ دیکھا جاتا ہے کہ آیا وہ کتاب مجموعی طور پر حجیت رکھتی ہے یا نہیں؟ آیا کتاب کی نسبت کاتب کی طرف درست ہے یا نہیں؟ اور اسی طرح مختلف زاویوں سے حدیث کی کتاب کو پرکھا جاتا ہے لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ تدوین کتاب کے ساتھ ساتھ علم تصنیف کی بھی ابتدا ہوئی۔

علم تاریخ حدیث کی ابتداء:

اس علم میں حدیث شریف کے معصوم سے صادر ہونے کے وقت اور مکان کو معین کیا جاتا ہے، اس علم میں مستقل طور پر تو کوئی کتاب نہیں لکھی گئی لیکن صحابہ واکابر علماء شیعہ نے بہت ساری ایسی روایات نقل کی ہیں جن میں حدیث کے نقل کرنے کے وقت اور مکان کو معین کیا گیا ہے۔

علم روایت کی ابتداء:

یہ علم رسولؐ اسلام کے مبعوث بہ رسالت ہونے سے شروع ہو کر اہل سنت کے یہاں وفات رسولؐ اللہ پر ختم ہوا جبکہ اہل تشیع کے یہاں یہ علم امام زمانہ علیہ السلام کی غیبت کبریٰ تک جاری رہا۔

نقل حدیث اور تدوین حدیث کا حکم خود رسولؐ اسلام نے فرمایا تھا لہذا امام علیؑ اور حضرت زہرا علیہا السلام نے سب نے پہلے حدیث کی کتاب لکھی، آج بھی جنھیں کتاب علیؑ اور صحیفۂ فاطمہؑ سے یاد کیا جاتا ہے۔

علم روایت

ایک شخص سے دوسرے شخص تک حدیث کے منتقل کرنے کو روایت کرنا کہتے ہے، علم روایت میں آداب روایت، استجاب روایت، مروی عنہ پر گفتگو کی جاتی ہے۔

آداب روایت:

آداب روایت سے مراد وہ آداب ہیں کہ جن سے ایک راوی کا مزین ہونا ضروری ہے، مثلا ایک راوی کے لئے ضروی ہے کہ وہ مومن، عالم، با اخلاق، رشید، عادل، اور با عمل ہو، اس مقام پر مصنف نے ۲۳ آداب روایت کو نقل فرمایا ہے۔

مروی عنہ:

وہ معصوم کہ جن سے روایت کو نقل کیا جاتا ہے انھیں مروی عنہ اور روایت نقل کرنے والے کو راوی کہتے ہیں، اہل تشیع کے یہاں تمام روایتیں صرف چہاردہ معصومین علیہم السلام سے نقل کی جاتی ہیں کیونکہ یہی وہ افراد ہیں جو قرآن کی روشنی میں عصمت کے درجے پر فائز تھے، اس مقام پر مصنف نے معصومین علیہم السلام کے اسامی، القاب، اور ان مختلف کیفیتوں کو بیان فرمایا ہے جو احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔

کتاب ''**الحسینؑ فی السنۃ**'' کے آخر میں محدث شیخ کرباسی نے امام حسین (ع) کی شان میں وارد شدہ چند روایات کو بطور نمونہ وتبرک پیش کیا ہے اور دیگر تمام احادیث کو بعد میں آنے والی جلدوں پر موکول فرمایا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اگر ہم حضرت امام حسین علیہ السلام کے حوالے سے حضرت رسولؐ اسلام کے ارشادات و فرمودات سے آگاہی حاصل کرنا چاہیں اور اس موضوع پر علمی و تحقیقی مطالب جاننا چاہیں تو دائرۃ المعارف الحسینیہ تالیف آیت اللہ محمد صادق کرباسی کا مطالعہ کرکے اپنا مقصود پانے میں کامیاب ہوسکتے ہیں اور اس سلسلہ میں کتاب "الحسینؑ فی السنۃ " بہترین راہنما ثابت ہوسکتی ہے۔
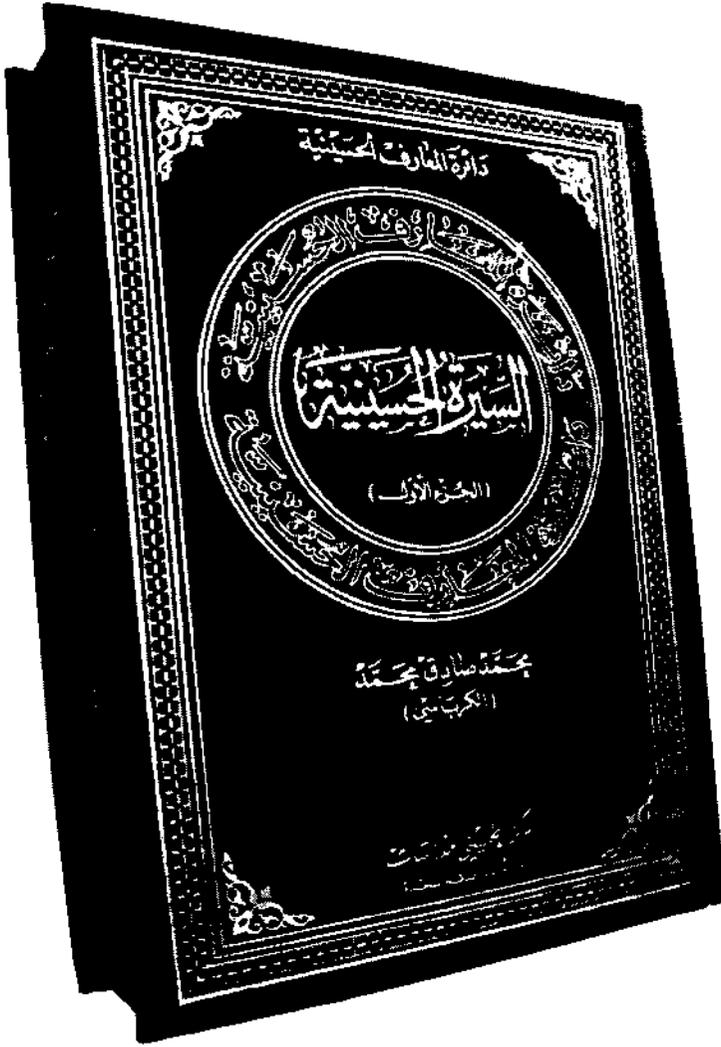
کتاب 'سیرت امام حسین علیہ السلام' دس سے زائد جلدوں پر مشتمل ہے جس کی پہلی جلد (جو ۴۹۲ صفحات پر مشتمل ہے) سنہ ۲۰۰۰ء کو لکھی گئی اور سنہ ۲۰۰۲ء کو زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی، قارئین کرام اس کتاب میں موجود مطالب کی تلخیص کو آنے والے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

سیرت امام حسین علیہ السلام (حصہ اول)

ہر انسان کے لئے کوئی نہ کوئی شخص نمونہ عمل ہوتا ہے کہ جس کے طرز عمل کو اپناتے ہوئے وہ کمال کی منزلوں کو طے کرتا ہے، لیکن چونکہ کامل شخصیات بہت کم ہیں لہذا کچھ ہی مدت کے بعد انسان کو یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ اب تک وہ شخص کہ جسے وہ کامل سمجھ رہا تھا وہ کامل ہی نہیں تھا بلکہ خود اسے کسی کامل شخص کی تلاش ہے، لہذا اس کمال طلبی کی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے کل کمال یعنی ذات احدیت نے کچھ ایسے با کمال افراد کو خلق فرمایا کہ جن کے کمال کی معرفت صرف اسی کو حاصل ہے۔

جہان ہستی میں کامل ترین افراد معصومین علیہم الصلوۃ والسلام ہیں جن کی زندگی کو اللہ تعالی نے امت مسلمہ کے لئے نمونہ عمل قرار دیا ہے:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ و الیوم الآخرۃ و ذکر اللہ کثیرا اے مسلمانو! تم میں سے اس کے لئے رسولؐ کی زندگی میں بہترین نمونہ عمل ہے جو اللہ اور آخرت سے امیدیں وابستہ کئے ہوئے ہے اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرتا ہے (احزب ۲۱)، یہ وہ افراد ہیں کہ جو ہر قسم کے رجس سے دور ہیں:

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا بس اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ اے اہلبیت تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے (احزاب: ۳۳) اور ان میں ہر ایک فرد محمد ہے:

قال امامنا الصادق علیہ السلام اولنا محمد و اوسطنا محمد و آخرنا محمد امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہم میں سے پہلا بھی محمدؐ ہے اوسط بھی محمدؐ ہے اور آخری بھی محمدؐ ہے۔(بحار الانوار جلد ۲۵ صفحہ ۳۶۳ باب انہ جری لھم

من الفضل ما جری لرسول اللہ، حدیث نمبر۲۳)، لہٰذا اگر ان ذوات مقدسہ کی پیروی کی جائے تو انسان کو دنیا و آخرت کی سعادتیں حاصل ہوتی ہیں۔

حضرت ابو عبداللہ الحسین علیہ السلام انہیں کامل ترین افراد میں سے ایک ہیں جن کے بارے میں رسولؐ گرامی قدر نے فرمایا:

ان الحسین مصباح ھدی و سفینۃ نجاۃ، و امامُ خیرٍ و یمنٍ و عزٍ و فخرٍ، و بحرُ علمٍ و ذُخرٍ (عیون اخبار الرضا جلد ۱ص ۶۲)۔

اگر آنحضرت (ص) کی اس حدیث مبارکہ میں غور و فکر کیا جائے تو مندرجہ ذیل مفید نکات واضح و آشکار ہوتے ہیں:

۱۔ امام حسین علیہ السلام ہدایت کا چراغ ہیں، ایسا چراغ کہ جس کے نور سے ہر بھٹکا ہوا ہدایت کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے، اگر حضرت علیؑ اھدنا الصراط المستقیم میں صراط مستقیم ہیں تو امام حسین علیہ السلام چراغ ہدایت ہیں لہٰذا جو بھی اس چراغ ہدایت سے استفادہ کرتے ہوئے صراط علیؑ پر گامزن ہوگا تو اسے یہ راستہ اس عظیم مرتبہ تک پہنچائے گا کہ جس کا نام شہادت ہے یہی وجہ ہے کہ حضور(ص) نے فرمایا:

من مات علی حب آل محمد مات شھیدا (جو آل محمدؐ کی محبت پر مرا وہ شہید مرا)۔

۲۔ اس حدیث شریف میں دوسرا نکتہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا کشتی نجات سے تعبیر ہونا ہے، کشتی کا کام یہ ہے کہ وہ انسان کو ایک مقصد سے دوسرے مقصد تک پہنچاتی ہے، لیکن دنیوی کشتیاں کبھی کبھی مقصد تک پہنچانا تو کجا بلکہ انسان کو غرق کر دیتی ہیں اسی لئے حضور (ص) نے فرمایا کہ حسینؑ کشتی نجات ہیں یعنی جو اس میں سوار ہوا وہ ہر تلاطم و حوادث زمانہ سے نجات پا کر مقصد تک ضرور پہنچے گا۔

۳۔ اس حدیث مبارکہ میں تیسرا نکتہ امام حسین علیہ السلام کا صاحب خیر و برکت، صاحب عزت و افتخار اور دریائے علم و سرمایہ ہونا ہے، گرچہ ان الفاظ میں سے ہر ایک کے لئے ایک تفصیلی گفتگو درکار ہے، لیکن حضور پاک (ص) نے فضائل امام حسین علیہ السلام کے سمندر کو ایک کوزے میں سمیٹتے ہوئے فرمایا اگر عظمت حسینؑ کو درک کرنا چاہتے ہو تو یہ جان لو کہ حسینؑ دریائے علم و سرمایہ ہیں۔

حضور(ص) کی تعریف کے مطابق چونکہ امام حسینؑ ہر قسم کا سرمایہ ہیں وہ بھی ایسا سرمایہ کہ جو بحر بے کراں کی مانند ہے تو جو بھی اس کشتی نجات میں سوار ہوگا وہ یقیناً اس عظیم علمی اور ہر قسم کے سرمایہ سے بہرہ مند ہوگا، ایسا بہرہ کہ جس کی کوئی انتہاء نہیں۔

اسی بحر بے کراں سے استفادہ کی زندہ ترین مثال حسینی دائرۃ المعارف کے مصنف آیت اللہ محمد صادق الکرباسی ہیں، کہ جنہوں نے صراط علی پر قائم رہتے ہوئے چراغ حسینی کے تلے حسینی سرمایہ سے ایسا بھرپور استفادہ کیا کہ آج وہ امام حسینؑ سے منسوب حسینی دائرۃ المعارف کی ۵۰۰ سے زائد کتابوں کے مصنف ہونے کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں، جس سے ہمارے لئے حضور(ص) کی کم از کم دو باتیں تو عین الیقین کی منزل تک پہنچ جاتی ہیں کہ بیشک امام حسین علیہ السلام دریائے علم و سرمایہ ہیں اور جو بھی ان سے منسلک ہوتا ہے وہ علم و کمال میں ممتاز و منفرد شخصیت کا حامل ہو جاتا ہے۔

چونکہ مصنف آیت اللہ محمد صادق الکرباسی کی دلی تمنا ہے کہ مومنین بھی حضرت ابو عبد اللہ الحسینؑ جیسے بحر بے کراں سے بھرپور استفادہ کریں اسی لئے انہوں نے حسینی دائرۃ المعاف کی دس جلدوں کو سیرت امام حسین علیہ السلام سے مخصوص فرمایا ہے جس کی دو جلدیں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں، ہم اس مقام پر کتاب السیرۃ الحسینیۃ (جو ۴۹۲ صفحات پر مشتمل ہے اور سنہ ۲۰۰۲ عیسوی میں چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے) کی جلد اول میں موجودہ بعض مطالب کو قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جس میں تاریخ انسان کی ابتداء، تاریخ کی تدوینی حیثیت و اہمیت، علم تاریخ و علم آثار کا فرق، اسلامی تاریخ کی ابتدا، مورخ کی شرائط، تاریخ کی حجیت، سیرت کے معنی، عوامل نشو و نما، اور سیرت امام حسین علیہ السلام جیسے عناوین شامل ہیں۔

سیرت:

حسینی دائرۃ المعارف کے مصنف آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے سیرت امام حسینؑ کے بیان کرنے سے پہلے سیرت کے معانی کو بیان فرمایا ہے تاکہ قارئین کے لئے سیرت کے معنی آشکار ہو جائیں:

کسی بھی انسان کی تاریخ حیات کو سیرت کہتے ہیں اور اس سے مراد انسان کا سلوک اور اسکی طریقت ہے اور سلوک و طریقت سے مراد انسان کے افعال و اقوال ہیں، لہذا علم سیرت میں کسی بھی شخص یا امت کے اقوال و افعال و عادات پر گفتگو کی جاتی ہے، اور رسولؐ اسلام کی حدیث کے مطابق علم سیرت کی چھ اصناف ہیں:

۱۔ فن اسماء، ۲، فن خصائص، ۳، فن فضائل، ۴۔ فن شمائل، ۵۔ فن مغازی (جنگ)، ۶۔ فن ولادت و بعثت۔

علم تاریخ یا علم سیرت سے بیشمار فوائد حاصل ہوتے ہیں جن میں عبرت و موعظہ، انکشافات، مشکلات کا حل، تجربہ، اختراع جیسے فوائد نمایاں حیثیت رکھتے ہیں، مصنف نے السیرۃ الحسینیۃ میں امام حسین علیہ السلام کے اقوال، افعال، اور ان واقعات کی طرف روشنی ڈالی ہے جن کا تعلق امام حسین علیہ السلام سے ہے۔

عوامل نشو نما:

آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے سیرت کے معنی بیان کرنے کے بعد ان عوامل کا تذکرہ فرمایا ہے جو کسی بھی سیرت سازی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں تاکہ لوگوں کے لئے عظمت امام حسین علیہ السلام مزید اجاگر ہو جائے اور وہ عوامل چار ہیں:

۱۔ وراثت، ۲۔ تربیت، ۳۔ خاندان، ۴۔ اجتماع۔

وراثت:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ کسی بھی انسان کے کمال میں والدین کے جینیٹک (Genetics) بے حد اثر انداز ہوتے ہیں، اس بات پر دلیل حضرت امیر المومنینؑ کا وہ قول ہے کہ جس میں آپ نے اپنے بھائی عقیل سے فرمایا:

أُنْظُرْ لِيْ اِمْرَأَةً قَدْ وَلَدَتْهَا الفُحُولَةُ مِنَ العَرَبِ لِأَتَزَوَّجَهَا فَتَلِدُ لِيْ غُلَامًا فَارِسًا فَقَالَ لَهُ عَقِيْل: تَزَوَّجْ أُمَّ البَنِيْنَ الكِلَابِيَّةَ فَإِنَّهُ لَيْسَ فِيْ العَرَبِ اَشْجَعَ مِنْ آبَائِهَا، فَتَزَوَّجَهَا (بطل العلقمی جلد ا ص ۹۷)۔

یعنی میرے لئے ایک ایسا شجاع خاندان تلاش کرو کہ جس سے خداند عالم مجھے شجاع فرزند عطا فرمائے، جناب عقیل نے ام البنین کا تعارف کروایا جن سے اللہ تعالی حضرت امیرؑ کو عباس جیسا فرزند عطا کیا۔

اسی طرح جب جنگ صفین میں حضرت امیرالمومنینؑ نے اپنے فرزند محمد حنفیہ کو حملہ کرنے کا حکم دیا اور انھیں تأمل ہوا توآپ نے آگے بڑھ کر فرمایا:

اَدْرَکَکَ عِرْقٌ مِنْ اُمِّکَ (تتمۃ المنتہی ص ۲۱) یعنی یہ تمھاری ماں کے خون کا اثر ہے جس کی وجہ سے تمھیں تأمل ہو رہا ہے۔

مذکورہ دونوں واقعات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ کسی بھی فرزند کی سعادت و شقاوت میں والدین کے جینیٹک (Genetics) اہم کردار ادا کرتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فرزند میں حصول کمال کی صلاحیت ختم ہو جائے، بلکہ تربیت و ماحول کے ذریعہ کسی بھی انسان کے لئے سعادت کی راہیں ہمیشہ کھلی ہوئی ہیں۔

تربیت:

تربیت اولاد کا مرحلہ خود سازی سے شروع ہوتا ہے، کیونکہ جب انسان خود تربیت یافتہ نہ ہوتو وہ اولاد کی تربیت کرنے سے قاصر رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

کونوا دعاۃ الی انفسکم بغیر السنتکم (بحار الانوار جلد ۶۷ ص ۲۹۹)، لوگوں کو زبان کے بجائے اپنے اعمال کے ذریعہ اچھائی کی طرف دعوت دو، اور جہاں تک تربیت کا سوال ہے تو اس بارے میں معصومین علیہم السلام کی بے شمار احادیث موجود ہیں، جن میں اس موضوع کے ہر پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے، مثلا امام صادق علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

تجب للولد علی والدہ ثلاث خصال: اختیارہ لوالدتہ، و تحسین اسمہ، و المبالغۃ فی تادیبہ (تحف العقول: ۳۲۲) کسی بھی باپ پر اولاد کے تین حقوق واجب ہیں:

۱۔ اولاد کے لئے نیک ماں کا انتخاب کرنا، ۲۔ اولاد کا نیک نام رکھنا، ۳۔ اور انکی تربیت میں ہمیشہ سعی و کوشش کرتے رہنا۔

امام علیہ السلام کی اس مختصر حدیث شریف میں تربیت کے سارے اصول جمع ہو گئے ہیں، کیونکہ اگر ماں مومنہ ہو تو تربیت کا اہم مرحلہ مہیا ہو جاتا ہے شاید اسی وجہ سے رسولؐ اسلام نے فرمایا:

الشقی شقی فی بطن امہ، و السعید سعید فی بطن امہ (السیرۃ الحسینیۃ جلد اول ص۶۹) شقی، ماں کے پیٹ سے شقی ہوتا اور اور سعید، ماں کے پیٹ سے سعادت مند ہوتا ہے، لہذا مومنہ ماں فرزند کے لئے سعادت کا سبب بنتی ہے۔

دوسرا مرحلہ اولاد کا نیک نام رکھنا ہے، کیونکہ نام سے انسان کی شخصیت اور اس کے دین و مذہب کی پہچان ہوتی ہے، لہذا دین اسلام میں تاکید کی گئی ہے کہ اولاد کا نیک نام رکھا جائے اور بہتر یہ ہے کہ نومولود کو اسم معصوم سے موسوم کیا جائے۔

تیسرا مرحلہ تربیت کا ہے جس کی ابتداء خود سازی سے ہوتی ہے اور انتخاب ہمسر، محیط خانوادہ، ولادت اور اس کے بعد ہر لحہ میں اولاد پر نگرانی کے ذریعہ تربیت کے مراحل کو طے کیا جاتا ہے، تربیت اولاد ایک ایسا واجب ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تبارک وتعالی قرآن مجید میں فرماتا ہے:

یا ایها الذین آمنوا قوا انفسکم و اهلیکم و نارا وقودها الناس و الحجارة علیها ملائکة غلاظ شداد لایعصون الله ما امرهم و یفعلون ما یؤمرون (تحریم آیہ ۶)۔

اے ایمان لانے والو خود کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، وہ جہنم جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، اور اس پر ایسے ملائکہ مسلط ہیں جو سنگ دل اور بے رحم ہیں، جو خدا کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی انجام دیتے ہیں کہ جس کا انھیں حکم دیا جاتا ہے۔

خاندان، اجتماع:

بھائی بہن، اجداد، چچا پھوپھی، خالہ ماموں، اور ان کی اولاد میں سے ہر ایک فرد کسی بھی انسان کی تربیت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، اسی طرح وہ معاشرہ کہ جس میں انسان پرورش پاتا ہے، لہذا خاندان اور معاشرہ کا نیک ہونا بیحد ضروری ہے حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ

من عاشر قوما اربعین یوما اصبح منهم (السیرۃ الحسینیۃ جلد اول ص ۸۷) جو شخص کسی قوم میں چالیس دن زندگی گزارتا ہے وہ انھیں میں سے ہو جاتا ہے، لہذا اس حدیث شریف کی روشنی میں انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لئے سالم خاندان اور سالم معاشرہ تلاش کرے تاکہ اس کی تربیت کے زیادہ سے زیادہ مفید اثرات نمایاں ہو سکیں۔

ان چار عوامل کے تذکرہ کے بعد آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے فرمایا کہ مذکورہ معیارات امام حسین علیہ السلام میں اتم اور اکمل معنی میں پائے جاتے تھے، کیونکہ امام حسین علیہ السلام کا نسب شریف ترین نسب تھا اسی وجہ سے زیارت عاشورا میں ہم گواہی دیتے ہیں:

اشهد انک کنت نورا فی الاصلاب الشامخة و الارحام المطهرة، اور آپ نے ایسے خاندان میں آنکھیں کھولیں جہاں محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ جیسے معصومین، زینب و ام کلثوم جیسی بہنیں، حمزہ و عباس و جعفر جیسے رشتہ دار موجود تھے، امام حسین علیہ السلام نے مدینہ منورہ جیسا معنوی و روحانی ماحول پایا جہاں اس دور میں صرف اسلام کا بول بالا تھا، ان تمام کمالات کے یکجا ہو جانے سے تاریخ اسلام میں امام حسین جیسی شخصیت وجود میں آئی جن کا نام خداوند عالم نے منتخب فرمایا اور جن کی غذا رسولؐ اسلام مہیا فرمایا کرتے تھے۔

امام حسینؑ مختلف ادوار میں:

دائرۃ المعارف میں مذکورہ مطالب پر روشنی ڈالنے کے بعد امام حسین علیہ السلام کی حیات طیبہ پر مختلف ادوار میں روشنی ڈالی گئی ہے اور امام حسین علیہ السلام کی زندگی کو سات مراحل و ادوار پر تقسیم فرمایا ہے اور وہ ادوار یہ ہیں:

۱۔ امام حسین علیہ السلام عہد نبوی میں، یہ دور سنہ ۴ھ سے شروع ہوکر ۱۱ھ پر ختم ہوا۔

۲۔ امام حسین علیہ السلام عہد ابوبکر میں یہ دور سنہ ۱۱ھ سے شروع ہوکر سنہ ۱۳ھ پر ختم ہوا۔

۳۔ امام حسین علیہ السلام عمر ابن خطاب کے دور میں، یہ دور سنہ ۱۳ھ سے شروع ہوکر سنہ ۲۳ھ پر ختم ہوا۔

۴۔ امام حسین علیہ السلام عثمان بن عفان کے دور میں، یہ دور سنہ ۲۳ھ سے شروع ہوکر سنہ ۳۶ھ پر ختم ہوا۔

۵۔ امام حسین علیہ السلام مولا علی کے دور میں، یہ دور سنہ ۳۶ھ سے شروع ہوکر سنہ ۴۰ھ پر ختم ہوا۔

۶۔ امام حسین علیہ السلام دور معاویہ میں، یہ دور سنہ ۴۰ھ سے شروع ہوکر سنہ ۶۰ھ پر ختم ہوا۔

۷۔ امام حسین علیہ السلام دور یزید میں، یہ دور سنہ ۶۰ھ سے شروع ہوکر آپ کی شہادت یعنی سنہ ۶۱ھ پر ختم ہوا۔

اس تقسیم بندی کے بعد مصنف نے السیرۃ الحسینیۃ کی جلد اول و دوم میں امام حسین علیہ السلام کی زندگی کو عہد نبوی کے ذیل میں ۹ مراحل پر تقسیم کیا ہے، یہ مراحل امام حسینؑ کی ولادت کے قبل سے شروع ہوکر سنہ ۱۱ھ (وفات رسولؐ خدا) پر ختم ہوتے ہیں، عہد نبوی کی تقسیم بندی کچھ اس طرح سے ہے:

۱۔ امام حسین علیہ السلام ولادت سے پہلے، ۲۔ امام حسین علیہ السلام سنہ ۴ ہجری میں، ۳۔ امام حسین علیہ السلام سنہ ۵ ہجری میں، ۴۔ امام حسین علیہ السلام سنہ ۶ ہجری میں، ۵۔ امام حسین علیہ السلام سنہ ۷ ہجری میں، ۶۔ امام حسین علیہ السلام سنہ ۸ ہجری میں، ۷۔ امام حسین علیہ السلام سنہ ۹ ہجری میں، ۸۔ امام حسین علیہ السلام سنہ ۱۰ ہجری میں، ۹۔ امام حسین علیہ السلام سنہ ۱۱ ہجری میں۔

سیرت امام حسینؑ پر بیشمار کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن اس کتاب میں مصنف نے امام حسین علیہ السلام کی سوانح حیات کو ہجری اور عیسوی تاریخ کے ساتھ بیان فرمایا ہے، اور جن جن مقامات سے امام حسین علیہ السلام کا گذر ہوا ہے ان مقامات کو بھی نقشہ کی شکل میں پیش کیا گیا ہے، تاکہ ایک واقعہ کی معلومات کے ساتھ ساتھ اسکی تاریخ و مکان کا بھی قارئین کو علم ہو جائے، مصنف کا یہ منفرد انداز بے نظیر ہے۔

امام حسین علیہ السلام کے عہد نبوی میں ۹ مراحل میں بے شمار واقعات رونما ہوئے، جن کو مصنف نے تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے ہم اس مقام پر قارئین کی خدمت میں ہر دور سے متعلق چند اہم روایات یا واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہیں، تفصیلات کے لئے قارئین اصل کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔

امام حسین علیہ السلام قبل از ولادت:

۱۔ رسول اکرم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے جب چالیس سال مکمل ہوئے تو غار حرا میں جبرئیل امین ۲۷ رجب المرجب مطابق ۴ جولائی سنہ ۶۱۰ عیسوی کو رسولؐ اسلام پر وحی الٰہی لے کر نازل ہوئے اور فرمایا:

اقرا باسم ربک الذی خلق (علق آیہ ۱)۔

رسولؐ اسلام نے تلاوت کی جس کے بعد جبرئیل امین نے بہت سارے واقعات کے تذکرہ کے بعد فرمایا:

و سوف یقر عینک ببنتک فاطمۃ، و سوف یخرج منھا و من علیؑ الحسن و الحسین سیدا شباب اھل الجنۃ و سوف ینشر فی البلاد دینک (بحار الانوار جلد ۷ ص ۳۱۰)۔

عنقریب آپ کی بیٹی فاطمہ کی ولادت سے آپ کی آنکھیں روشن ہونگی، اور فاطمہ و علی سے اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو حسنؑ و حسینؑ جیسے فرزند عطا فرمائے گا، جس کے بعد آپ کا دین دنیا بھر میں پھیل جائے گا۔

اس حدیث کے ذکر کرنے کے بعد مصنف نے معراج، عقد مواخات، معرکۂ بدر و احد کے ذیل میں جو روایات امام حسین علیہ السلام کے بارے میں رسولؐ اسلام سے وارد ہوئی ہیں انھیں نقل فرمایا ہے۔

امام حسین سنہ ۴ ھ میں:

بنابر مشہور حضرت اباعبد اللہ الحسینؑ ۳ شعبان سنہ ۴ ہجری کو مدینہ منورہ میں متولد ہوئے، آپ کے داہنے بازو پر **وتمت کلمۃ ربک صدقا و عدلا لامبدل لکلماتہ وھو السمیع العلیم** (سورہ انعام آیہ ۱۱۵) لکھا ہوا تھا، آپ کی ولادت کے بعد آسمان سے آواز آئی:

یا حسین بن علیؑ اثبت فانک صفوتی من خلقی و عیبة علمی و لک و لمن تولاک اوجبت رحمتی و منحت جنانی و احلک جواری، و عزتی و جلالی لاصلین من عاداک اشد عذابی، و ان اوسعت علیھم فی دنیای من سعة رزقی، یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو و الملائکة و اولوا العلم قائما بالقسط، لا الہ الا ھو العزیز الحکیم (آل عمران آیہ ۱۸) (بحار الانوار کی جلد ۲۵ ص ۳۷)

ولادت کے بعد جب ایک نصرانی راہب کو اطلاع ملی کہ حسنین علیہما السلام متولد ہو چکے ہیں تو وہ مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور راستہ پوچھتے ہوئے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر پر پہنچ کر اس نے آواز دی: یا بنت رسولؐ اللہ، حسن و حسین علیہما السلام کو باہر بھیجیں، تاکہ میں انکی زیارت سے مشرف ہو سکوں، حضرت زہراؑ نے دونوں فرزندوں کو باہر بھیجا، اس شخص نے حسنین علیہما السلام کو پیار کیا اور گریہ کرتے ہوئے کہا: بیشک ان کا نام توریت میں شبر و شبیر اور انجیل میں طاب وطیب ہے، یہ کہہ کر اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔

حسینی دائرۃ المعارف کے مصنف آیت اللہ محمد صادق کرباسی نے اس سال کے ذیل میں بہت سارے واقعات کو درج کیا ہے جن میں جنت میں امام حسین علیہ السلام کی ولادت پر ہونے والے جشن، اہل دوزخ کی آتش جہنم سے نجات، دردائیل و فطرس اور صلصائیل جیسے فرشتوں کی شفاعت، نزول ملائکہ اور ان کی تبریکات، کفالت امام حسین علیہ السلام، ملائکہ کا امام حسینؑ کا خادم ہونا، رسولؐ اسلام کا چالیس دن تک امام حسینؑ کو اپنی زبان چوسانا اور دیگر تاریخی واقعات شامل ہیں۔

امام حسینؑ سنہ ۵ ھ میں:

سنہ ۵ ھ ہجری میں ایک روز ام ایمن فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے گھر آئیں اور انھوں نے دیکھا کہ حضرت زہراؑ سو رہی ہیں، لیکن چکی پس رہی ہے، امام حسین علیہ السلام کا جھولا بغیر کسی شخص کے جھول رہا ہے، اور ایک ہاتھ ہے جو تسبیح میں مشغول ہے، ام ایمن اس حالت کو دیکھ کر متحیر ہوئیں اور جب رسولؐ اسلام سے سارے واقعہ کو بیان کیا تو آنحضرتؐ نے تبسم کے ساتھ فرمایا: چونکہ اس روز حضرت زہراؑ روزے سے تھیں اور موسم گرم تھا، لہذا اللہ تبارک وتعالی نے ان

پر غنودگی طاری کی اور جب وہ سوگئیں تو اسرافیل کو بھیجا تاکہ وہ حضرت زہرا جو تسبیح بیداری میں پڑھتی تھیں اس کا ورد کریں، جبرئیل کو بھیجا تاکہ وہ چکی پیسیں اور میکائیل کو بھیجا تاکہ وہ حسینؑ کے جھولے کو جھلائیں (المنتخب للطریحی: ۲۴۰)۔
اسی سال ماہ ربیع الاول میں جب امام حسین علیہ السلام ۶ ماہ کے ہوئے تو آنحضرتؐ انھیں اپنے ہمراہ مسجد لے گئے۔ جب جماعت کے لئے صفوف مہیا ہوگئیں تو رسولؐ اسلام نے بلند آواز سے تکبیر کہی لیکن امام حسین علیہ السلام نے نہیں دہرایا، آنحضرتؐ نے پھر سے تکبیر کہی، امام حسینؑ نے پھر نہیں دہرایا، یہاں تک کے آنحضرتؐ نے سات مرتبہ تکبیرات کو دہرایا جس کے بعد امام حسینؑ نے اللہ اکبر کہا، اس طرح نماز سے پہلے سات مرتبہ تکبیرات کا کہنا سنت قرار پایا (علل الشرائع جلد ۳ ص ۲۷)۔

امام حسینؑ سنہ ۶ ھ میں:

اس سال جب آیۂ **یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم** (سورہ نساء آیہ ۵۹) نازل ہوئی، تو جابر بن عبداللہ انصاری نے سوال کیا: یارسولؐ اللہ ہم نے اللہ اور اس کے رسولؐ کو تو پہچان لیا، لیکن یہ اولوا الامر کون ہیں؟ تو رسولؐ اسلام نے فرمایا: اولوا الامر میرے بعد میرے وہ خلفاء اور ائمہ ہیں جن میں کے پہلے علی ابن ابی طالب ہیں جن کے بعد امام حسنؑ، امام حسینؑ، علی سید العابدینؑ، محمد باقرؑ، جعفر صادقؑ، موسیٰ بن جعفرؑ، علی بن موسیٰ، محمد بن علی، علی بن محمد، حسن بن علی، حجت اللہ بن حسنؑ میرے خلفاء ہونگے، میرے آخری نائب کا نام میرا نام اور ان کی کنیت میری کنیت ہوگی، اے جابر جب میرے پانچویں نائب سے ملاقات ہو تو انھیں میرا سلام پہنچانا (بحار الانوار جلد ۳۶ ص ۲۲۷)۔

امام حسینؑ سنہ ۷ ہجری میں:

اس سال آیہ تطہیر نازل ہوئی، رسولؐ اسلام نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام کو کساء کے نیچے جمع کیا اور فرمایا:
اللھم ھؤلاء آل محمد فاجعل صلواتک و برکاتک علی محمد و علی آل محمد انک حمید مجید، اللھم ھؤلاء اھل بیتی الذین وعدتنی فیھم ما وعدتنی، اللھم ان لکل نبی اھلا و ھؤلاء اھل بیتی و خاصتی و لحمتی،

یولمنی ما یولمهم، و یجرحنی ما یجرحهم، فاذهب عنهم الرجس و طهرهم تطهیرا(بحار الانوار جلد ۲۶ ص۳۴۳)
ثم قال: اللهم هؤلاء اهلی، انا حرب لمن حاربهم، و سلم لمن سالمهم، محب لمن احبهم، و مبغض لمن ابغضهم، فکن لمن حاربهم حربا، و لمن سالمهم سلما، و لمن احبهم محبا، و لمن ابغضهم مبغضا(بحار الانوار جلد ۱۷ ص ۲۶۲) عبد اللہ ابن عباس نقل کرتے ہیں کہ رسول اسلام نے یہ بھی فرمایا: ان علیا وصیی و خلیفتی، و زوجتہ فاطمۃ سیدۃ نساء العالمین ابنتی، و الحسنؑ و الحسینؑ سیدا شباب اھل الجنۃ ولدای من والاھم فقد والانی،و من عاداھم فقد عادانی، و من ناواھم فقد ناوانی، و من جفاھم فقد جفانی، و من برھم فقد برنی، وصل اللہ من وصلھم، و قطع من قطعھم، و نصر من اعانھم، و خذل من خذلھم، اللھم من کان لہ من انبیائک و رسلک ثقل و اھل بیت، فعلیؑ و فاطمۃؑ و الحسنؑ و الحسینؑ اھل بیتی و ثقلی، فاذھب عنھم الرجس و طھرھم تطھیرا (بحار الانوار جلد ۳۷ ص۳۵)

جیسے ہی رسولؐ اسلام نے یہ فرمایا تو جبرئیل امین جناب میکائیل کے ساتھ قرآن مجید کی یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا (احزاب آیہ۳۳)

رسولؐ اسلام نے حضرت علیؑ سے فرمایاکہ اے علیؑ بن ابیطالب یہ آیت پنجتن اور آپ کی اولاد میں جو ائمہ پیدا ہونگے ان سب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت امیرؑ نے فرمایا: یا رسولؐ اللہ آپ کے بعد کتنے امام ہونگے؟(حضرت علیؑ کا یہ سوال لوگوں کو متوجہ و متنبہ کرنے کے لئے تھا) رسولؐ اسلام نے فرمایا:

انت یا علی ثم ابنک الحسنؑ و الحسینؑ، و بعد الحسینؑ علیؑ ابنہ، و بعد علیؑ محمدؑ ابنہ، و بعد محمدؑ جعفرؑ ابنہ، و بعد جعفرؑ موسیٰؑ ابنہ، و بعد موسیٰؑ علیؑ ابنہ، و بعد علیؑ محمدؑ ابنہ، و بعد محمدؑ علیؑ ابنہ، و بعد علیؑ الحسنؑ ابنہ، و بعد الحسنؑ ابنہ الحجۃؑ، ھکذا وجدت اسامیھم مکتوبۃ علی ساق العرش، فسألت اللہ عز و جل عن ذالک فقال: یا محمدؐ ھم الائمۃ بعدک، مطھرون معصومون و اعدائھم ملعونون(بحار الانوار جلد ۳۶ ص ۳۳۶)۔

اس موقع پر ام سلمہ نے چادر میں داخل ہونے کی کوشش کی تو رسولؐ اسلام نے انھیں روکتے ہوئے فرمایا: انک الی خیر یا بعض دیگر روایات کے مطابق آنحضرتؐ نے فرمایا: انت الی خیر، انت من ازواج النبی (ذخائر العقبیٰ ص ۵۵)، پھر رسولؐ اسلام نے تاکیداً فرمایا: اللھم ھؤلاء اھل بیتی و اھل بیتی احق (در منثور جلد ۵ ص۳۷۶-۳۷۸)۔

حسینی دائرۃ المعارف کے مصنف آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے سیرت امام حسینؑ کی جلد اول میں سنہ ۷ ہجری تک امام حسین علیہ السلام کے حالات زندگی پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی، جس کا نمونہ ہم نے قارئین کی خدمت پیش کیا ہے، سنہ ۷ ہجری سے ۱۱ ہجری تک کے مزید حالات و واقعات کو جلد دوم میں بیان کیا گیا ہے۔
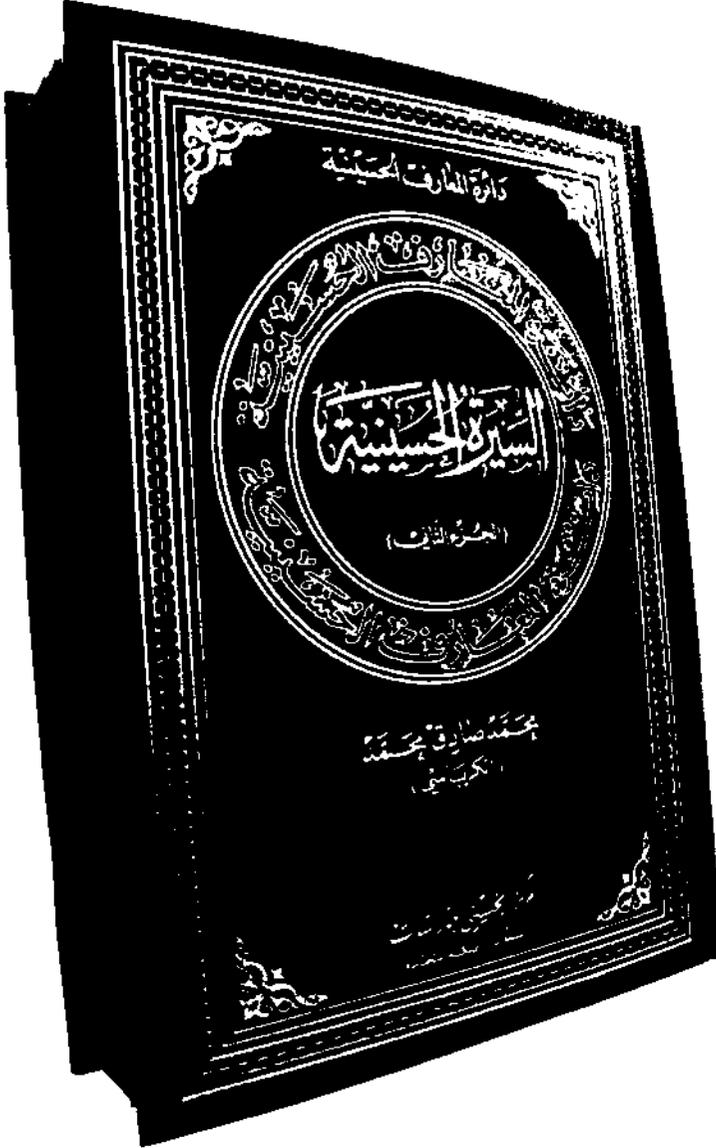
کتاب "سیرت امام حسین علیہ السلام" دس سے زائد جلدوں پر مشتمل ہے جس کی دوسری جلد (جو ۴۶۶ صفحات پر مشتمل ہے) سنہ ۲۰۰۰ء کو لکھی گئی اور سنہ ۲۰۰۳ء کو زیور طبع سے آراستہ ہوئی، قارئین کرام اس کتاب میں موجود مطالب کی تلخیص کو آنے والے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

سیرت امام حسین علیہ السلام (حصہ دوم)

امام حسین علیہ السلام کی حیات طیبہ ہر مومن کے لئے نمونۂ علم ہے، آپ کی زندگی اس قدر با برکت ہے کہ اگر ہم آپ کی ساری زندگی سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف روز عاشورا کو اپنے لئے مشعل راہ قرار دیں تو ہمیں دنیا و آخرت کی فلاح حاصل ہو سکتی ہے، چونکہ حضرت اباعبد اللہ الحسینؑ نے اس ایک دن میں ساری امت مسلمہ کو عبودیت، عزت، حریت، ایثار، شجاعت، کرامت، سخاوت،، استقامت، شہادت، حق گوئی، صبر جیسے درس دے کر دین محمدیؐ کو قیامت تک کے لئے زندہ فرمایا ہے، یہی وجہ ہے کہ رسولؐ اسلام نے آپ کے بارے میں فرمایا: **حسینؑ منی و انا من حسینؑ۔**

لہذا تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ وہ حضرت ابو عبد اللہ جیسی عظیم شخصیت سے آگاہ ہوں تاکہ انھیں دنیا و عقبی کی سعادت حاصل ہو سکے، اسی مقصد کے پیش نظر حسینیؑ دائرۃ المعارف کے مصنف آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے اس مجموعہ کی دس جلدوں کو امام حسین علیہ الصلوۃ والسلام کی حیات طیبہ سے مخصوص فرمایا ہے، جس کی دو جلدیں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں، یہ بات قابل ذکر ہے کہ مصنف نے السیرۃ الحسینیۃ میں امام حسین علیہ السلام کی حیات طیبہ کو سب سے پہلے سات عہد یعنی عہد نبوی، عہد ابو بکر، عہد عمر ابن خطاب، عہد عثمان بن عفان، عہد مولا علیؑ، عہد معاویہ، عہد یزید پر تقسیم فرمایا ہے جس کے بعد مصنف نے جلد اول و دوم میں سنہ ۴ھ سے سنہ ۱۱ ہجری تک امام حسین علیہ السلام کی حیات طیبہ پر عہد نبوی میں روشنی ڈالی ہے، مصنف نے اس کتاب میں واقعات کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ ان کی شمسی و ہجری تاریخ کو ان مناطق کے نقشوں کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ جہاں سے امام حسین علیہ السلام کا گزر ہوا تھا، مصنف نے جلد اول میں سنہ ۴ھ سے سنہ ۷ھ تک کے واقعات کو بیان فرمایا ہے، اور جلد دوم میں سنہ ۷ ہجری سے سنہ ۱۱ ہجری کے بقیہ حالات پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے،، ہم یہاں السیرۃ الحسینیۃ کی جلد دوم

(جو ۴۶۶ صفحات پر مشتمل ہے اور سنہ ۲۰۰۳ عیسوی کو چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے) میں موجودہ واقعات میں سے بعض کو قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

امام حسینؑ علیہ السلام سنہ ۷ھ میں:

۱۔ اس سال ابوہریرہ نے رسولؐ اسلام سے آیہ **وجعلها کلمۃ باقیۃ فی عقبہ** (زخرف ۲۸) کے بارے میں سوال کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا:

جعل الامامۃ فی عقب الحسینؑ، یخرج من صلبہ تسعۃ من الائمۃ، منھم مھدی ھذہ الامۃ (بحار الانوار جلد ۲۵ ص ۲۵۳) اللہ تبارک وتعالیٰ نے امامت کو صلب امام حسین علیہ السلام میں قرار دیا ہے، نسل امام حسینؑ سے ۹ ائمہ متولد ہونگے، جن میں کے آخری امام مہدیؑ ہونگے، اس کے بعد رسولؐ اسلام نے فرمایا:

لو ان رجلا صفن بین الرکن و المقام ثم لقی اللہ مبغضا لاھل بیتی دخل النار (بحار الانوار جلد ۳۶ ص ۳۱۵) جو شخص رکن و مقام کے درمیان طولانی نماز میں مشغول ہو اور اس کے بعد اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ اس نے اہل بیت کو ناراض کیا ہو تو وہ آتش دوزخ میں داخل ہوگا۔

۲۔ ایک روز رسولؐ اسلام، اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے کہ اچانک آپ نے پانچ سجدے کئے، اصحاب نے آنحضرتؐ سے ان سجدوں کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: ابھی ابھی جبرئیل امین تشریف لائے تھے انھوں نے خبر دی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ علیؑ کو دوست رکھتا ہے، یہ سن کر میں نے پہلا سجدہ شکر کیا، پھر جبرئیل نے کہا اللہ تعالیٰ حسنؑ کو دوست رکھتا ہے تو میں نے دوسرا سجدہ کیا، جبرئیل نے کہا اللہ تبارک وتعالیٰ حسینؑ کو دوست رکھتا ہے تو میں نے تیسرا سجدہ کیا، جبرئیل نے پھر فرمایا کہ اللہ فاطمہؑ کو دوست رکھتا ہے تو میں نے چوتھا سجدہ کیا، جس کے بعد جبرئیل نے کہا کہ اللہ ان سب کو دوست رکھتا جو علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو دوست رکھتے ہیں، یہ سن کر میں نے پانچواں سجدہ شکر ادا کیا (مناقب آل ابیطالب لابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۳۲۶)۔

امام حسینؑ علیہ السلام سنہ ۸ ہجری میں:

۱۔ ایک روز سلمان فارسی رسولؑ اسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آنحضرتؐ امام حسنؑ و امام حسینؑ علیہما السلام کو کھانا کھلا رہے ہیں، جب رسولؐ اسلام کھانا کھلا چکے تو آپ نے فرمایا اے سلمان، کیا تم ان دونوں کو دوست رکھتے ہو، سلمان نے فرمایا یا رسولؐ اللہ یہ کیسے ممکن ہے کہ میں انھیں دوست نہ رکھوں، یہ سن کر رسولؐ گرامی قدر نے فرمایا:

یا سلمان من احبہم فقد احبنی و من احبنی فقد احب اللہ

اے سلمان جو انھیں دوست رکھے گویا وہ میرا محب ہے اور جو میرا محب ہو گویا وہ خدا کا محب ہے۔ پھر رسولؐ اسلام نے امام حسینؑ کا بوسہ لیا اور آپ کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کے فرمایا:

یا حسینؑ انت السید ابن السید ابو السادۃ، انت الامام ابن الامام ابو الائمۃ، انت الحجۃ ابن الحجۃ ابو الحجج، تسعۃ من صلبک ائمۃ ابرار امناء معصومون تاسعہم قائمہم (کفایۃ الاثر: ۷ و ۴۰)۔

فطوبی لمن احبہم و الویل لمن ابغضہم

اے حسینؑ آپ سید و سردار ہیں، سید و سردار زادہ ہیں، سید و سرداروں کے والد ہیں، آپ امام، ابن امام اور ابو الائمہ ہیں، آپ اللہ کی حجت، اللہ کی حجت کے فرزند اور ابو الحجج ہیں، آپ کی صلب سے نو ائمہ ہونگے جو نیک و صالح، امین و معصوم ہونگے، ان کے نویں ان کے قائم ہونگے، تو جو ان سے محبت کرے اس کے لئے خوشخبری ہے، اور عذاب ہے اس کے لئے جو ان سے بغض رکھے (کفایۃ الاثر: ۴۰، و بحار الانوار جلد ۳۶ ص ۳۶۱)۔

۲۔ ایک روز اصحاب رسولؐ افسوس کر رہے تھے کہ آنحضرتؐ کے بلند مرتبہ پر فائز ہونے کی وجہ سے وہ جنت میں ان سے جدا ہو جائیں گے، تو اللہ تبارک و تعالی نے ان کی دلجوئی کے لئے آیت نازل کی اور فرمایا:

و من یطع اللہ و الرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین و الصدیقین و الشہداء و الصالحین و حسن اولئک رفیقا

جو اطاعت کرے اللہ اور رسولؐ کی تو ایسے لوگ ان کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ نے نعمتیں نازل فرمائیں انبیاء میں سے، صدیقین و شہداء و صالحین میں سے، اور وہ نہایت اچھے رفقاء ہیں (نساء آیہ ۶۹)، جب رسولؐ اسلام نے اس آیت

کے ذریعہ بشارت دی تو ام سلمہ نے آنحضرتؐ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا: نبیین سے مراد میں ہوں، صدیقین سے مراد علی ابن ابی طالب ہیں، شھداء سے مراد امام حسنؑ و امام حسینؑ علیہما السلام ہیں، صالحین سے مراد حمزہ ہیں اور **حسن اولئک رفیقا** سے مراد میرے بعد آنے والے بارہ ائمہ ہیں (کفایۃ الاثر: ۲۴، بحار الانوار جلد ۳۶ ص ۳۴۷، البرہان فی تفسیر القرآن جلد ۱ ص ۳۹۲، شواھد تنزیل جلد ۱ ص ۱۵۳)۔

امام حسین علیہ السلام سنہ ۹ ہجری میں:

ایک روز رسولِ اسلام نے انس بن حارث (جن کا شمار اصحاب صفہ میں ہوتا ہے) سے فرمایا:

ان ابنی ھذا یقتل فی ارض یقال لھا کربلاء فمن ادرکہ فلینصرہ (فضائل خمسہ من الصحاح السیہ جلد ۳ ص ۳۴۷)

ایک دن میرا یہ فرزند حسینؑ کربلا میں شہید کیا جائے گا لہذا جو اس کو درک کرے (اس وقت موجود ہو) اس پر واجب ہے کہ وہ اس کی نصرت کرے، انس بن حارث نے رسولِ اسلام کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں شمولیت اختیار کی اور اس طرح آپ نے دس محرم کو یاران امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شربت شہادت کو نوش فرمایا۔

امام حسین علیہ السلام سنہ ۱۰ ہجری میں:

۱۔ اس سال جب مومنین اجر رسالت ادا کرنا چاہتے تھے تو آیۂ مودت نازل ہوئی اور اللہ تبارک تعالی نے فرمایا:

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی (شوری آیہ ۲۳) اصحاب نے رسولِ اسلام سے قربی کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے تین مرتبہ فرمایا کہ قربی سے مراد علی و فاطمہ حسنؑ و حسینؑ ہیں۔

۲۔ ایک روز رسولِ اسلام نے اہلبیت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالی کے نزدیک ہم اہلبیت محبوب ترین افراد ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس نے ہم سب کے اسامی کو اپنے ناموں سے مشتق کیا ہے، اس نے محمدؐ کو محمود

سے، علیؑ کو علیِ اعلیٰ سے، حسنؑ کو محسن سے، حسینؑ کو ذوالاحسان سے اور فاطمہؑ کو فاطر سے مشتق فرمایا ہے، اس گفتگو کے بعد رسولؐ اسلام نے فرمایا:

اللھم انی اشھدک انی سلم لمن سالمکم و حرب لمن حاربکم و محب لمن احبھم و مبغض لمن ابغضھم و عدو لمن عاداھم و ولی لمن والاھم، لانھم منی و انا منھم

اے اللہ میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میری اس سے صلح ہے جو ان سے صلح رکھے اور میری اس سے جنگ ہے جو ان سے جنگ کرے، میں اس کا محب ہوں جو ان سے محبت کرے اور ان کا دشمن ہوں جو ان کا دشمن ہو، میں اس کا عدو ہوں جو ان سے عداوت رکھے اور اس کا دوست ہوں جو ان کا دوست ہو، کیونکہ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں (بحار الانوار جلد ۳۷ صفحہ ۴۷)۔

۳۔ اسی سال رسولؐ اسلام نے آخری حج کی تیاری کی جس میں آنحضرتؐ کی تمام ازواج، امام علیؑ، حضرت زہراؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ علیہم السلام بھی موجود تھے، حج کے بعد غدیر خم کے میدان میں ولایت علیؑ ابن ابی طالبؑ کے اعلان کے ساتھ ساتھ رسولؐ اسلام نے ولایت ائمہ کا بھی تذکرہ فرماتے ہوئے کہا:

یا معاشر الناس فاتقوا اللہ و بایعوا علیا امیر المومنین، و الحسن و الحسین و الائمۃ کلمۃ طیبۃ باقیۃ یھلک اللہ من غدر و یرحم من وفی

اے لوگو تقوائے الٰہی اختیار کرو اور علیؑ کی بیعت کرو کہ وہ امیرالمومنین ہے، اور حسنؑ و حسینؑ اور ائمہ ایک ایسا پاک سلسلہ ہے جو باقی رہنے والا ہے، جو ان سے غداری کرے اللہ اسے تباہ کرے گا اور جو ان سے وفا کرے اللہ ان پر احسان کرے گا (خطبۃ الغدیر: ۹) اس روز رسولؐ اسلام نے تمام اصحاب سے ان الفاظ میں اقرار لیا:

اطعنا اللہ بذالک و ایاک و علیا و الحسن و الحسین و الائمۃ الذی ذکرت عھدا و میثاقا ماخوذا لامیر المومنین من قلوبنا و انفسنا و السنتنا و مصافقۃ ایدینا

ہم اس پر اللہ کی اور آپ کی اطاعت کرتے ہیں اور علیؑ و حسنؑ و حسینؑ اور ائمہ کی ولایت کا دم بھرتے ہیں، یہ ہمارا پختہ عہد وپیمان ہے جو امیرالمومنینؑ کے لئے لیا گیا ہے، ہمارا یہ عہد ہمارے دلوں، جانوں اور زبانوں سے ہے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کے بیعت کرکے ہے (السیرۃ الحسینیہ جلد دوم ص ۲۱۹)۔

۴۔ حجۃ الوداع سے واپسی پر ایک روز رسولؐ اسلام اور حضرت علیؑ ایک ساتھ تشریف فرما تھے کہ امام حسین علیہ السلام وارد ہوئے، رسولؐ اسلام نے آپ کو اپنے پاس بٹھایا اور آپ کی پیشانی کا بوسہ لیا، یہ دیکھ کر امام علیؑ نے پوچھا: یا رسولؐ اللہ کیا آپ حسینؑ کو دوست رکھتے ہیں؟ رسولؐ اسلام نے فرمایا:

کیف لا احبہ وھو عضو من اعضائی، یہ سن کر مولا علیؑ نے فرمایا: یا رسولؐ اللہ، حسینؑ اور مجھ میں سے کون آپ کے لئے عزیز تر ہے، یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا، بابا جس کا مرتبہ بلندتر ہوگا وہی رسولؐ اسلام کے نزدیک عزیز تر ہوگا، یہ سن کر مولا علیؑ نے فرمایا اے حسینؑ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اپنے فضائل بیان کروں اور آپ اپنے فضائل بیان کریں، یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے رضایت کا اظہار کیا تو مولا امیر المومنینؑ نے فرمایا:

یا حسین انا امیر المومنین، انا لسان الصادقین، انا وزیر المصطفی، انا خازن علم اللہ و مختارہ من خلقہ، انا قائد السابقین الی الجنۃ، انا قاضی الدین من رسول اللہ، انا الذی عمہ سید الشھداء فی الجنۃ، انا الذی اخوہ جعفر الطیار فی الجنۃ عند الملائکۃ، انا قاضی الرسول، انا آخذ لہ با لیمین، انا حامل سورۃ التنزیل الی اھل مکۃ بامر اللہ، انا الذی اختارنی اللہ تعالی من خلقہ، انا حبل اللہ المتین الذی امر اللہ تعالی ان یعتصموا بہ فی قولہ تعالی واعتصموا بحبل اللہ جمیعا(آل عمران آیہ ۱۰۳)، انا نجم اللہ الزاھر، انا الذی یزورہ ملائکۃ السماوات، انا لسان اللہ الناطق، انا حجۃ اللہ تعالی علی خلقہ، انا ید اللہ القویۃ، انا وجہ اللہ تعالی فی السماوات، انا جنب اللہ الظاھر، انا الذی قال سبحانہ و تعالی فی و فی حقی بل عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول و ھم بامرہ یعملون(انبیاء آیہ ۲۶-۲۸)، انا عروۃ اللہ الوثقی التی لا انفصام لھا واللہ سمیع علیم[1]، انا باب اللہ الذی یوتی منہ، انا عَلَم اللہ علی الصراط، انا بیت اللہ الذی من دخلہ کان آمنا فمن تمسک بولایتی و محبتی امن من النار، انا قاتل الناکثین و القاسطین و المارقین، انا قاتل الکافرین، انا ابو الیتامی، انا کھف الارامل، انا عم یتسائلون عن ولایتی یوم القیامۃ و قولہ تعالی ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم(تکاثر آیہ ۸)، انا نعمۃ اللہ تعالی الذی انعم اللہ بھا علی خلقہ، انا الذی قال اللہ تعالی فی و فی حقی الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا(مائدہ آیت ۳)، فمن احبنی کان مسلما مومنا کامل الدین، انا الذی بی اھتدیتم، انا الذی قال اللہ تبارک و تعالی فی و فی عدوی وقفوھم انھم مسئولون (صافات آیہ ۲۴) ای عن ولایتی یوم القیامۃ، انا النبأ العظیم[2]، انا الذی اکمل اللہ تعالی بہ الدین یوم غدیر خم و خیبر، انا الذی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم فی من کنت مولاہ فعلی مولاہ، انا

---

[1]- یہاں امام نے سورہ بقرہ کی آیت ۲۵۶ کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور وہ آیت **فقد استمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لھا واللہ سمیع علیم** ہے۔

[2]- یہاں امام نے سورہ نبا کی آیت ۲ کی طرف اشارہ فرمایا ہے، اور وہ آیت **عن النبا الذی ھم فیہ مختلفون** ہے۔

صلاۃ المومن[1]، انا حی علی الصلوۃ، انا حی علی الفلاح، انا حی علی خیر العمل، انا الذی نزل علی اعدائی سأل سائل بعذاب واقع للکافرین لیس لہ دافع(بمعنی من انکر ولایتی وھو النعمان بن الحارث الیھودی لعنہ اللہ تعالی)، انا داعی الانام الی الحوض، فھل داعی المومنین الی الحوض غیری؟ انا ابو الائمۃ الطاھرین من ولدی، انا میزان القسط لیوم القیامۃ، انا یعسوب الدین، انا قائد االمومنین الی الخیر و الغفران الی ربی، انا الذی اصحابی یوم القیامۃ من اولیائی المبرون من اعدائی، و عند الموت لا یخافون و لا یحزنون، وفی قبورھم لا یعذبون، وھم الشھداء الصدیقون، و عند ربھم یفرحون، انا الذی شیعتی متوثقون ان لا یوادون من حاد اللہ و رسولہ و لو کانوا آبائھم او ابنائھم[2]، انا الذی شیعتی یدخلون الجنۃ بغیر حساب، انا الذی عندی دیوان الشیعۃ باسمائھم، انا عون المومنین و شفیع لھم عند رب العالمین، انا الضارب بالسیفین، انا الطاعن با الرمحین، انا قاتل الکافرین یوم بدر و حنین، انا مُردی الکماۃ یوم احد، انا ضارب ابن عبد ود یوم الاحزاب، انا قاتل عمرو و مرحب، انا قاتل فرسان خیبر، انا الذی قال فیہ الامین جبرائیل لا سیف الا ذو الفقار و لا فتی الا علی، انا صاحب فتح مکۃ، انا کاسر اللات و العزی، انا ھادم الھبل الاعلی و مناۃ الثالثۃ الاخری، انا علوت علی کتف النبی و کسرت الاصنام، انا الذی کسرت یغوث و یعوق و نسرا، انا الذی قاتلت الکافرین فی سبیل اللہ، انا الذی تصدق بالخاتم، انا الذی نمت علی فراش النبی و فدیتہ من المشرکین، انا الذی یخاف الجن من باسی، انا الذی بہ یعبد اللہ، انا ترجمان اللہ، انا خازن علم اللہ، انا علم رسول اللہ، انا قاتل یوم الجمل و الصفین بعد رسول اللہ، انا قسیم الجنۃ و النار،

جب مولا علیؑ نے یہ فضائل بیان فرمائے تو رسولؐ اسلام نے کہا اے میرے فرزند حسینؑ آپ کے بابا نے اپنے فضائل کا ایک دھم حصہ بیان فرمایا ہے، علیؑ ابن ابیطالبؑ ہزارہا فضیلتوں پر برتری رکھتے ہیں، یہ سنکر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

الحمد للہ الذی فضلنا علی کثیر من عبادہ المومنین و علی جمیع المخلوقین، وخص جدنا بالتنزیل و التاویل و الصدق و مناجاۃ الامین جبرئیل، و جعلنا خیار من اصطفاہ الجلیل، و رفعنا علی الخلق اجمعین، پھر امام حسینؑ باباکی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

1۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ امام عالی مقام کی ولایت نماز قبول ہونے کے لئے شرط ہے، اس سے یہ مراد نہ لی جائے کہ نماز پڑھنا ضروری نہیں، کیونکہ خود ائمہ علیہم السلام رات بھر نماز میں مشغول و مصروف رہتے تھے، اس مطلب کو سلسلۃ الذھب سے بھی درک کیا جا سکتا ہے کہ جس میں امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: کلمہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے اور جو اس میں داخل ہوا وہ امان پا گیا، پھر امام عالی مقام نے فرمایا کہ اس امان نامہ کی ایک شرط ہے اور وہ شرط ہم اہلبیتؑ کی ولایت ہے۔

2۔ اس مقام پر امام نے سورۂ مجادلہ کی آیت ۲۲ کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور وہ آیت یہ ہے: لا تجد قوما یومنون باللہ و الیوم الآخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ و لو کانوا آبائھم او ابنائھم او اخوانھم او عشیرتھم، اولئک کتب فی قلوبھم الایمان، و ایدھم بروح منہ و یدخلھم جنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھارضی اللہ عنھم و رضوا عنہ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون۔

اما ما ذکرت یا امیر المومنین فانت فیہ صادق امین، پھر رسولؐ اسلام نے فرمایا کہ اے حسینؑ آپ اپنے فضائل کو بیان فرمائیں تو امام حسینؑ نے فرمایا:

یا ابت انا الحسین بن علی بن ابیطالب، و امی فاطمۃ الزھراء سیدۃ النساء العالمین، و جدی محمد المصطفی سید بنی آدم اجمعین لاریب فیہ، یا علی امی افضل من امک عند اللہ و عند الناس اجمعین، و جدی خیر من جدک و افضل عند اللہ و عند الناس اجمعین و انا فی المھد ناغانی جبرئیل و تلقانی اسرافیل، یا علی انت عند اللہ افضل، و انا افخر منک بالآباء و الامھات و الاجداد.

یہ کہہ کر امام حسینؑ نے اپنے بابا کی گردن میں ہاتھوں کو ڈال دیا، مولا علیؑ نے اپنے فرزند کا بوسہ لیتے ہوئے فرمایا:

زادک اللہ شرفا و فخرا، و علما و حلما، و لعن اللہ تعالی ظالمیک یا ابا عبد اللہ (مناقب و فضائل الامام علیؑ لابی الفضل شاذان بن جبرئیل القمی: ص ۴۷، چاپ دوم میں ص ۸۳ کی طرف رجوع کیا جائے)۔

امام حسینؑ علیہ السلام سنہ ۱۱ھ میں:

۱۔ امام حسین علیہ السلام ابھی کمسن ہی تھے کہ کسی نے آپ سے مختلف حیوانات کے آوازوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: تمام جانور اپنی زبان میں اللہ کی تسبیح کرتے ہیں پھر امام علیہ السلام نے اس کمسنی میں ۵۲ جانوروں کی تسبیح کو بیان فرمایا کہ جسے ہم یہاں قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

1۔ چیل (Eagle) کہتی ہے:

یَابنَ آدَمَ عِشْ مَا شِئْتَ فَآخِرُہ الْمَوْتُ، اے فرزند آدم جس قدر چاہو زندہ رہو مگر آخر میں موت ہے۔

2۔ باز (Falcon) کہتا ہے:

یا عَالِمَ الْخَفِیَّاتِ، یَا کَاشِفَ الْبَلِیَّاتِ، اے پوشیدہ چیزوں کو جاننے والے، اے مصیبتوں کو دور کرنے والے۔

3۔ مور (Peacock) کہتا ہے:

مَوْلَایَ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَ اغْتَرَرْتُ بِزِیْنَتِیْ فَاغْفِرْ لِیْ، اے میرے آقا، میں نے اپنے ساتھ زیادتی کی، اور اپنے حسن پر مغرور ہوا، مجھے معاف کر دے۔

4۔ تیتر (Gray Partridge) کہتا ہے:

اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی، رحمان عرش پر قائم ہے۔

5۔ مرغا (Cock) کہتا ہے:

مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ لَمْ یَنْسَ ذِکْرَہٗ، جس نے اللہ کو پہچان لیا وہ اس کے ذکر کو بھول نہیں سکتا۔

6۔ مرغی (Hen) کہتی ہے:

یَا اِلٰہَ الْحَقِّ اَنْتَ الْحَقُّ وَ قَوْلُکَ الْحَقُّ یَا اَللّٰہُ یَا حَقُّ، اے برحق معبود، تو حق ہے، تیرا فرمان حق ہے، اے اللہ، اے حق۔

7۔ باشق (Sparrow hawk) کہتا ہے:

آمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الآخِرِ، میرا اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔

8۔ حَدَاۃٌ (kite) کہتی ہے:

تَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ تُرْزَقْ، اللہ پر بھروسہ کر، تاکہ تجھے رزق دیا جائے۔

9۔ عقاب (Osprey) کہتا ہے:

مَنْ اَطَاعَ اللّٰہَ لَمْ یَشْقَ، جو اللہ کی اطاعت کرے وہ تکلیف میں نہیں رہتا۔

10۔ شاہین (Gyrfalcon) کہتی ہے:

سُبْحَانَ اللّٰہِ حَقًّا حَقًّا، پاک ہے اللہ جو حق ہی حق ہے۔

11۔ الو (Owl) کہتا ہے:

اَلْبُعْدُ مِنَ النَّاسِ اُنْسٌ، لوگوں سے دور رہنا مجھے پسند ہے۔

12۔ کوا (Crow) کہتا ہے:

يَا رَازِقُ ابْعَثْ بِالرِّزْقِ الْحَلَالِ، اے رزق دینے والے، رزق حلال عطا فرما۔

13۔ کرکی (Crane Bird) کہتی ہے:

اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِیْ مِنْ عَدُوِّیْ، اے اللہ مجھے میرے دشمن سے محفوظ رکھ۔

14۔ لقلق (Stork) کہتا ہے:

من تخلی من الناس نجی من اذاهم، جو شخص لوگوں سے الگ تھلگ رہے وہ ان کے نقصان پہنچانے والے سے دور رہتا ہے۔

15۔ بطخ (Duck) کہتی ہے:

غُفْرَانَکَ یَا اَللّٰهُ غُفْرَانَکَ، تیری بخشش کی طلب ہے اے اللہ، تیری ہی بخشش۔

16۔ ہدہد (Hoopoe) کہتا ہے:

مَا اَشْقَیٰ مَنْ عَصَی اللّٰهَ، کس قدر بدبخت ہے وہ جو اللہ کی نافرمانی کرے۔

17۔ قُمری (Turtledove) کہتا ہے:

يَا عَالِمَ السِّرِّ وَالنَّجْوٰی يَا اَللّٰهُ، اے باطن و ظاہر کو جاننے والے، اے اللہ۔

18۔ دُبسی (Malasses my) کہتا ہے:

اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ سِوَاکَ يَا اَللّٰهُ، تو اللہ (معبود) ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں اے اللہ۔

19۔ عقعق (Magpie Bird) کہتا ہے:

سُبْحَانَ مَنْ لَايَخْفٰی عَلَيْهِ خَافِيَةٌ، پاک ہے وہ ذات جس سے کوئی چھپی ہوئی چیز چھپی نہیں۔

20۔ طوطا (Parrot) کہتا ہے:

مَنْ ذَکَرَ رَبَّهٗ غُفِرَ ذَنْبُهٗ، جو اللہ کا ذکر کرے اس کے گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔

21۔ چڑیا (Bird) کہتی ہے:

اِسْتَغْفِرِ اللّٰهَ مِمَّا يُسْخِطُ اللّٰهَ، اس گناہ سے استغفار کرکہ جو اللہ کو ناراض کرتا ہے۔

22۔ بلبل (Bulbul Bird) کہتی ہے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حَقًّا حَقًّا، نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے، وہی حق ہے۔

23۔ قُبجَۃ (Akind of Partridge) کہتی ہے:

قَرُبَ الْحَقُّ قَرُبَ، حق بہت ہی نزدیک ہے۔

24۔ بٹیر (Quail) کہتا ہے:

یَابْنَ آدَمَ مَا اَغْفَلَکَ عَنِ الْمَوْتِ، اے ابن آدم، تجھے کس چیز نے موت سے غافل کر دیا ہے۔

25۔ سُنوذُنیق (Aplomado) کہتا ہے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَ آلُہٗ خِیَرَۃُ اللّٰہِ، کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے، محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں، اور ان کی آل اللہ کے پسندیدہ ہیں۔

26۔ فاختہ (Ringdove) کہتا ہے:

یَا وَاحِدُ یَا اَحَدُ یَا فَرْدُ یَا صَمَدُ، اے یکتا، اے اکیلا، اے تنہا، اے بے نیاز۔

27۔ شِقِرّاق (Green woodpecker) کہتا ہے:

مَوْلَایَ اَعْتِقْنِیْ مِنَ النَّارِ، میرے آقا مجھے دوزخ کی آگ سے بچا لے۔

28۔ قُنبَرَۃ (Lark) کہتا ہے:

مَوْلَایَ تُبْ عَلٰی کُلِّ مُذْنِبٍ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ، میرے آقا، ہر مومن کا گناہ معاف کر کے اس کی توبہ قبول فرما۔

29۔ وَرشان (Wood piegon) کہتا ہے:

اِنْ لَمْ تَغْفِرْ ذَنْبِیْ شَقِیْتُ، اگر تو میرے گناہ معاف نہ کرے تو میں بدبخت ہو جاؤں گا۔

30۔ شِفنین (Mourning Dove) کہتا ہے:

لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ، کوئی طاقت نہیں مگر اللہ کے جو بلند و برتر ہے۔

31۔ شترمرغ (Ostrich) کہتا ہے:

لا مَعْبُودَ سِوَی اللہ. اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

32۔ ابابیل (Swallow) سورۂ حمد کی تلاوت کرتی ہے اور کہتی ہے:

یاقابِلَ تَوْبَۃِ التَّوابِیْنَ، یَا اللہُ لَکَ الْحَمْدُ. اے توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرنے والے، اے اللہ تیرے لئے ہی ہے ہر حمد۔

33۔ زرافہ (Giraffe) کہتا ہے:

لا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہ، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے۔

34۔ (الحمل) گوسفند (Lamb) کہتا ہے:

کفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا، موت ہی بہتر اور کافی ووافی نصیحت کرنے والی ہے۔

35۔ جدی (Kid) کہتا ہے:

عاجِلْنِیَ الْمَوْتُ فَقَلَّ ذَنْبِیْ، مجھے موت جلدی آئے تو میرے گناہ کم ہوں گے۔

36۔ شیر (Lion) کہتا ہے:

اَمْرُ اللہِ مُھِمٌّ مُھِمٌّ، اللہ کا حکم ہی اہمیت والا ہے۔

37۔ الثور (Bull) کہتا ہے:

مَھْلًا مَھْلًا یَابْنَ آدَمَ اَنْتَ بَیْنَ یَدَیْ مَنْ یَرٰی وَ لَا یُرٰی وَھُوَ اللہُ، ہاں اے ابن آدم، تو اس کے سامنے ہے جو سب کچھ دیکھتا ہے مگر اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا، اور وہی معبود ہے۔

38۔ ہاتھی (Elephant) کہتا ہے:

لا تُغْنِیْ عَنِ الْمَوْتِ قُوَّۃٌ وَ لَا حِیْلَۃٌ، کوئی طاقت و حیلہ موت سے نہیں بچا سکتا۔

39۔ چیتا (Puma) کہتا ہے:

یَا عَزِیْزُ یَا جَبَّارُ یَا مُتَکَبِّرُ یَا اللہُ، اے طاقتور، اے جبار، اے بڑائی والے، اے اللہ۔

40۔ اونٹ (Camel) کہتا ہے:

سُبْحَانَ مُذِلِّ الْجَبَّارِیْنَ سُبْحَانَہ، پاک ہے جابروں کو ذلیل کرنے والا، وہ پاک ہے۔

41۔ گھوڑا (Horse) کہتا ہے:

سُبْحَانَ رَبِّنَا سُبْحَان، پاک ہے ہمارا پروردگار، پاک ہے۔

42۔ بھیڑیا (Wolf) کہتا ہے:

مَا حَفِظَ اللہُ فَلَنْ یَضِیْعَ اَبَدًا، جسے اللہ رکھے اسے کوئی ضایع نہیں کر سکتا۔

23۔ گیدڑ (Jackal) کہتا ہے:

اَلْوَیْلُ الْوَیْلُ لِلْمُذْنِبِ الْمُصِرِّ، بار بار گناہ کرنے والے پر عذاب ہی عذاب ہے۔

44۔ کتا (Dog) کہتا ہے:

کَفٰی بِالْمَعَاصِیْ ذُلًّا، گناہ ہی ذلت کے لئے کافی ہے۔

45۔ خرگوش (Rabbit) کہتا ہے:

لَا تُهْلِكْنِیْ یَا اَللہُ، لَکَ الْحَمْدُ، اے اللہ مجھے تباہ نہ کر، تیرے لئے حمد وثناء ہے۔

46۔ لومڑی (Fox) کہتی ہے:

اَلدُّنْیَا دَارُ غُرُوْرٍ، دنیا دھوکہ کا گھر ہے۔

47۔ غزال (Gazelle) کہتا ہے:

نَجِّنِیْ مِنَ الْاَذٰی، مجھے تکلیف سے نجات عطا فرما۔

48۔ گینڈا (Rhinoceros) کہتا ہے:

اَغِثْنِیْ وَ اِلَّا هَلَكْتُ یَا مَوْلَایَ، میری فریاد رسی کر، ورنہ میں تباہ ہو جاؤں گا، اے اللہ۔

49۔ ہرن (Deer) کہتا ہے:

حَسْبِیَ اللہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ حَسْبِیْ، میرے لئے اللہ کافی ہے، اور وہ بہترین سہارا ہے، وہ میرے لئے کافی ہے۔

50۔ تیندوا (Tiger) کہتا ہے:

سُبْحَانَ مَنْ تَعَزَّزَ بِالْقُدْرَةِ سُبْحَانَہ، وہ پاک ہے جو قدرت کے ساتھ عزت والا ہے۔ وہ پاک ہے۔

51۔ سانپ (Snake) کہتا ہے:

مَا أَشْقَى مَنْ عَصَاكَ يَا رَحْمَانُ، جو تیرا نافرمان ہو وہ کتنا بدبخت ہے اے رحمان۔

52۔ عقرب (Scorpion) کہتا ہے:

اَلشَّرُّ شَيْءٌ وَحْشٌ، برائی وحشتناک چیز ہے۔

مذکورہ تمام اذکار کی طرف اشارہ کرنے کے بعد امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ خداوند عالم نے اس جہان میں جو بھی مخلوق پیدا کی ہے اس کے لئے ایک مخصوص ذکر اور ورد کو مقرر فرمایا ہے، جس پر شاہد کلام مجید کی یہ آیت ہے: وَ اِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَ لٰكِنْ لَا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ، یعنی کوئی شی نہیں جو اللہ کی تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے (اسراء آیہ ۴۴)۔ (خرائج و جرائح جلد ا ص ۲۴۸، بحار الانوار جلد ۶۱ ص ۲۷، کنز الدقائق جلد ۸ ص ۳۲۳)۔

۲۔ رسولِ اسلام نے سنہ ۱۱ھ میں وفات پائی لہذا اس سال آنحضرتؐ نے متعدد مقامات پر امام حسین علیہ السلام کا تعارف کروایا منجملہ ان موارد کے ایک مورد وہ تھا کہ جب وفات سے تین دن پہلے بروز جمعہ ۲۵ صفر کو رسولؐ اسلام نے طویل خطبہ میں فرمایا:

ایها الناس انی راحل عن قریب ۔۔۔ معاشر الناس من افتقد منکم الشمس فلیتمسک بالقمر، و من افتقد القمر فلیتمسک بالفرقدین، و ان فقدتم الفرقدین فتمسکوا بالنجوم الزاهرة ۔۔۔

یعنی اے لوگو میں عنقریب رحلت کرنے والا ہوں، جب تم سورج کو کھو بیٹھو تو چاند سے متمسک رہو، جب چاند کو کھو بیٹھو تو فرقدین (دو ستاروں) سے متمسک رہو، جب فرقدین کو کھو بیٹھو تو نجوم زاھرہ سے متمسک رہو، آنحضرتؐ یہ کہہ کر منبر سے تشریف لے آئے اور بیت الشرف کی طرف جانے لگے، راستہ میں سلمان فارسی نے شمس، قمر، فرقدین اور نجوم

زاہرۃ کے بارے میں سوال کیا تو آنحضرت نے فرمایا: شمس میں، قمر علی بن ابیطالب، فرقدین حسن و حسین اور نجوم زاھرۃ سے مراد وہ نوائمہ ہیں جو نسل امام حسین علیہ السلام سے متولد ہونگے (السیرۃ الحسینیۃ جلد ۲ ص ۳۳۶)۔

یہ تھے وہ چند واقعات کہ جنھیں ہم نے مرحلہ وار قارئین کی خدمت میں پیش کیا جبکہ کتاب "السیرۃ الحسینیۃ" میں آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے بڑے ہی تفصیلی انداز کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کی حیات طیبہ پر عہد نبوی کے ذیل میں روشنی ڈالی ہے، لہذا قارئین کے لئے مناسب ہے کہ وہ اصل کتاب کا بھی مطالعہ فرمائیں، تاکہ امام حسین علیہ السلام کی حیات طیبہ کے مزید پہلو اجاگر ہو سکیں۔
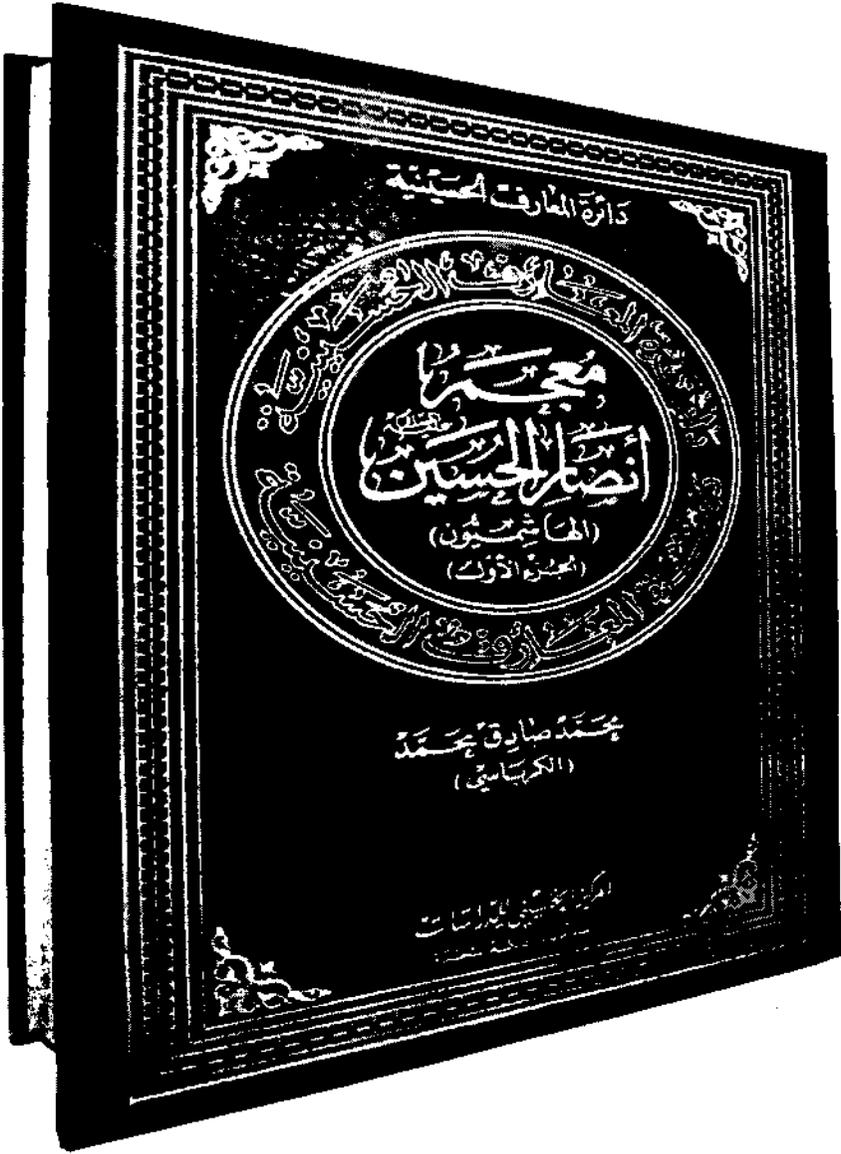
کتاب "امام حسینؑ علیہ السلام کے ہاشمی انصار" تین جلدوں پر مشتمل ہے جس کی پہلی جلد (جو ۵۴۹ صفحات پر مشتمل ہے) سنہ ۲۰۰۲ء میں لکھی گئی اور سنہ ۲۰۰۸ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی، قارئین کرام اس کتاب میں موجود مطالب کی تلخیص کو آنے والے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

اصحاب امام حسین علیہ السلام (حصہ اول)
(کربلاء کے ۲۷ ہاشمی شہداء)

دوستی ایک ایسا پاک و پاکیزہ اور روحانی رشتہ ہے کہ جس کے ذریعہ دوستوں کے درمیان محبت، عشق، ہمدلی، رفاقت، یاوری اور ایثار جیسی نیک صفات وجود میں آتی ہیں، لہٰذا اس رشتہ کو دین اسلام نے مقدس رشتہ قرار دیتے ہوئے اس کے معیارات کو معین فرمایا ہے، امام علی علیہ السلام دوست کے بارے میں فرماتے ہیں:

الصدیق الصدوق من نصحک فی عیبک، و حفظک فی غیبک، و آثرک علی نفسہ (غرر الحکم جلد ۲ ص ۲۶)

سچا دوست وہ ہے جو اپنے دوست کے عیب کو بیان کرے، اسکی غیر موجودگی میں اسکی حفاظت کرے، اور اس کو خود پر مقدم رکھے۔

اس حدیث مبارکہ کے پہلے دو معیارات پر عمل کرنا تو ممکن ہے لیکن ایسے افراد بہت کم نظر آتے ہیں جو دوست کو خود پر مقدم رکھ سکیں، تاریخ بشریت میں صرف کربلا معلی ہی ایسا مقام ہے کہ جہاں اصحاب امام حسین علیہ السلام نے دوستی کے تمام فرائض کو پورا کرتے ہوئے اپنی قیمتی جانوں کو امام حسین علیہ السلام پر قربان کیا، یہی وجہ ہے کہ امامؑ نے ان کے بارے میں فرمایا:

فانی لا اعلم اصحابا اوفی و لا خیرا من اصحابی، و لا اھل بیت ابر و لا اوصل من اھل بیتی، فجزاکم اللہ عنی جمیعا خیرا

میں نے اپنے اصحاب اور ساتھیوں سے زیادہ وفادار اور بہتر اصحاب نہیں دیکھے، اور نہ ہی اپنے اہلبیت سے زیادہ نیک و صالح اور ہمدل کوئی اہلبیت پائے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ سب کو میری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے، امام حسین علیہ السلام کی اس گفتار سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کے اصحاب رسولؐ اسلام اور تمام ائمہ کے اصحاب پر ہر اعتبار سے برتری رکھتے ہیں۔

انصار امام حسین علیہ السلام کی عظمتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حسینی دائرۃ المعارف کے مصنف آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے اس دائرۃ المعارف کی ٦ جلدوں کو معجم انصار حسین (ہاشمی و غیر ہاشمی، مرد و عورت) سے مختص فرمایا ہے جس میں مصنف نے ان کی حیات طیبہ پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے، ہم اس مقام پر معجم انصار امام حسین (ہاشمی انصار) کی جلد اول (جو ٥٤٩ صفحات پر مشتمل ہے اور سنہ ٢٠٠٨ عیسوی میں زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آچکی ہے) میں موجودہ مطالب پر روشنی ڈالتے ہیں۔

کربلا میں ہاشمی شہداء

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ کربلا میں شہید ہونے والے تمام ہاشمی شہداء جناب ابوطالب کی آل سے تھے، یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کا کسی نے انکار نہیں کیا، اگر تاریخ اسلام کا دقت کے ساتھ جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ابتدائے اسلام سے واقعۂ کربلا تک ابوطالب اور ان کی آل ہی نے اپنی قربانیوں کے ذریعہ اس دین کی جڑوں کو مضبوط کیا ہے، لہذا ہم اس مقام پر سب سے پہلے جناب ابوطالب اور انکی آل کا تذکرہ کرتے ہیں کہ جس ذریعہ یہ بات واضح ہوجائے گی کہ کربلا میں ہاشمی شہداء صرف ابوطالب کی آل سے تھے۔

ابوطالب اور انکی آل:

جناب ابوطالب کا نام شیبۃ الحمد تھا، آپ کا عقد فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی سے ہوا، آپ اور آپ کی زوجہ دونوں ہاشمی نسب تھے، اللہ تعالی نے فاطمہ بنت اسد سے آپ کو آٹھ اولاد عطا فرمائی، جن کے نام بترتیب یہ ہیں:

١۔ طالب (ولادت: ٥٣ قبل از ہجرت، وفات: ٢ ہجری)۔ ٢۔ فاختہ (ولادت: ٤٨ قبل از ہجرت، وفات: ٦٠ ہجری)۔ ٣۔ عقیل (ولادت: ٤٣ قبل از ہجرت، وفات: ٦٠ ہجری)۔ ٤۔ جمانہ (ولادت: ٣٨ قبل از ہجرت، وفات: ٦١

ہجری)۔ ۵۔ جعفر طیار (ولادت: ۳۳ قبل از ہجرت، وفات: ۸ ہجری)۔۶۔ ریطہ (ولادت: ۲۸ قبل از ہجرت)۔ ۷۔ علی ابن ابیطالب (ولادت: ۲۳ قبل از ہجرت، شہادت: ۴۰ ہجری)۔ ۸۔ اسماء (ولادت ۱۸ قبل از ہجرت)۔

جناب ابوطالب نے رسولؐ اسلام کے لئے پدری کی اور فاطمہ بنت اسد نے ایک ماں کی طرح آنحضرتؐ کی خدمت فرمائی یہی وجہ ہے کہ رسولؐ اسلام انھیں ماں کہہ کر مخاطب فرماتے تھے، جب جناب ابوطالب کا سنہ ۳ قبل از ہجرت میں انتقال ہوا تو رسولؐ اسلام نے اس سال کو عام الحزن قرار دیا، اور فاطمہ بنت اسد کے انتقال پر آنحضرتؐ نے ان کی تشییع میں پا برہنہ شرکت کی، اپنے دستہای مبارک سے آپ کی لحد کو کھودا اور اس میں لیٹ کر یہ دعا پڑھی:

الله الذی یحیی و یمیت وهو حی لایموت، اللهم اغفر لامی فاطمة بنت اسد، و لقنها حجتها، و وسع مدخلها، بحق نبیک محمد و الانبیاء الذین من قبلی فانک ارحم الراحمین

اللہ ہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اور وہ ایسا زندہ ہے جس پر موت نہیں آتی، اے اللہ میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما، اور انھیں ان کی حجت سے آگاہ فرما، اور ان کی قبر میں وسعت عطا فرما، اپنے نبی محمدؐ اور جو انبیاء مجھ سے پہلے گزرے ہیں ان کے حق کا واسطہ، کہ تو ہی رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، اور پھر رسولؐ اسلام نے فاطمہ بنت اسد کو اپنی خاص چادر اڑھائی، جب اصحاب آپ کی اس روش سے متعجب ہوئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا:

البستها قمیصی لتلبس من ثیاب الجنة، واضطجعت فی قبرها لیخفف عنها من ضغطة القبر فانها کانت من احسن خلق الله صنیعا بی بعد عمی ابیطالب

میں نے انھیں اپنی قمیص پہنائی تاکہ وہ جنت کا لباس زیب تن کریں، اور میں نے انھیں قبر میں لٹایا ہے تاکہ ان سے قبر کی سختی کم ہوجائے کیونکہ وہ میرے لئے میرے چچا ابوطالب کے بعد تمام مخلوق خدا سے زیاد نیک سلوک کرنے والی خاتون تھیں (طبقات کبری جلد ۸ صفحہ ۲۲۲، بحار الانوار جلد ۵۳ صفحہ ۱۸۰)۔

ابوطالب کے بعد دین محمدیؐ کی فروغ میں آپ کی اولاد میں سے جناب طالب، جناب عقیل، جناب جعفر طیار اور مولا علیؑ اور ان کی اولاد نے عظیم خدمات انجام دیئے، ہم اس مقام پر ان حضرات کی خدمات اور انکی آل کا تذکرہ کرتے ہیں:

طالب بن ابوطالب:

جناب طالب دین ابراہیمی کے پیروکار تھے، آپ نے اسلام قبول فرمایا لیکن مکہ کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا، جب جنگ بدر میں کفار مکہ نے آپ کو مشرکین کے ساتھ چلنے پر مجبور کیا تو رسولؐ اسلام نے فرمایا:

انی قد عرفت رجالا من بنی ہاشم قد خرجوا الی بدر کرھا فمن لقی منکم احدا منھم فلا یقتلہ

بیشک جنگ بدر میں کفار کے ساتھ کچھ بنی ہاشم اجبارا لائے گئے ہیں لہذا اگر تم میں سے کوئی بھی انھیں میدان جنگ میں دیکھے تو انھیں قتل نہ کرے (تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۸۲) رسولؐ اسلام کا اشارہ جناب طالب کی طرف تھا کیونکہ کفار انھیں بالاجبار اس جنگ میں لے کر آئے تھے، مکہ سے نکلتے وقت آپ نے ان اشعار کے ذریعہ کفار مکہ سے مخالفت کا اظہار فرمایا:

یا رب اما خرجوا بطالب، فی مقنب من ھذہ المقانب، فلیکن المطلوب غیر طالب، و الرجل المغلوب غیر الغالب

اے خدا یہ لوگ مجھے اپنے ساتھ جنگ میں لے جا رہے ہیں، خدا کرے ان کی مراد پوری نہ ہو، اور میرا شمار ان میں نہ ہو جو کہ مسلمانوں پر غلبہ پیدا کریں۔

آپ کی شہادت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ جب کفار مکہ کو آپ کے ایمان کا علم ہوا تو نھوں نے آپ کو آپ کے گھوڑے کے سمیت دریا میں غرق کر دیا، یہی وجہ ہے کہ جنگ بدر کے بعد کسی کو جناب طالب کا پتہ نہ چل سکا، لہذا تاریخ میں آپ کے عقد اور فرزندوں کا بھی کوئی تذکرہ نہیں ملتا ہے۔

عقیل بن ابوطالب:

جناب عقیل اپنے بڑے بھائی طالب کی ولادت کے دس سال بعد متولد ہوئے، ابوطالب آپ سے بیحد محبت کرتے تھے اسی لئے رسولؐ اسلام نے آپ کے بارے میں فرمایا:

انی لاحبک حبین، حبا لک و حبا لابیطالب

میں آپ سے دوہری محبت کرتا ہوں، ایک خود آپ کی وجہ سے اور دوسرے آپ کے (بابا) ابوطالب کی وجہ سے،
اور ایک بار آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

انی احب عقیلا حبین حبا لہ و حبا لحب ابیطالب لہ، و ان ولدہ لمقتول فی محبۃ ولدک تدمع علیہ عیون المومنین و تصلی علیہ الملائکۃ المقربون ثم بکی رسول اللہ و قال الی اللہ اشکو ما تلقی عترتی بعدی،(
کتاب شہید مسلم ابن عقیل:۷)

مجھے عقیل سے دو حوالوں سے محبت ہے، ایک خود ان کے اپنے حوالہ سے اور دوسری اس حوالہ سے کہ ابوطالب کو ان سے محبت تھی اور یہ کہ ان کا فرزند آپ کے فرزند کی محبت میں قتل کیا جائے گا جس پر مومنین کی آنکھیں اشکبار ہوں گی اور ملائکہ مقربین اس پر نماز پڑھیں گے، یہ کہہ کر حضرت رسولؐ خدا رونے لگے اور فرمایا: میں اپنا دکھ خدا کی بارگاہ میں پیش کرتا ہوں کہ میرے بعد میری عترت کن حالات سے دوچار ہوگی۔

اسلام سے پہلے جناب عقیل بھی دین ابراہیمیؑ کے پیروکار تھے، آپ نے قبل از ہجرت اسلام کا اظہار کیا لیکن کفار کے گزند سے محفوظ رہنے کے لئے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا، آپ کو کفار نے جنگ بدر میں شرکت کرنے پر مجبور کیا تھا، یہی وجہ ہے کہ رسولؐ اسلام نے تاکید فرمائی کہ وہ ہاشمی جو اس جنگ میں دشمن کے ساتھ مکہ سے جبرا لائے جائیں انھیں قتل نہ کیا جائے، جنگ کے اختتام پر جناب عقیل رسولؐ اسلام کے ہمراہ ہوئے اور آپ نے ساری عمر آنحضرتؐ اور اپنے بھائی حضرت علیؑ کی خدمت میں گذاردی۔

جناب عقیل عرب کے ماہر نسب شناس بھی تھے، آپ مسجد نبوی میں بیٹھ کر لوگوں کو ان کے نسب کی تفصیلات سے آگاہ کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب حضرت امیرالمومنینؑ اپنے فرزند امام حسینؑ کے لئے ایک شجاع یاور و بھائی کا اہتمام کرنا چاہتے تھے تو آپ نے جناب عقیل ہی سے مشورہ کیا تھا اور ان کی تجویز پر حضرت علیؑ نے فاطمہ کلابیہ سے شادی کی جن سے جناب عباسؑ متولد ہوئے۔

جناب عقیل کے یہاں مختلف ازواج سے ۱۸ فرزند اور ۸ بیٹیاں متولد ہوئیں، جن کے نام تاریخ میں کچھ اس طرح سے ملتے ہیں:

لڑکیوں کے نام:

۱۔ زینب: آپ جناب عقیل کی بیٹیوں میں سب سے بڑی تھیں اور کہا جاتا ہے کہ آپ نے امام حسین علیہ السلام کے لئے مرثیے کہے ہیں۔ ۲۔ ام عبداللہ ۔ ۳۔ رملہ: آپ بھی شاعرہ تھیں اور آپ نے کربلا میں شہید ہونے والے آل عقیل کے لئے مرثیے کہے ہیں ۔ ۴۔ ام القاسم ۔ ۵۔ ام ہانی: آپ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد بھی باحیات تھیں۔ ۶۔ فاطمہ ۔ ۷۔ ام نعمان (ام لقمان): آپ نے بھی شہدائے آل عقیل اور امام حسین علیہ السلام کے لئے مرثیے کہے ہیں۔ ۸۔ اسماء: آپ نے امام حسین علیہ السلام کے لئے مرثیے کہے ہیں۔

روایت میں منقول ہے کہ بعد از شہادت امام حسین علیہ السلام ام لقمان، اپنی بہنوں یعنی اسماء، ام ہانی، رملہ، زینب کے ساتھ قبر رسولؐ پر تشریف لے جاتیں اور گریہ و بکا کے بعد مہاجرین وانصار کے سامنے شہدائے کربلا کے لئے مرثیہ پڑھتی تھیں۔

فرزندوں کے نام:

۱۔ یزید، اسی فرزند کے نام پر جناب عقیل کی کنیت ابویزید قرار پائی ۔۲۔ سعید ۔۳۔ ابان ۔۴۔ عثمان ۔ ۵۔ عبدالرحمان ۔۶۔ حمزہ ۔۷۔ جعفر الاکبر ۔۸۔ عبداللہ الاکبر ۔۹۔ عبداللہ الاصغر ۔ ۱۰۔ جعفر الاوسط ۔۱۱۔ جعفر الاصغر ۔ ۱۲۔ علی الاکبر ۔ ۱۳۔ علی الاصغر ۔۱۴۔ عیسی ۔ ۱۵۔ محمد الاکبر ۔۱۶۔ مسلم ۔۱۷۔ ابوسعید الاحول ۔۱۸۔ عبد مناف، مورخین نے جناب عقیل کے اور بھی فرزندوں کے نام درج کئے ہیں جن کے اسامی مذکورہ ترتیب کے مطابق یہ ہیں: ۔۱۹۔ محمد الاصغر ۔۲۰۔ حکم ۔۲۱۔ عقیل ۔ ۲۲۔ معین ۔۲۳۔ عبداللہ الاوسط ۔۲۴۔ احمد ۔۲۵۔ فضل ۔

جناب عقیل ابن ابیطالب کے مذکورہ تمام فرزندوں میں سے مندرجہ ذیل ۱۶ فرزند کربلا میں شہید ہوئے:

۱۔ ابوسعید۔ ۲۔ احمد۔۳۔ جعفر الاکبر۔۴۔ حکم ۔۵۔ حمزہ ۔۶۔ سعید ۔۷۔ عبد الرحمان الاکبر۔ ۸۔ عبد اللہ الاصغر۔ ۹۔ عبد اللہ الاکبر ۔ ۱۰۔ عقیل ۔ ۱۱۔ علی الاکبر ۔۱۲۔ عون ۔۱۳۔ محمد الاکبر۔۱۴۔ مسلم ۔ ۱۵۔ معین ۔ ۱۶۔ موسیٰ ۔

جعفر بن ابوطالب

جعفر طیار ابوطالب کے تیسرے فرزند تھے جو سنہ ۳۲ قبل از ہجرت کو پیدا ہوئے اور آپ نے سن ۸ ہجری میں جنگ موتہ میں شہادت پائی، رسولؐ اسلام نے آپ کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جعفر کو انکی چار خصلتوں کی وجہ سے دوست رکھتا ہے:

۱۔ انکا کبھی شراب نہ پینا ۔۲۔ کبھی جھوٹ نہ بولنا ۔۳۔ کبھی زنا نہ کرنا۔۴۔ کبھی کسی بت کے سامنے سجدہ نہ کرنا، جبکہ یہ تمام امور زمانۂ جاہلیت میں عام تھے۔

اللہ تعالیٰ نے جناب جعفر طیار کو اسماء بنت عمیس سے آٹھ فرزند عطا فرمائے، جن کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ عبد اللہ الاکبر ۔۲۔ عون (شہید کربلا) ۔۳۔ محمد الاکبر (آپ جنگ صفین میں شہید ہوئے) ۔۴۔ محمد الاصغر (شہید کربلا) ۔۵۔ حمید ۔۶۔ حسین ۔ ۷۔ عبد اللہ الاوسط ۔۸۔ عبد اللہ الاصغر۔ بعض مورخین نے آپ کے فرزندوں میں حمزہ کا بھی تذکرہ کیا ہے، یہاں اس بات کا احتمال ہے کہ حمید اور حمزہ دونوں ایک ہی فرد کے دو نام ہوں، چونکہ جنھوں نے حمزہ کا تذکرہ کیا ہے انھوں نے حمید کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔

علی بن ابیطالب:

حضرت علی ابن ابی طالب جناب ابوطالب کے چوتھے فرزند تھے، آپ نے مختلف زمانوں میں آٹھ عقد فرمائے، آپ کی ازواج میں حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا، امامہ العبشمیہ، فاطمہ کلابیہ، خولہ حنفیہ، اسماء خثعمیہ، محیاۃ الکلبیہ، ام سعید الثقفیہ، لیلی النھشلیہ شامل ہیں، ان ازواج میں سے ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرزند عطا فرمائے، ان کے

علاوہ چند کنیزوں سے بھی آپ کو اولاد ہوئی ہے، ہم اس مقام پر ہر زوجہ اور کنیز سے امام علی علیہ السلام کی اولاد کا تذکرہ کرتے ہیں:

۱۔ فاطمہ زہرا بنت محمدؐ: آپ زوجہ امام علیؑ تھیں اور امام حسنؑ، امام حسینؑ، حضرت زینبؑ، حضرت ام کلثومؑ اور جناب محسنؑ آپ کی اولاد تھے۔ ۲۔ امامہ بنت ابی العاص العبشمیہ: آپ زوجہ امام علیؑ تھیں اور محمد الاوسط اور عبد الرحمان آپ کے فرزند تھے۔ ۳۔ فاطمہ بنت حزام الکلابیہ: آپ زوجہ امام علیؑ تھیں اور عباس الاکبر، جعفر الاکبر، عبد اللہ الاکبر، عثمان الاکبر آپ کے فرزند تھے۔ ۴۔ خولہ بنت جعفر الحنفیہ: آپ زوجہ امام علیؑ تھیں اور محمد الاکبر (ابن حنفیہ) آپ کے فرزند تھے۔ ۵۔ صہباء بنت عباد بن ربیعہ التغلبیہ: آپ امام علیؑ کی کنیز تھیں اور عمر الاکبر اور رقیہ الکبری آپ کے فرزند و دختر تھے۔ ۶۔ اسماء بنت عمیس الخثعمیہ: آپ زوجہ امام علیؑ تھیں اور یحیی، عون اور مسلمہ آپ کے فرزند و دختر تھے۔ ۷۔ ام عون الاکبر: آپ امام علیؑ کی کنیز تھیں اور عون الاکبر آپ کے فرزند تھے۔ ۸۔ ام معین: آپ امام علیؑ کی کنیز تھیں، اور معین آپ کے فرزند تھے۔ ۹۔ محیاۃ بنت امرؤالقیس الکلبیہ: آپ امام علیؑ کی زوجہ تھیں اور ام یعلی آپ کی دختر تھیں۔ ۱۰۔ ام شعیب المخزومیہ: آپ امام علیؑ کی کنیز تھیں اور نفیسہ، زینب الصغری، رقیہ الصغری آپ کی دختر تھیں۔ ۱۱۔ ام میمونہ: آپ امام علیؑ کی کنیز تھیں اور میمونہ آپ کی بیٹی تھیں۔ ۱۲۔ ام امامہ: آپ امام علیؑ کی کنیز تھیں اور امامہ آپ کی بیٹی تھیں۔ ۱۳۔ ام فاطمہ: آپ امام علیؑ کی کنیز تھیں اور فاطمہ آپ کی دختر تھیں۔ ۱۴۔ ام رملہ الصغری: آپ امام علیؑ کی کنیز تھیں اور رملۃ الصغری آپ کی بیٹی تھیں۔ ۱۵۔ ام تقیہ: آپ امام علیؑ کی کنیز تھیں اور تقیہ آپ کی دختر تھیں۔ ۱۶۔ ام جعفر الاصغر: آپ امام علیؑ کی کنیز تھیں اور جعفر الاصغر آپ کے فرزند تھے۔ ۱۷۔ ام فاختہ: آپ امام علیؑ کی کنیز تھیں اور فاختہ آپ کی بیٹی تھیں۔ ۱۸۔ والدۃ ام سلمہ: آپ امام علیؑ کی کنیز تھیں اور ام سلمہ آپ کی دختر تھیں۔ ۱۹۔ ام امۃ اللہ: آپ امام علیؑ کی کنیز تھیں اور امۃ اللہ آپ کی بیٹی تھیں۔ ۲۰۔ والدۃ ام ابیھا: آپ امام علیؑ کی کنیز تھیں اور ام ابیہا آپ کی دختر تھیں۔ ۲۱۔ والدۃ ام الکرام: آپ امام علیؑ کی کنیز تھیں اور ام الکرام آپ کی بیٹی تھیں۔ ۲۲۔ لیلی بنت مسعود النہشلیہ: آپ زوجہ امام علیؑ تھیں اور عبد اللہ الاصغر، ابوبکر، عبید اللہ آپ کے فرزند تھے۔ ۲۳۔ الورقاء ام محمد الاصغر: آپ امام علیؑ کی کنیز تھیں اور محمد الاصغر، عباس الاصغر آپ کے فرزند تھے۔ ۲۴۔ ام عمر الاصغر

المصطلقیہ: آپ امام علیؑ کی کنیز تھیں اور عمر الاصغر آپ کے فرزند تھے ۔۲۵۔ ام عثمان الاصغر: آپ امام علیؑ کی کنیز تھیں اور عثمان الاصغر آپ کے فرزند تھے ۔۲۶۔ ام القاسم: آپ امام علیؑ کی کنیز تھیں اور قاسم آپ کے فرزند تھے ۔۲۷۔ ام الفضل: آپ امام علیؑ کی کنیز تھیں اور فضل آپ کے فرزند تھے ۔۲۸۔ ام خدیجہ: آپ امام علیؑ کی کنیز تھیں اور خدیجہ آپ کی دختر تھیں ۔۲۹۔ ام جمانہ: آپ امام علیؑ کی کنیز تھیں اور جمانہ آپ کی بیٹی تھیں ۔۳۰۔ ام ابراہیم: آپ امام علیؑ کی کنیز تھیں اور ابراہیم آپ کے فرزند تھے ۔۳۱۔ ام اسماء: آپ امام علیؑ کی کنیز تھیں اور اسماء آپ کی دختر تھیں ۔۳۲۔ ام تمیمہ: آپ امام علیؑ کی کنیز تھیں اور تمیمہ آپ کی دختر تھیں ۔۳۳۔ ام عتیق: آپ امام علیؑ کی کنیز تھیں اور عتیق آپ کے فرزند تھے ۔

محقق آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے اس مقام پر مولا امیر المومنینؑ کی ازواج مطہرات اور آپ کی تمام کنیزوں کی حیات طیبہ پر مفصل روشنی ڈالی ہے جس کے بعد آپ کی اولاد میں سے کربلا میں شہید ہونے والے فرزندوں کے ناموں کو اس ترتیب کے ساتھ درج فرمایا ہے:

۱۔ امام حسین علیہ السلام ۔۲۔ ابوبکر ۔۳۔ جعفر الاصغر ۔۴۔ جعفر الاکبر ۔۵۔ ابراہیم ۔۶۔ عباس الاصغر ۔۷۔ عباس الاکبر ۔۸۔ عبد الرحمان ۔۹۔ عبد اللہ الاصغر ۔۱۰۔ عبد اللہ الاکبر ۔۱۱۔ عتیق ۔۱۲۔ عثمان الاصغر ۔۱۳۔ عثمان الاکبر ۔۱۴۔ عمر الاصغر ۔۱۵۔ عون ۔۱۶۔ فضل ۔۱۷۔ قاسم ۔ ۱۸۔ محمد الاوسط۔

کربلا میں امیر المومنینؑ کی اولاد کے ساتھ ساتھ آپ کے پوتے بھی شہید ہوئے جن کے نام تاریخ میں ہمیں کچھ اس طرح سے ملتے ہیں:

امام حسن علیہ السلام کی اولاد:

۱۔ احمد بن حسنؑ ۔۲۔ بشر بن حسنؑ ۔۳۔ زید بن حسنؑ ۔۴۔ عبد اللہ الاصغر بن حسنؑ ۔۵۔ یحیی بن حسنؑ ۔۶۔ قاسم بن حسنؑ ۔۷۔ عبد اللہ بن حسنؑ ۔۸۔ عمر بن حسنؑ ۔

امام حسین علیہ السلام کی اولاد:

۱۔ ابراہیم بن حسینؑ ۔۲۔ ابوبکر بن حسینؑ ۔۳۔ حمزہ بن حسینؑ ۔۴۔زید بن حسینؑ ۔۵۔ عمر بن حسینؑ ۔۶۔قاسم بن حسین ۔۷۔ محمد بن حسینؑ ۔۸۔ عبداللہ بن حسینؑ ۔۹۔ علی اکبر بن حسینؑ ۔۱۰۔ علی الاصغر بن حسینؑ ۔

حضرت عباس کی اولاد:

۱۔ عبیداللہ بن عباس الاکبر۔۲۔ قاسم بن عباس الاکبر۔۳۔ محمد بن عباس الاکبر۔

عبداللہ بن جعفر الطیار و زینب کبریٰ کی اولاد:

عون و محمد

محمد ابن عقیل و زینب صغریٰ کے فرزند:

جعفر

مسلم ابن عقیل اور رقیہ الکبریٰ کے فرزند:

عبداللہ

عبدالرحمان بن عقیل و خدیجہ کے فرزند:

عقیل

عبداللہ الاکبر بن عقیل اور ام ہانی کے فرزند:

محمد

مذکورہ اسماء شہداء کے تذکرہ کے بعد مصنف نے الفباء کی ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے تمام شہدائے بنی ہاشم کی سوانح حیات کو بیان فرمایا ہے، ہم اس مقام پر اسی ترتیب کو مدنظر رکھتے ہوئے اجمالاً ہر ایک شہید کا تذکرہ کرتے ہیں:

ابراہیم بن حسینؑ بن علیؑ بن ابیطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

آپ تقریباً سنہ ۴۸ ہجری میں متولد ہوئے، آپ کے بارے میں تاریخ سے بہت کم معلومات حاصل ہوتی ہیں، شاید آپ کی والدہ کا نام عاتکہ بنت زید العدویہ تھا، کربلا میں آپ کی شہادت امام حسین علیہ السلام کے سامنے ہوئی، اور احتمال اس بات کا ہے کہ آپ نے دشمنوں کے اجتماعی حملہ میں شہادت پائی ہو۔

ابراہیم بن علیؑ بن ابیطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن ہاشم القرشی:

ابراہیم بن علی سنہ ۴۰ ھ کو متولد ہوئے، آپ کی ماں ام ولد (کنیز) تھیں، آپ کی عمر کربلا میں تقریباً بیس (۲۰) سال تھی، آپ کو زید بن دفاف نے شہید کیا۔

ابراہیم بن مسلم بن عقیل بن ابیطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

ابراہیم بن مسلم سنہ ۵۴ ھ کو مدینہ میں متولد ہوئے، آپ کا لقب مطہر تھا، آپ کو اور آپ کے بھائی محمد (جنکا لقب طاہر تھا) کو حارث بن عروۃ نے کوفہ میں جناب مسلم ابن عقیل کی شہادت کے بعد ابن زیاد سے انعام پانے کی غرض سے بڑی بے رحمی کے ساتھ شہید کیا۔

ابوبکر بن حسنؑ بن علیؑ بن ابیطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

جناب امام حسن علیہ السلام کے ۲۴ بیٹے اور ۱۴ بیٹیاں تھیں جن کے اسامی الفباء کی ترتیب سے کچھ اس طرح ہیں:

۱۔ ابوبکر (شہید کربلا) ۔۲۔ احمد (شہید کربلا) ۔۳۔ اسماعیل ۔۴۔ بشر (بشیر) (شہید کربلا) ۔۵۔ جعفر ۔۶۔ حسن مثنیٰ، آپ کربلا میں حاضر ہوئے تھے ۔۷۔ حسین ۔۸۔ حمزہ ۔۹۔ زید (آپ کربلا میں حاضر ہوئے تھے) ۔۱۰۔ طلحہ ۔۱۱۔ عبد الرحمان ۔۱۲۔ عبد اللہ الاصغر (شہید کربلا) ۔۱۳۔ عبد اللہ الاکبر (شہید کربلا) ۔۱۴۔ عبد اللہ الاوسط (شہید کربلا) ۔۱۵۔ عقیل ۔۱۶۔ علی الاصغر ۔۱۷۔ علی الاکبر ۔۱۸۔ عمر، آپ کربلا میں بہت کمسن تھے ۔۱۹۔ قاسم (شہید کربلا) ۔۲۰۔ محمد الاصغر ۔۲۱۔ محمد الاکبر ۔۲۲۔ مزاحم ۔۲۳۔ یحییٰ ۔۲۴۔ یعقوب۔

۱۔ ام الحسن (الکبریٰ) ۔۲۔ ام الحسن (الوسطیٰ) ۔۳۔ ام الحسن (الصغریٰ) ۔۴۔ ام الحسین ۔۵۔ ام الخیر ۔۶۔ ام سلمہ ۔۷۔ ام عبد الرحمان ۔۸۔ ام عبد اللہ ۔۹۔ بنت الحسنؑ ۔۱۰۔ رقیہ ۔۱۱۔ زینب ۔۱۲۔ سکینہ ۔۱۳۔ فاطمہ الکبریٰ ۔۱۴۔ فاطمہ الصغریٰ۔ اگر ام الخیر کا نام رملہ نہ ہو تو امام حسن علیہ السلام کی بیٹیوں کی تعداد ۱۵ ہوگی۔

ابوبکر بن حسنؑ کربلا میں شہید ہوئے آپ پر امام عسکریؑ نے زیارت ناحیہ میں یوں سلام بھیجا ہے: **السلام علی ابی بکر بن حسن**، اسی زیارت کے مطابق آپ کے قاتل کا نام عبد اللہ بن عقبہ الغنوی تھا جس نے اپنے تیر کے ذریعہ آپ کو شہید کیا۔

ابوبکر بن حسینؑ بن علیؑ بن ابیطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

بعض ارباب مقاتل نے جن میں مسعودی، بلاذری، ابوالفرج اصفہانی شامل ہیں ابوبکر کو امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں شامل کیا ہے، لیکن ممکن ہے کہ یہ ابوبکر بن حسنؑ ہوں چونکہ بعض کتب میں جہاں ابوبکر بن حسنؑ کا تذکرہ آیا ہے وہاں ابوبکر بن حسینؑ کا نام نظر نہیں آتا۔ واللہ العالم۔

ابوبکر بن علیؑ بن ابیطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

آپ سنہ ۳۸ھ میں متولد ہوئے، مندرجہ ذیل رجز کو آپ نے کربلا میں مبارز طلب کرتے وقت پڑھا تھا:

شیخی علی ذو الفخار الاطول، من هاشم الصدق الکریم المفضل، هذا حسین ابن النبی المرسل، عنه نحامی بالحسام المصقل، تفدیه نفسی من اخ مبجل، یارب فامنحنی ثواب المنزل

میرے بزرگ علیؑ ہیں جو نہایت بلند پایہ شخصیت ہیں، جو ہاشمی خاندان سے ہیں کہ جو صداقت، بزرگی اور فضیلتوں والے ہے، یہ حسینؑ ہیں جو نبی مرسلؐ کے فرزند ہیں، ہم ان کی حمایت کرتے ہیں تیز دھار تلواروں کے ساتھ، میری جان میرے جلیل القدر بھائی پر فدا ہو، پروردگارا مجھے آخرت کا ثواب عطا فرما۔

ابوسعید بن عقیل بن ابیطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

ابوسعید سنہ ۱۶ھ میں پیدا ہوئے، آپ کی زوجہ فاطمہ بنت علی تھیں جو کربلا میں حاضر ہوئیں، آپ کی شہادت کے بارے میں زیادہ تفاصیل موجود نہیں ہیں یہ امر مسلم ہے کہ آپ سنہ ۶۱ھ کو کربلا میں شہید ہوئے۔

احمد بن حسنؑ بن علیؑ بن ابیطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

احمد بن حسنؑ سنہ ۴۴ھ کو مدینہ منورہ میں متولد ہوئے، ابو مخنف فرماتے ہیں کہ جب امام حسینؑ کے یاور و انصار شہید ہو چکے تو آپ نے اپنے داہنی اور بائیں جانب نگاہ کی اور فرمایا:

وا غربتاه وا عطشاه وا قلة ناصراه، اما من معین یعیننا، اما من ناصر ینصرنا، اما من مجیر یجیرنا، اما من محام یحامی عن حرم رسول الله

ہائے غربت، ہائے پیاس، ہائے مددگاروں کی کمی، کیا کوئی ہمارا مددگار ہے؟ کیا کوئی ہے جو ہماری نصرت کرے؟ کیا کوئی ہے جو ہمیں سہارا دے؟ کیا کوئی ہے جو رسولؐ خدا کی مخدرات کا دفاع کرے؟ یہ سن کر احمد بن حسنؑ اور قاسم بن حسنؑ لبیک لبیک کہتے ہوئے خیمہ سے باہر تشریف لائے، پہلے جناب قاسم نے شربت شہادت کو نوش فرمایا اور ان کے بعد احمد بن حسنؑ کی شہادت واقع ہوئی۔

احمد بن محمد بن عقیل بن ابیطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

آپ تقریباً سنہ ۴۴ ھ میں متولد ہوئے، ابو مخنف کی روایت کے مطابق آپ اپنے چچا موسیٰ بن عقیل کی شہادت کے بعد معرکۂ جنگ میں وارد ہوئے اور یہ رجز پڑھا:

الیوم ابلو حسبی و دینی، بصارم تحملہ یمینی، احمی بہ عن سیدی و دینی، ابن علی الطاھر الامین

آج میں اپنے حسب اور اپنے دین کی قوت دکھاتا ہوں اس تلوار کے ساتھ جو میرے دائیں ہاتھ میں ہے، اس کے ذریعے میں اپنے دین اور اپنے آقا کا دفاع کرتا ہوں کہ جو طاہر و امین ہستی علیؑ کے فرزند ہیں، اس رجز کے بعد آپ نے حملہ کیا اور ۸۰ دشمنوں کو واصل جہنم کرنے کے بعد درجۂ شہادت پر فائز ہو گئے۔

احمد بن مسلم بن عقیل بن ابیطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

احمد بن مسلم نے اسحاق بن مالک الاشتر کے بعد امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر جنگ کی اجازت لی اور میدان جنگ میں وارد ہو کر اس رجز کو پڑھا:

اطلبُ ثارَ مسلم من جمعكم، يا شر قوم ظالمينَ فسَقَه، اضربُكم بصارم ذی رَونَق، ضَربَ غُلام صادق من صَدقه، لا انثنی عمن لقانی ناكصا، وَ لَمْ اكن مِمن يَجب الشفقه، كم جاهد لما التقانی فی الوَغی، صيّرتُه كاللبنة المفلّقه

میں تم سے مسلم کے خون کا بدلہ لیتا ہوں، اے ظالم و فاسق لوگو، میں اس چمکتی تلوار کے ذریعے تم پر ایک ایسی کاری ضرب لگاؤں گا کہ جو ایک سچا بہادر جوان لگاتا ہے، مجھے اپنے اوپر آنے والی کسی مصیبت کی پرواہ نہیں، اور نہ ہی میں ان میں سے ہوں جو ہمدردیوں کو پسند کرتے ہیں، کتنے جنگجو میدان میں میرے مقابلے میں آئے کہ میں نے انہیں بھیڑ بکری کی طرح چیر پھاڑ دیا، اس رجز کو پڑھ کر آپ نے حملہ کیا، اور جمع کثیر کو واصل جہنم فرما کر جام شہادت کو نوش فرمایا۔
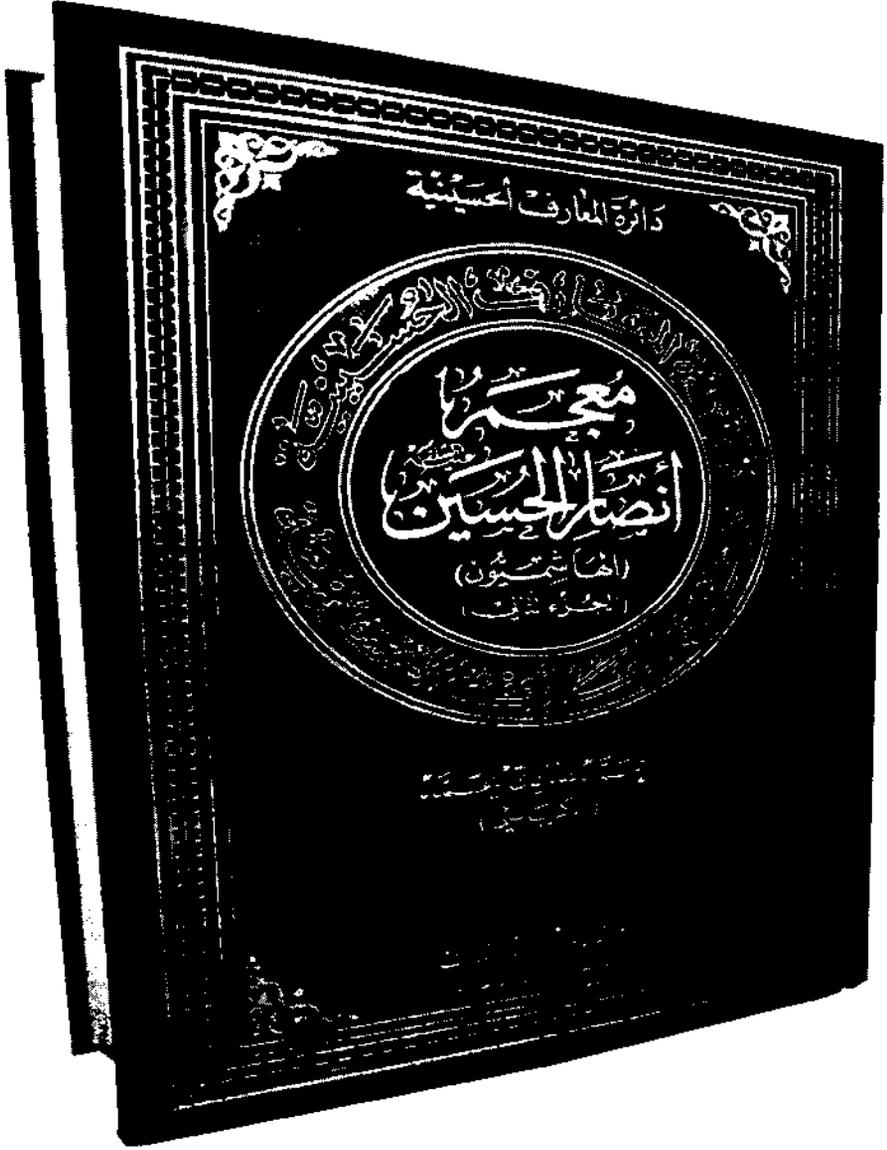
کتاب 'امام حسینؑ علیہ السلام کے ہاشمی انصار' تین جلدوں پر مشتمل ہے جس کی دوسری جلد (جو ۶۱۴ صفحات پر مشتمل ہے) سنہ ۲۰۰۲ء میں لکھی گئی اور سنہ ۲۰۰۸ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی، قارئین کرام اس کتاب میں موجود مطالب کی تلخیص کو آنے والے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

اصحاب امام حسینؑ علیہ السلام (حصہ دوم)
(کربلاء کے ۲۷ ہاشمی شہداء)

ہر نبیؑ اور رسولؑ کے چاہنے والے اور پیروکار ہوتے ہیں کہ جنھیں اصحاب یا حواریون کے نام سے جانا جاتا ہے، وہ افراد کہ جنھیں محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت و مصاحبت حاصل ہوئی انھیں اصحاب کہتے ہیں۔

لفظ صحابی مصدر صحبۃ سے مشتق ہے، قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اللہ تبارک و تعالی نے اس لفظ کو استعمال کیا ہے، مثلاً ایک مقام پر ذات احدیت نے فرمایا:

لا یستوی اصحاب النار و اصحاب الجنۃ اصحاب الجنۃ هم الفائزون (سورہ حشر آیت ۲۰)

یعنی اصحاب جنت اور اصحاب نار (جہنمی اصحاب) برابر نہیں ہوسکتے، اور اصحاب جنت کامیاب ہیں۔

مذکورہ تعریف اور آیہ مبارکہ کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ کسی بھی پیغمبر کے ساتھ مصاحبت اختیار کرنے والا شخص، محض مصاحبت کی وجہ سے مقدس نہیں ہوسکتا، بلکہ اصحاب اپنے عمل کی بنا پر جنتی یا جہنمی ہوتے ہیں، لہذا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے مرحلہ میں صحابیت کے معیار کو سمجھے اور پھر ان معیارات پر اصحاب پیغمبر کو پرکھے، تاکہ اس عمل کے ذریعہ وہ خطاکار صحابی سے دوری اختیار کرکے اصحاب الجنۃ کی پیروی کر سکے۔

مسلمانوں کے درمیان صحابی کے لئے مختلف تعریفیں رائج ہیں لیکن حقیقت میں صحابی اس شخص کو کہا جاتا ہے جو رسولؑ اسلام کی حیات میں آپ کی زیارت کرے، آپ پر ایمان لائے اور آپ کی پیروی کرے، اور اس ایمان اور پیروی پر ساری زندگی قائم رہے، لہذا وہ صحابی کہ جس نے رسولؑ اسلام کی زندگی میں ان کی اطاعت کی ہو لیکن

آنحضرت کی وفات کے بعد وہ ان کی پیروی سے پھر جائے تو ایسا شخص صحابیت کے مقدس مقام کو کھو دیتا ہے اور رضایت محمدیؐ اور رضایت رب بھی اس سے سلب ہو جاتی ہے۔

آنحضرتؐ کی زندگی کے بعد تاریخ اسلام میں اصحاب کے درمیان شدید اختلافات وجود میں آئے یہاں تک کہ ان کے درمیان جمل، صفین و نہروان جیسی جنگیں وجود میں آئیں، جن میں صحابہ نے ایک دوسرے کو بڑی بے رحمی کے ساتھ قتل کیا، اور سالہا سال ان میں سے ایک فریق نے دوسرے فریق پر سب و شتم کیا۔

جب اصحاب کے درمیان ظالم و مظلوم، قاتل و مقتول، غاصب و مغصوب عنہ دونوں موجود ہوں تو ان میں سے ہر ایک کو برابر درجہ اور مقام دینا عدالت کے منافی قرار پائے گا، لہذا ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ تحقیق و بررسی کے بعد اس صحابی کی پیروی کرے جس کا قول، فعل اور سیرت آنحضرتؐ کے فرمودات کے مطابق ہو تاکہ اس ذریعہ سے اسکی دینی راہ کا تعین ہو اور وہ حق و حقیقت تک رسائی حاصل کر سکے۔

بیشک پیغمبر اسلام کے اصحاب میں سے کچھ ایسے بھی تھے کہ جنھوں نے دین اسلام کی بقاء کے لئے اپنی جان و مال سے آنحضرتؐ کی نصرت کی، لیکن تاریخ اسلام میں اصحاب امام حسین علیہ السلام کی قربانیاں بے نظیر ہیں یہی وجہ ہے کہ امام عالی مقام نے اپنے اصحاب کے بارے میں فرمایا:

فانی لا اعلم اصحابا اوفی و لا خیرا من اصحابی، و لا اهل بیت ابر و لا اوصل من اهل بیتی، فجزاکم الله عنی جمیعا خیرا

میں نے اپنے اصحاب اور ساتھیوں سے زیادہ وفادار اور بہتر اصحاب نہیں دیکھے، اور نہ ہی اپنے اہلبیتؑ سے زیادہ نیک و صالح اور ہمدل کوئی اہلبیت پائے ہیں، اللہ تعالی آپ سب کو میری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

اصحاب امام حسین علیہ السلامؑ کی عظمت کے لئے بس یہی کافی ہے کہ وہ دیگر ائمہ کے اصحاب پر برتری رکھتے ہیں چونکہ واقعہ کربلا سے پہلے رونما ہونے والی تمام جنگوں میں صحابہ کرام نے فتح یابی کی امید میں جنگ کی لیکن کربلائی شہداء نے شہادت کے یقین کے ساتھ امام حسین علیہ السلام پر اس وقت اپنی جانوں کو قربان کردیا جبکہ امام عالی مقام نے انھیں ترک جنگ کی پوری اجازت دے رکھی تھی۔

یہی وجہ ہے جو مقام ان فداکار اور جانثار اصحاب کو ملا وہ رتبہ کسی اور معصوم کے صحابی کو حاصل نہ ہو سکا، لہذا ایسے اصحاب کی زندگی تمام مسلمانوں کے لئے نمونہ عمل ہے، اسی اہمیت کے پیش نظر دائرۃ المعارف کے مصنف آیت اللہ محمد صادق کرباسی نے امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کی حیات طیبہ پر روشنی ڈالنے کی غرض سے اس دائرۃ المعارف کی ۶ جلدوں کو معجم انصار حسینؑ (ہاشمی و غیرہاشمی، مرد و عورت) سے مختص فرمایا ہے، جس میں مصنف نے الفباء کی ترتیب کے تحت انصار امام حسینؑ کا تذکرہ کیا ہے، ہم اس مقام پر معجم انصار حسینؑ (ہاشمی انصار) کی جلد دوم (جو ۶۱۴ صفحات پر مشتمل ہے اور سنہ ۲۰۰۸ عیسوی میں زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آچکی ہے) میں موجودہ مطالب پر اجمالی روشنی ڈالتے ہیں۔

بشر بن حسنؑ بن علیؑ بن ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی:

آپ تقریباً سنہ ۴۹ ہجری کو متولد ہوئے، صرف شہر ابن آشوب [1] نے آپ کا تذکرہ شہدائے کربلا میں کیا ہے، لہذا تاریخ میں آپ کے متعلق زیادہ مطالب درج نہیں ہیں۔

جعفر الاصغر بن علیؑ بن ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی:

آپ محرم الحرام سنہ ۴۱ھ میں بعد از شہادت امام علی علیہ السلام متولد ہوئے، یعنی مولا علیؑ کی شہادت کے وقت آپ کی مادر گرامی آپ سے حاملہ تھیں، چونکہ ام البنین کے فرزند کا نام جعفر اکبر تھا لہذا آپ کو جعفر الاصغر کے نام سے موسوم کیا گیا، ابن فندق [1] نے شمر ذی الجوشن الضبابی کو آپ کا قاتل قرار دیا ہے۔

---

[1] ۔ آپ کا نام محمد بن علی بن شہر آشوب المازندرانی تھا جو سنہ ۴۸۸ھ میں مازندران ایران میں متولد ہوئے اور سنہ ۵۸۸ ھ میں شہر حلب میں وفات پائی، آپ امامیہ مذہب سے تعلق رکھتے تھے، کتاب معالم العلماء اور مناقب آل ابیطالب آپ کی تصنیفات ہیں۔

جعفرالاکبر بن عقیل بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

جناب عقیل نے اپنے تین فرزندوں کو جعفر کے نام سے موسوم فرمایا تھا، جنھیں جعفر اکبر جعفر اوسط اور جعفر اصغر سے جانا جاتا ہے، جعفر اکبر سنہ ۳۷ھ کو مدینہ منورہ میں متولد ہوئے، آپ کی مادر گرامی کا نام ام البنین الخوصا الثغریہ تھا جو کربلا میں حاضر ہوئیں اور اپنے فرزند کی شہادت کو خیمہ کے در پر کھڑے ہو کر دیکھا، جس وقت آپ نے امام حسین علیہ السلام سے جنگ کی اجازت لی اور میدان جنگ میں وارد ہوئے تو آپ نے یہ رجز پڑھا:

انا الغلام الابطحی الطالبی، من معشر فی ھاشم و غالب، و نحن حقا سادۃ الذوانب، ھذا حسین اطیب الاطائب، من عترۃ البر التقی الغالب

میں ابطحی و طالبی جوان ہوں، ہاشم و غالب کی نسل سے ہوں، ہم ہی ہیں جو حقیقی معنی میں بہادر و سردار ہیں، یہ حسینؑ ہیں جو پاک ہستیوں کی پاکیزہ ترین فرد ہیں، یہ نیک و صالح اور بلند پایہ عترت میں سے ہیں، اس رجز کے بعد آپ نے جنگ شروع کی اور پندرہ دشمنوں کو واصل جہنم کیا، بشر بن حوط ہمدانی نے آپ کو شہید کیا، امام عسکری نے زیارت ناحیہ میں آپ پر اس طرح سلام بھیجتے ہیں:

السلام علی جعفر بن عقیل لعن اللہ قاتلہ و رامیہ بشر بن حوط الھمدانی

سلام ہو جعفر بن عقیل پر، اللہ لعنت کرے ان کے قاتل اور ان پر تیر چلانے والے بشر بن حوط ہمدانی پر۔

جعفرالاکبر بن علی بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

جعفر الاکبر سنہ ۳۱ھ کو متولد ہوئے، آپ کی مادر گرامی ام البنین فاطمہ کلابیہ تھیں، آپ ام البنین کے دوسرے فرزند تھے، روز عاشورا میدان جنگ میں وارد ہو کر آپ نے یہ رجز پڑھا:

انی انا جعفر ذو المعالی، ابن علی الخیر ذی النوال، ذاک الوصی ذو الثناء الوالی، حسبی بعمی شرفا و خالی، احمی حسینا ذالندی المفضال، و بالحسام الواضح الصقال

---

[1] - آپ کا نام علی بن ابی القاسم بن زید البیہقی تھا جو سنہ ۴۹۳ھ میں سبزوار کے قریہ ششتمد میں متولد ہوئے اور سنہ ۵۶۵ھ میں وفات پائی، آپ کا شمار علماء امامیہ میں ہوتا ہے، آپ شاعر، ادیب اور مصنف تھے، علم انساب میں آپ کو خاصی مہارت حاصل تھی، آپ کی ۷۶ تالیفات ہیں، اشتۃ الاعمال النجومیہ، تاریخ بیہق، نہج الارشاد فی الاصول آپ کی تصنیفات میں سے ہیں۔

میں جعفر ہوں جو اعلیٰ صفات والا ہے، میں اس علی کا فرزند ہوں جو مجسمۂ خیر اور برکتوں والے تھے، وہ شائستہ ثناء وصی وولی تھے، میری عزت وشرف کے لئے میرے چچا اور میرے ماموں ہی مجھے کافی ہیں، میں حسین کا سپاہی ہوں کہ جو عظمتوں اور فضیلتوں والے ہیں، میں اس تیز دھار چمکتی تلوار کے ساتھ ان کا دفاع کرنے چلا ہوں۔

اس رجز کے بعد ایک معرکہ آراء جنگ واقع ہوئی، اور آخر میں ہانی بن ثبیت الحضرمی نے آپ کو شہید کیا،

امام عسکریؑ زیارت ناحیہ میں آپ پر یوں سلام بھیجتے ہیں:

السلام على جعفر ابن امير المومنين، الصابر بنفسه محتسبا، والنائى عن الاوطان مغتربا، المستسلم للقتال، المستقدم، للنزال، المكثور بالرجال، لعن الله هانى بن ثبيت الحضرمى

سلام ہو جعفر بن امیر المومنین پر کہ جنھوں نے ہر مصیبت وتکلیف میں اپنے صابر ہونے کا ثبوت دیا، اور وطن سے دور غربت و پردیس کی سختیوں کو تحمل کیا، جو میدان جنگ میں قوت قلب کے ساتھ اترے، جو نیزوں کو سینے سے لگانے والے تھے، جو بہادروں سے بھرے میدان میں اترے تھے، لعنت ہو (آپ کے قاتل) ہانی بن ثبیت حضرمی پر۔

جعفر بن محمد بن عقیل بن ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی:

جعفر بن محمد سنہ ۴۹ ھ کو متولد ہوئے، آپ کربلا میں اپنے والد محمد بن عقیل اور اپنی والدہ زینب الصغری کے ہمراہ تھے، آپ کی شہادت کے متعلق مورخین کے درمیان اختلاف ہے بعض (جن میں ابن شہر آشوب، مجلسی، خوارزمی، دربندی شامل ہیں) نے آپ کو شہدائے کربلا میں اور بعض دیگر نے شہدائے حرہ میں شامل کیا ہے۔

جعفر بن مسلم بن عقیل بن ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی:

آپ کی تقریبا سنہ ۳۵ ھ کو ولادت ہوئی، طریحی، دربندی جیسے مورخین نے آپ کا تذکرہ شہدائے کربلا میں کیا ہے، دربندی نے نقل کیا ہے کہ روز عاشورا جس وقت آپ نے مبارز طلب کیا اور کوئی بھی مبارزہ پر آمادہ نظر نہ آیا تو آپ

نے لشکر پر حملہ کیا اور ان میں سے کئی افراد کو ہلاک فرمایا جس کے بعد آپ نے عروہ بن عبد اللہ الجعفی کے تیر سے شہادت پائی۔

حسن مثنیٰ بن حسنؑ بن علیؑ بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

حسن مثنیٰ سنہ ۳۹ھ میں متولد ہوئے، آپ کی مادر گرامی کا نام خولہ بنت منظور تھا، حسن مثنیٰ کربلا میں اپنے چچا کے ساتھ تشریف لائے تھے، امام حسین علیہ السلام نے اپنی بیٹی فاطمہ صغریٰ سے آپ کا عقد فرمایا، مورخین لکھتے ہیں کہ کربلا میں آپ نے انیس ۱۹ دشمنوں کو واصل جہنم کیا، اس جنگ میں آپ کے بدن پر ۱۸ ضربتیں وارد ہوئیں جن کی وجہ سے آپ غش کھاکر زمین پر گر گئے، جب سب شہدا کے سر جدا کئے جا رہے تھے تو لوگوں نے آپ کے بدن میں رمق حیات پائی، لشکر دشمن سے اسماء بن خارجہ فزاری نے آپ کی شفاعت کی اور اس طرح حسن مثنیٰ کربلا میں شہید نہیں ہوئے، ولید بن عبد الملک نے آپ کو زہر دیا جس کے نتیجہ میں آپ سنہ ۹۲ھ ہجری کو اس دار فانی سے وداع کر گئے۔

حکم بن عقیل بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

حکم بن عقیل کے متعلق تاریخ میں زیادہ معلومات درج نہیں ہیں، ربعی نے اپنی کتاب تاریخ مولد العلماء و وفیاتہم میں آپ کا نام شہدائے کربلا میں ذکر کیا ہے۔

حمزہ بن حسنؑ بن علیؑ بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

ابن فندق اور عمری نے اپنی کتب میں آپ کو فرزندان امام حسن علیہ السلام میں شامل کیا ہے، جبکہ کتاب مناقب ابن شہر آشوب میں آپ کا شمار کربلا میں شہید ہونے والے فرزندان امام حسین علیہ السلام میں کیا گیا ہے، آپ کی کیفیت شہادت کے متعلق بھی مورخین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کا شمار ان بچوں میں ہو جو گھوڑوں کی ٹاپوں میں آکر یا دم گھٹ کر شہید ہوگئے۔

حمزہ بن عقیل بن ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی:
مورخ عمری نے آپ کا تذکرہ شہدائے کربلا کے ذیل میں کیا ہے، آپ کے متعلق تاریخ میں زیادہ معلومات درج نہیں ہیں۔

خالد بن جعفر بن عقیل بن ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی:
کتاب غصن الرسولؐ میں آپ کو شہدائے آل عقیل کے زمرے میں شامل کیا گیا ہے۔

خالد بن سعید بن عقیل بن ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی:
چونکہ آپ سنہ ۵۶ ہجرت کے بعد متولد ہوئے، لہذا آپ کا شمار ان اطفال میں ہوتا ہے کہ جو کربلا میں کسی حادثہ کا شکار ہو کر شہید ہو گئے تھے۔

زید بن حسنؑ بن علیؑ بن ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی:
جناب زید سنہ ۲۰ھ کو مدینہ منورہ میں متولد ہوئے اور سنہ ۱۲۰ھ میں بمقام بطحاء آپ کی وفات ہوئی، آپ کربلا کی جنگ میں شریک تھے جس کے بعد آپ کو اسیر بنایا گیا، امام سجاد علیہ السلام کی سفارش پر تمام اسرائے کربلا کے ساتھ جناب زید کو بھی آزاد کیا گیا۔

زید بن حسینؑ بن علیؑ بن ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی:
ابن شہر آشوب نے علی اکبر، ابراہیم، عبد اللہ، محمد، حمزہ، علی اصغر، جعفر، عمر، زید کو ان فرزندان امام حسین علیہ السلام میں شامل کیا ہے جو کربلا میں شہید ہوئے، گرچہ ان اسماء اور ان کی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

سعد بن عبدالرحمان بن عقیل بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

سعد بن عبدالرحمان تقریبا سنہ ۵۴ ھ کو متولد ہوئے، آپ کے والد عبدالرحمان الاکبر اور والدہ خدیجہ بنت علی علیہ السلام تھیں، آپ کے والد کربلا میں شہید ہوئے، شیخ حسن شوکی کی کتاب مقتل الحسینؑ میں وارد ہوا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد جس وقت لشکر دشمن نے خیام پر حملہ کیا تو شدت عطش اور خوف و ہراس سے سعد اور ان کے بھائی عقیل شہید ہو گئے۔

سعید بن عقیل بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

دربندی نے کتاب اسرار الشہادۃ میں نقل کیا ہے کہ روز عاشورا جعفر بن مسلم بن عقیل کے بعد سعید بن عقیل میدان جنگ میں وارد ہوئے، اور ستر دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارا یہاں تک کہ ایک تیر آپ کے گلے پر پیوست ہوا جس کے نتیجہ میں آپ کی شہادت واقع ہوئی، شہادت کے وقت آپ کی عمر ۲۰ سال سے زیادہ تھی۔

عباس الاصغر بن علیؑ بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

عباس الاصغر سنہ ۴۰ھ کو متولد ہوئے، آپ کی مادر گرامی کا نام ورقاء تھا، کتاب تاریخ خلیفہ، لباب اور ناسخ التواریخ میں عباس الاصغر کا تذکرہ شہدائے کربلا کے ذیل میں کیا گیا ہے، ناسخ التواریخ کی روایت کے مطابق آپ کی شہادت اس وقت ہوئی کہ جب شب عاشور امام حسین علیہ السلام کی طرف سے پانی لانے کے لئے نہر فرات پر حملہ ہوا تھا۔

عباس الاکبر بن علیؑ بن ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی:

جناب عباس کی ولادت کے متعلق مورخین کے درمیان مختلف اقوال پائے جاتے ہیں بعض نے آپ کی ولادت کو سنہ ۱۸ھ اور بعض دیگر نے سنہ ۲۶ھ کو ذکر کیا ہے، چونکہ ام البنین فاطمہ بنت حرام [1] کا نکاح امام علیؑ سے سنہ ۱۱ھ میں ہوا تھا، لہذا سنہ ۱۸ھ میں آپ کی ولادت کا احتمال قوی تر معلوم ہوتا ہے، آپ کے القاب قمر بنی ہاشم، سقا اور کنیت ابو الفضل، ابو القاسم، ابو قربۃ تھی، جابر ابن عبد اللہ انصاری نے زیارت کے وقت آپ کو یوں مخاطب فرمایا:

السلام علیک یا ابا القاسم، السلام علیک یا عباس ابن علی

آپ نے امیر المومنینؑ کے ساتھ جنگ صفین میں شرکت کی تھی جہاں آپ نے ابن شعثاء جو دس ہزار شجاعوں پر بھاری تھا کو اس کے سات فرزندوں کے بعد موت کے گھاٹ اتارا۔

حضرت عباس نے لبابہ بنت عبید اللہ بن عباس بن عبد المطلب سے عقد فرمایا جن سے اللہ نے آپ کو دو فرزند فضل اور عبید اللہ عطا فرمائے، واقعہ کربلا کے وقت فضل کمسن تھے لہذا وہ اپنی مادر کے ساتھ مدینہ ہی میں مقیم رہے اور کمسنی میں رحلت فرماگئے، لیکن عبید اللہ (جوکہ فقیہ وعالم تھے) نے ۵۵ سال عمر کی۔

جناب عباس کے حسن، قاسم، محمد نامی اور تین فرزند تھے جن کی مائیں تین مختلف کنیزیں تھیں، جن میں سے قاسم اور محمد کربلا میں شہید ہوئے تھے، بعض مورخین نے عبد اللہ کو بھی آپ کے فرزندوں میں شامل کیا ہے، جوکہ کمسن تھے اور کربلا میں اسیر کئے گئے تھے۔

جناب عباس کی عظمت کو ائمہ علیہم السلام کے اقوال کے ذریعہ سمجھا جا سکتا ہے، امام سجادؑ نے آپ کے بارے میں فرمایا:

رحم اللہ عمی العباس فلقد آثر و ابلی وفدی اخاہ بنفسہ حتی قطعت یداہ، فابدلہ اللہ عز و جل بھما جناحین یطیر بھما مع الملائکۃ فی الجنۃ، کما جعل لجعفر بن ابی طالب، و ان للعباس عند اللہ تبارک و تعالی منزلۃ یغبطہ بھا جمیع الشھداء یوم القیامۃ

---

[1] حرام حرف راء کے ساتھ درست ہے۔

اللہ رحمت فرمائے میرے چچا عباس پر، کہ جنھوں نے اپنے بھائی پر اپنی جان قربان کی، ایثار وفداکاری اور نہایت سختیاں برداشت کرتے ہوئے میدان میں بہادری کے جوہر دکھائے، یہاں تک کہ ان کے دونوں ہاتھ قطع ہو گئے، جن کے بدلے اللہ تعالیٰ نے انھیں بہشت میں دو پر عطا کئے ہیں، جن سے وہ فرشتوں کے ساتھ بہشت میں پرواز کرتے ہیں، یہ اسی طرح سے ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے جعفر بن ابوطالب کو دو پر عطا کئے تھے، بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک عباس کا بہت بلند مقام ہے کہ قیامت کے دن تمام شہداء ان پر رشک کریں گے۔

کربلا میں جناب عباس جنگ کے لئے سب سے آخر میں تشریف لے گئے تھے (1) چونکہ جب کبھی آپ امام حسین علیہ السلام سے جنگ کی اجازت مانگتے تو امام فرماتے کہ آپ میرے لشکر کے علمدار ہیں، اگر آپ شہید ہوگئے تو لشکر متفرق ہو جائے گا، اور جب آخری وقت اجازت دی تو پانی مہیا کرنے کا حکم فرمایا۔

عبدالرحمان الاکبر بن عقیل بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

عبدالرحمان الاکبر تقریبا سنہ ۳۷ھ کو متولد ہوئے، آپ کی مادر گرامی کا نام خلیلہ تھا، ابن شہرآشوب نقل کرتے ہیں کہ عبدالرحمان اپنے بھائی جعفر بن عقیل کے بعد میدان جنگ میں وارد ہوئے اور مبارز طلب کرتے ہوئے آپ نے یہ رجز پڑھا:

ابی عقیل فاعرفوا مکانی، من هاشم و هاشم اخوانی، کهول صدق سادة الاقران، هذا حسین شامخ البنیان، و سید الشیب مع الشبان

میرا مقام جان لو کہ میرے بابا عقیل ہیں کہ جو ہاشمی ہیں اور میرے بھائی ہاشمی خاندان سے ہیں، وہ پیکر صداقت اور ہمتاؤں کے سردار ہیں، یہ حسین ہیں جو بلند و عالی مرتبت ہیں، پیری میں جوانوں کے سردار ہیں۔

اس رجز کے بعد آپ نے ۱۷ دشمنوں کو واصل جہنم کیا اور آخر میں جام شہادت کو نوش فرمایا، امام عسکری نے زیارت ناحیہ میں آپ پر اس طرح سلام بھیجا:

1- آپ کے بعد صرف اطفال شہید کئے گئے۔

السلام علی عبد الرحمان بن عقیل، لعن اللہ قاتلہ و رامیہ عمر بن خالد بن اسد الجھنی

سلام ہو عبد الرحمان بن عقیل پر، اللہ کی لعنت ہو ان کے قاتل اور ان پر تیر چلانے والے عمر بن خالد بن اسد جہنی پر۔

عبد الرحمان بن مسلم بن عقیل بن ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی:

جناب مسلم بن عقیل کے چودہ فرزند اور دو بیٹیاں تھیں جن کے اسامی یہ ہیں:

۱۔ ابراہیم شہید کوفہ ۔۲۔احمد شہید کربلا ۔۳۔ جعفر شہید کربلا ۔۵۔ عبد الرحمان ۔۶۔ عبد العزیز ۔۷۔ عبد اللہ شہید کربلا ۔۸۔ عبید اللہ شہید کربلا ۔۹۔ علی ۔۱۰۔ عون شہید کربلا ۔۱۱۔ محمد الاصغر شہید کوفہ ۔۱۲۔ محمد الاکبر شہید کربلا ۔۱۴۔ مسلم ۔۱۵۔ حمیدہ آپ کربلا میں حاضر ہوئیں ۔۱۶۔ عاتکہ ۔

جناب عبد الرحمان کی شخصیت کے متعلق تاریخ میں اختلاف ہے لہذا احتمال ہے کہ آپ شہدائے کربلا میں شامل ہوں۔

عبد اللہ بن مغیرہ بن حارث بن عبد المطلب بن ہاشمی:

ابن حجر عسقلانی، ابن عساکر اور ابن سعد نے طبقات میں آپ کا ذکر شہدائے کربلا میں کیا ہے، عبد اللہ بن مغیرہ کربلا کے وہ واحد ہاشمی ہیں کہ جو ابوطالب کی اولاد سے نہیں تھے، آپ تقریبا سنہ ۸ قبل از ہجرت کو مکہ میں متولد ہوئے، فتح مکہ کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کی، رسولِ اسلام کی وفات کے بعد امام علی علیہ السلام کے ہمراہ کوفہ تشریف لے گئے اور جنگ جمل، صفین اور نہروان میں شرکت کی، بعد از شہادت امیر المومنین مدینہ مراجعت کی اور امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ کربلا میں شہادت پائی۔

عبداللہ الاصغر بن حسنؑ بن علیؑ بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

عبداللہ الاصغر سنہ ۴۹ھ کو متولد ہوئے، آپ کی مادر گرامی کا نام زینب بنت سبیع تھا، تاریخی منابع سے معلوم ہوتا ہے کہ کربلا میں آپ سب سے آخری شہید تھے۔

عبداللہ الاصغر بن عقیل بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

عبداللہ الاصغر تقریبا سنہ ۲۷ھ کو متولد ہوئے، آپ اپنے بڑے بھائی عبداللہ الاکبر سے پہلے شہید ہوئے۔

عبداللہ الاصغر بن علیؑ بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

عبداللہ الاصغر سنہ ۳۷ھ کو متولد ہوئے، آپ کی والدہ کا نام لیلہ نشلیہ تھا جن سے حضرت علی علیہ السلام نے سنہ ۳۶ھ میں عقد فرمایا تھا، عبداللہ الاصغر اپنے حقیقی بھائی ابوبکر کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔

عبداللہ الاکبر بن حسنؑ بن علیؑ بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

عبداللہ الاکبر سنہ ۲۵ھ کو متولد ہوئے، روز عاشورا ہانی بن ثبیت الحضرمی نے آپ کو شہید کیا۔

عبداللہ الاکبر بن عقیل بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

عبداللہ الاکبر تقریبا سنہ ۲۰ھ کو متولد ہوئے، آپ نے میمونہ بنت علیؑ ابن ابیطالب سے عقد فرمایا جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو علی، عبدالرحمان، عقیل اور محمد جیسے فرزند عطا فرمائے، روز عاشورا آپ اپنے بھائی عبداللہ الاصغر کے بعد میدان کارزار میں تشریف لائے اور یہ رجز پڑھا:

خلوا عن المصحر دون الغیل، خلوا عن الواضح من عقیل، یمنع عن صریخة الرسول، بسیفه المهند المصقول، شیر بہادر کے سامنے سے ہٹ جاؤ اور دھوکے میں مت رہو، عقیل کے شیر سے مقابلہ نہ کرو، وہ رسولؐ کے لختِ جگر کے دفاع میں اپنی تیز دھار چمکتی تلوار کے ساتھ میدان میں آیا ہے۔

اس رجز کے بعد آپ نے جنگ شروع کی اور بہتیروں کو قتل کرنے کے بعد درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

عبداللہ الاکبر بن علیؑ بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

جناب عبداللہ الاکبر ام البنین کے چار فرزندوں (یعنی عباس، جعفر، عبداللہ الاکبر، عثمان الاکبر) میں سے تیسرے فرزند تھے جو سنہ ۳۵ھ میں متولد ہوئے، آپ جناب عباس سے پہلے میدان کارزار میں تشریف لے گئے اور ایک عظیم جنگ کے بعد شربت شہادت کو نوش فرمایا، آپ پر امام عسکریؑ نے زیارت ناحیہ میں یوں سلام بھیجا ہے:

السلام علی عبد الله ابن امیر المومنین مبلی البلاء والمنادی بالولاء فی عرصة کربلاء، المضروب مقبلا و مدبرا، لعن الله قاتله هانی بن ثبیت الحضرمی

سلام ہو عبداللہ بن امیر المومنینؑ پر جو سخت ترین امتحان سے گزرے، اور جنھوں نے میدان کربلا میں صدائے ولایت بلند کی، انھیں سامنے اور پشت دونوں جانب سے تیروں کا نشانہ بنایا گیا، ان کے قاتل ہانی بن ثبیت حضرمی پر اللہ کی لعنت ہو۔

عبداللہ الاوسط بن حسنؑ بن علیؑ بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

بعض مورخین نے آپ کا تذکرہ شہدائے کربلا اور بعض دیگر نے اسیران کربلا کے ذیل میں کیا ہے۔

عبداللہ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

شہدائے کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے دو نومولود فرزندوں کا تذکرہ ملتا ہے جن میں سے ایک کا نام عبداللہ رضیع اور دوسرے کا نام علی اصغر تھا، حسینی دائرۃ المعارف کے مصنف آیت اللہ محمد صادق کرباسی نے اس مقام پر سب

سے پہلے مختلف مقاتل کی ان روایات کہ جن میں عبد اللہ رضیع اور علی اصغر کا تذکرہ ملتا ہے کو ذکر کیا ہے جن میں تسمیۃ من قتل مع الحسینؑ (مصنف فضیل اسدی)، الحدائق الوردیۃ (مصنف البراقی)، مقاتل الطالبین (مصنف ابو الفرج اصفہانی)، الارشاد (مصنف شیخ مفید)، شرح اخبار (مصنف ابوحنیفہ النعمان)، مقتل الحسینؑ (مصنف خوارزمی)، ملہوف (مصنف ابن طاوس)، مناقب آل ابی طالب (مصنف ابن شہر آشوب)، تاریخ الامم و الملوک (مصنف طبری)، الفتوح (مصنف ابن اعثم کوفی)، طبقات کبری (مصنف ابن سعد)، مثیر الاحزان (مصنف ابن نما)، مقتل ابی مخنف، الاحتجاج (مصنف طبرسی)، اسرار الشہادۃ (مصنف دربندی)، معجم الکبیر (مصنف طبرانی)، تذکرۃ الخواص (مصنف سبط ابن جوزی)، لباب الانساب (مصنف ابن فندق)، انساب الاشراف (مصنف بلاذری)، مطالب السؤل (مصنف ابن طلحہ) جیسی کتابیں شامل ہیں۔

ان کتب میں موجودہ روایات پر تحقیق و بررسی کے بعد مصنف آیت اللہ کرباسی اس نتیجہ پر پہنچے کہ:

عبد اللہ بن الحسین علیہ السلام کی والدہ کا نام رباب بنت امرئ القیس تھا، آپ روز عاشورا کو بوقت ظہر کربلا میں متولد ہوئے، جناب سکینہ آپ کی بہن تھیں، امام حسین علیہ السلام آپ کو اپنے ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے در خیمہ پر تشریف فرما تھے کہ اسی وقت حرملہ بن کاہل اسدی کا تیر لگا اور آپ شہید ہو گئے، امام عسکری علیہ السلام نے زیارت ناحیہ میں آپ پر اس طرح سلام بھیجا ہے:

السلام علی عبد الله بن الحسین، الطفل الرضیع، المرمی الصریع، المتشحط دما، المصعد دمہ فی السما، المذبوح بالسهم فی حجر ابیہ، لعن الله رامیہ حرملہ بن کاهل الاسدی و ذویہ

سلام ہو عبد اللہ بن حسینؑ پر، وہ طفل شیرخوار، وہ تیر سے چھلنی بدن، وہ خون میں لت پت، کہ جس کا خون آسمان کی طرف اٹھایا گیا، جسے اس کے باپ کی گود میں تیر سے ذبح کیا گیا، اللہ لعنت کرے اس پر تیر اندازی کرنے والے حرملہ بن کاہل اسدی اور اس کے ساتھیوں پر۔

لیکن آیت اللہ کرباسی کے نزدیک علی اصغر بن حسین علیہ السلام بنا بر مشہور رجب المرجب سنہ ۶۰ ھ کو مدینہ منورہ میں متولد ہوئے، آپ کی والدہ کا نام ام اسحاق تھا، روز عاشورا امام حسین علیہ السلام دشمنوں سے سوال آب کے

لئے آپ کو اپنی آغوش میں مقتل لے گئے جہاں پانی کے بجائے هانی بن ثبیث الحضرمی نے تیر چلا کر آپ کو شہید کردیا، شہادت کے بعد امام حسینؑ نے علی اصغر کو خیمہ کے نزدیک دفنایا۔
یہ بات قابل ذکر ہے کہ بعض موٴرخین عبداللہ رضیع اور علی اصغر کو ایک ہی فرد جانتے ہیں۔

عبداللہ بن حکم بن عقیل بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

عبداللہ بن حکم تقریباً سنہ ۵۶ھ کو متولد ہوئے، ربعی نے آپ کا تذکرہ شہدائے آل عقیل میں کیا ہے، لیکن دوسرے کسی مقتل میں آپ کا ذکر نہیں ملتا، لہذا آپ کی کیفیت شہادت کے بارے میں معلومات موجود نہیں ہیں، ممکن ہے کہ آپ کمسنی میں شدت پیاس اور خوف کی وجہ سے کربلا میں شہید ہوئے ہوں۔

عبداللہ بن عباس الاکبر بن علیؑ بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

جناب عبداللہ بن عباس کے بارے میں موٴرخین کے درمیان مختلف آراء پائی جاتی ہیں، بعض نے آپ کا تذکرہ شہدائے کربلا میں کیا ہے اور بعض دیگر نے آپ کی کمسنی کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ کا تذکرہ اسراء کربلا میں کیا ہے، قول دوم محقق کرباسی کے نزدیک قوی تر ہے۔

عبداللہ بن مسلم بن عقیل بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

عبداللہ بن مسلم سنہ ۴۴ھ کو متولد ہوئے، آپ کی مادر گرامی کا نام رقیۃ الکبری بنت علی علیہ السلام تھا، جب آپ امام حسینؑ سے جنگ کی اجازت طلب کرنے تشریف لائے تو امام علیہ السلام نے آپ کو اپنی مادر کے ساتھ معرکہ کارزار چھوڑنے کے لئے کہا یہ سن کر آپ نے فرمایا اے میرے آقا مولا میں آپ کو کس طرح دشمنوں کے درمیان چھوڑ کر چلا جا سکتا ہوں، پھر آپ نے اس شعر کو پڑھا:

نحن بنوهاشم الكرام، نحمى عن ابن السيد الامام، نسل على الاسد الضرغام، سبط النبى المصطفى التهامى

ہم عظمت والے خاندان بنی ہاشم کی اولاد ہیں، ہم سید الانام کے فرزند کا دفاع و حمایت کرتے ہیں، ہم شیر بیشۂ کربلا، نواسۂ نبی مصطفیٰ پر جان قربان کردیں گے۔

جناب عبد اللہ اجازت ملنے پر میدان کارزار میں تشریف لائے اور آپ نے حملہ کرتے ہوئے اس رجز کو پڑھا:

الیوم القی مسلما وھو ابی، وفتیة بادوا علی دین النبی، لیسوا بقوم عرفوا بالکذب، لکن خیار و کرام النسب، من ھاشم السادات اھل الحسب

آج میں مسلم سے ملاقات کروں گا کہ جو میرے پدر بزرگوار ہیں، اور ان نوجوان سے کہ جنھوں نے دین نبیؐ پر فداکاری کی، وہ ایسی قوم نہیں جو جھوٹی ہونے کی شہرت رکھتی ہو، لیکن وہ نیک و صالح اور اعلیٰ نسب والے ہیں، وہ ہاشمی سادات سے ہیں جو بلند پایہ کردار کے مالک ہیں۔

جناب مظفر فرماتے ہیں کہ حضرت مسلم کی اولاد میں عبد اللہ سب سے زیادہ شجاع تھے، جس وقت آپ نے لشکر یزید پر حملہ کیا تو ان میں سے ۹۸ افراد کو واصل جہنم فرمایا، اس دوران آپ نے اپنا ہاتھ پیشانی پر رکھا ہی تھا کہ کسی دشمن کا تیر آپ کے ہاتھ اور پیشانی پر پیوست ہوگیا، وقت کو غنیمت سمجھ کر دشمنوں نے پے در پے ضربات کے ذریعہ آپ کو شہید کردیا، امام عسکری علیہ السلام زیارت ناحیہ میں آپ پر اس طرح سلام بھیجتے ہیں:

لسلام علی القتیل ابن القتیل عبد اللہ بن مسلم بن عقیل و لعن اللہ قاتلہ عامر بن صعصعة

سلام ہو قتیل ابن قتیل عبد اللہ بن مسلم بن عقیل پر، اور لعنت ہو ان کے قاتل عامر بن صعصعہ پر۔

عبید اللہ بن عباس الاکبر بن علیؑ بن ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی:

عبید اللہ بن عباس الاکبر سنہ ۵۰ ھ کو متولد ہوئے، آپ کی مادر گرامی کا نام لبابہ تھا، فضل آپ کے سگے بڑے بھائی تھے، اکثر مورخین نے ذکر کیا ہے کہ آپ اپنی مادر گرامی اور بھائی فضل کے ساتھ مدینہ منورہ ہی میں قیام پذیر تھے اور کربلا میں کمسنی کی وجہ سے شریک نہ ہوسکے، گرچہ بعض دیگر نے آپ کو شہدائے کربلا میں اور بعض نے اسرائے کربلا میں شامل کیا ہے لیکن قول اول کو اکثر مورخین نے منتخب فرمایا ہے، آپ کا شمار ان کبار فقہاء، اہل معرفت و بصیرت اصحاب امام سجاد علیہ السلام میں ہوتا ہے کہ جن سے امام سجاد علیہ السلام بے حد محبت فرماتے تھے۔

عبیداللہ ابن عبداللہ الاکبر بن جعفر بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

عبیداللہ تقریبا سنہ ۷۰ھ کو مدینہ منورہ میں متولد ہوئے آپ کی مادر گرامی کا نام ام الخوصاء تھا، چونکہ جناب عبداللہ خود کربلا میں حاضر نہ ہو سکے لہذا آپ نے اپنے فرزندوں کو امام حسین علیہ السلام کے سپرد فرمایا تاکہ وقت ضرورت وہ امام کی نصرت کر سکیں، عون و محمد کے علاوہ جناب عبیداللہ کو ابوالفرج اصفہانی، ابن شہر آشوب، خوارزمی، امین جیسے مورخین نے شہدائے کربلا میں شامل کیا ہے۔

عبیداللہ بن علی بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

عبیداللہ سنہ ۳۹ ھ کو متولد ہوئے، آپ نے معرکۂ کربلا میں شرکت کی، اس جنگ میں آپ پر شدید جراحتیں وارد ہوئیں لیکن آپ زندہ رہے اور آپ کو اسیر بنایا گیا آپ سنہ ۶۷ھ میں بصرہ کے مذار نامی مقام پر شہید کر دیئے گئے، آپ کے قاتل کے بارے میں کسی کو کوئی اطلاع نہ مل سکی۔

عبیداللہ بن مسلم بن عقیل بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

روز عاشورا آپ نے امام حسین علیہ السلام سے اجازت لی اور معرکۂ کربلا میں اس رجز کو پڑھتے ہوئے وارد ہوئے:

اقسمت لا اقتل الا حرا، وقد وجدت الموت شیئا مرا، اکرہ ان ادعی جبانا فرا، ان الجنان من عصی و فرا

میں نے قسم کھائی ہے کہ حر (آزاد) ہی قتل کیا جاؤں، میں نے موت کو تلخ چیز پایا ہے، مجھے پسند نہیں کہ مجھے بزدل و میدان چھوڑ کر بھاگنے والا کہا جائے، بیشک بزدل وہ ہے جو نافرمان ہو اور میدان چھوڑ کر فرار کر جائے۔

اس رجز کے بعد آپ نے تیرہ دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارا جس کے بعد آپ شہید ہو گئے۔

عتیق بن علیؑ بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

بعض مورخین جن میں یافعی، دیار بکری ابن عماد شامل ہیں نے جناب عتیق کو شدائے کربلا میں شامل کیا ہے، جبکہ آپ کی شہادت کی تفصیلات ہماری دسترس میں نہیں ہیں۔

عثمان بن علیؑ بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

عثمان بن علیؑ سنہ ۳۹ھ کو متولد ہوئے، حضرت علیؑ نے آپ کا نام رسولؐ اسلام کے جلیل القدر صحابی عثمان بن مظعون کے نام پر رکھا، عثمان جناب عباس کے بھائی اور ام البنین کے فرزند تھے، روز عاشورا جناب عباس نے آپ کو خود سے پہلے میدان جنگ میں بھیجا، امام عسکریؑ زیارت ناحیہ میں آپ پر یوں سلام بھیجتے ہیں:

السلام علی عثمان ابن امیر المومنین سمی عثمان بن مظعون، لعن الله رامیه بالسهم خولی بن یزید الاصبحی الایادی و الابانی الدارمی، سلام ہو عثمان بن امیرالمومنین پر، کہ جو عثمان بن مظعون کے ہمنام ہیں، اللہ کی لعنت ہو ان کے تیر چلانے والے خولی بن یزید اصبحی ایادی اور ابانی دارمی پر۔

عقیل بن عبدالرحمان الاکبر بن عقیل بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

جناب عقیل سنہ ۵۵ھ کو مدینہ منورہ میں متولد ہوئے، مورخ شعرانی کی نقل کے مطابق آپ کے والد عبدالرحمان الاکبر کربلا میں شہید ہوئے اور خیام حسینیؑ کو لوٹتے وقت عقیل اور آپ کے بھائی سعد، شدت پیاس و خوف کی وجہ سے شہید ہو گئے۔

عقیل بن عقیل بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

صرف زرندی نے جناب عقیل بن عقیل کا تذکرہ شدائے کربلا میں کیا ہے، تاریخ میں آپ کے بارے میں تفاصیل موجود نہیں ہیں۔

عقیل بن محمد بن عقیل بن ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی:

جناب عقیل بن محمد سنہ ۴۰ھ کے بعد متولد ہوئے، آپ کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا آپ کربلا میں شہید ہوئے یا اسیر بنائے گئے۔

علی اصغر بن حسینؑ بن علیؑ بن ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی:

جناب عبد اللہ بن حسینؑ کے تذکرہ کے ذیل میں عرض ہوا کہ دائرۃ المعارف الحسینیہ کے مصنف آیت اللہ کرباسی کے نزدیک جناب علی اصغر بن حسین علیہ السلام بنا بر مشہور رجب المرجب سنہ ۶۰ھ کو مدینہ منورہ میں متولد ہوئے، روز عاشورا امام حسینؑ علیہ السلام دشمنوں سے سوال آب کے لئے آپ کو اپنی آغوش میں مقتل لے گئے تھے جہاں پانی کے بجائے دشمنان اسلام نے تیر چلا کر آپ کو شہید کر دیا، شہادت کے بعد امام حسینؑ علیہ السلام نے علی اصغر کو خیمہ کے نزدیک دفنایا، مزید تفصیلات کے لئے عبد اللہ بن حسین علیہ السلام کی طرف رجوع کیا جائے۔

علی اصغر بن عقیل بن ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی:

ابو الفرج اصفہانی نے علی اصغر بن عقیل کا تذکرہ شہدائے کربلا کے ذیل میں ملتا ہے جبکہ آپ کی کیفیت شہادت تک ہمیں دسترسی حاصل نہیں ہے۔

علی اکبر بن حسینؑ بن علیؑ بن ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی:

جناب علی اکبر اور امام زین العابدین کی عمر میں مورخین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے لہذا آیت اللہ محمد صادق کرباسی نے ۲۹ کتابوں میں موجودہ مطالب پر تحقیق و بررسی کے بعد یہ نتیجہ اخذ فرمایا کہ جناب علی اکبر ۱۱ شعبان سنہ ۳۸ھ کو کوفہ میں متولد ہوئے، آپ کی والدہ کا نام لیلی بنت ابو مرۃ تھا، جناب زین العابدین کی ولادت سنہ ۳۳ھ کو واقع ہوئی لہذا چوتھے امام آپ سے سن میں بزرگتر تھے اور جناب علی اکبرؑ کو علی اصغرؑ کے مقابلہ میں اکبر کہا جاتا ہے۔

مختلف روایات کی روشنی میں جناب علی اکبر ہاشمی شہداء میں سب سے پہلے شہید ہیں، امام عسکری نے بھی زیارت ناحیہ میں آپ کو شہید اول کے عنوان سے مخاطب کیا ہے:

السلام علیک یا اول قتیل من نسل خیر سلیل من سلالۃ ابراھیم الخلیل (بحار الانوار ج ۴۵ ص ۶۵)

آپ پر سلام ہو اے ابراہیم خلیل اللہ کی پاک نسل سے پاک ذریت کے سب سے پہلے شہید۔

علی بن حسینؑ بن علیؑ بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

جناب علی بن حسینؑ سنہ ۳۳ھ کو مدینہ منورہ میں متولد ہوئے، آپ کی مادر گرامی کا نام شاہ زنان بنت یزدجرد تھا، آپ کا شمار یاران امام حسین علیہ السلام میں اس عنوان سے ہے کہ آپ کربلا میں موجود تھے لیکن شدید علالت کی بنا پر جنگ میں شریک نہ ہو سکے، اللہ تعالیٰ نے امامت کے تحفظ کے لئے آپ پر بیماری کو عائد کیا تاکہ آپ جنگ میں شرکت نہ کر سکیں اور اس طرح امامت کا سلسلہ جاری و ساری رہے، شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد آپ نے ۳۴ سال تک قیام کربلا کے اسباب، مظلومیت امام حسین علیہ السلام اور کربلا میں رونما ہونے والے مظالم کو لوگوں کے سامنے بیان فرمایا، سنہ ۹۲ھ میں ولید بن عبد الملک نے آپ کو زہر دے کر شہید کر دیا، آپ کو جنت البقیع میں امام حسن مجتبیٰ کے قریب دفنایا گیا۔

علی بن علیؑ بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

براقی نے کتاب حدائق الوردیہ میں اولاد ام البنین کے ذیل میں علی بن علیؑ کا تذکرہ شہدائے کربلا میں کیا ہے۔ جبکہ تاریخ میں ام البنین کے چار فرزندوں یعنی عباس جعفر، عبداللہ، عثمان کے نام موجود ہیں، اس بات کا احتمال ہے کہ مصنف کتاب حدائق سے علی اصغر یا علی اکبر اور علی بن علیؑ میں غلط واقع ہوا ہو۔

عمر الاصغر بن علی بن ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی:

عمر الاصغر سنہ ۴۰ھ کو متولد ہوئے، کہا جاتا ہے کہ فرزندان امام علی علیہ السلام میں آپ سب سے آخری فرزند تھے۔ آپ میدان جنگ میں اس رجز کے ساتھ وارد ہوئے:

اضربکم و لا اری فیکم زجر، ذا الشقی بالنبی قد کفر، یا زجر یا زجر تدان من عمر، لعلک الیوم تبوا من سقر، شر مکان فی حریق و سعر، لانک الجاحد یا شر البشر

میں تم پر ایسی کاری ضرب لگاؤں گا کہ تم میں زجر زندہ نہیں بچ پائے گا، وہ زجر جو شقی و کافر ہے، اے زجر یہ عمر کی طرف سے تیرے لئے سزا ہے، عین ممکن ہے کہ تو آج سقر میں وارد ہو، وہ سقر کہ جو بدترین ٹھکانہ ہے کہ جس میں آگ اور اس کے شعلے ہیں، یہ تیرا ٹھکانہ ہے چونکہ تو اے شریر ترین بشر، کافر ہے۔

پھر آپ نے زجر بن بدر النخعی نامی فرد پر حملہ کیا اور اسے قتل کرنے کے بعد یہ رجز پڑھا:

خلوا یا عداۃ اللہ خلوا عن عمر، خلوا عن اللیث الھصور المکفھر، یضربکم بسیفہ ولا یفر، و لیس فیھا کالجبان المنجحر

میرے سامنے سے ہٹ جاؤ اے عمر کے دشمنو، اس سے دور ہو جاؤ جو بپھرا ہوا شیر ہے، وہ تم پر اپنی تلوار سے ایسی ضرب لگائے گا کہ تمہارے فرار کا راستہ کوئی نہ ہوگا، تم میں کوئی بھی طاقتور نہیں بلکہ سبھی بزدل و بھگوڑے ہو۔

اس رجز کے ساتھ آپ جنگ کرتے رہے یہاں تک کے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

عمر الاطرف بن علی بن ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی:

عمر الاطرف سنہ ۱۳ھ کو مدینہ منورہ میں متولد ہوئے، آپ معرکۂ کربلا میں شریک تھے، جنگ میں مجروح ہونے کے بعد آپ کو شفا حاصل ہوئی، اس طرح آپ واقعہ کربلا کے بعد بھی زندہ رہے اور آپ نے سنہ ۸۸ھ کو پائی حجاز میں وفات پائی۔

عمرو بن حسنؑ بن علیؑ بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

عمرو بن حسنؑ تقریباً سنہ ۳۷ھ کو متولد ہوئے، آپ کے بارے میں مورخین کے درمیان مختلف آراء پائی جاتی ہیں، بعض نے آپ کو شہدائے کربلا میں اور بعض دیگر نے اسیران کربلا میں شامل کیا ہے، بعض نے یہ بھی کہا کہ آپ قبل از عاشورا سفر حج میں بمقام ابواء رحلت کر گئے واللہ العالم۔

عون بن جعفر بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

جناب عون بن جعفر سنہ ۳ھ کو حبشہ میں متولد ہوئے، آپ کی مادر گرامی کا نام اسماء بنت عمیس تھا، سنہ ۷ھ کو عون والدین کی معیت میں مدینہ منورہ تشریف لائے، جناب جعفر طیار کی شہادت کے بعد آپ کی کفالت کا ذمہ رسولؐ اسلام نے لیا اور آنحضرتؐ کی وفات کے بعد آپ امام علیؑ کے ساتھ رہے اور جنگ جمل، جنگ صفین و نہروان میں شرکت کی، امام علیؑ کی شہادت کے بعد آپ نے ساری زندگی امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے ساتھ گزاری اور اپنی زوجہ ام کلثوم بنت علیؑ کے ساتھ معرکۂ کربلا میں حاضر ہوئے، جناب علی اکبر کے بعد آپ میدان جنگ میں تشریف لائے اور یہ رجز پڑھا:

ان تنکرونی فانا ابن جعفر، شهید صدق فی الجنان ازهر، یطیر فیها بجناح اخضر، کفی بهذا شرفا فی المحشر

اگر تم نہیں جانتے تو جان لو کہ میں جعفر کا فرزند ہوں، ایسے شہید کا فرزند جو شہادت کے بعد بہشت بریں میں سبز پروں کے ساتھ پرواز کر رہے ہیں، اور قیامت کے دن میرے لئے یہی اعزاز کافی ہے۔

عون بن جعفر کی جنگ کی تفصیلات تک ہمیں دسترسی حاصل نہ ہوسکی البتہ اس میں کوئی تردید نہیں کہ آپ کے قاتل کا نام زید بن رقاد جنبی ہے۔

عون بن عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

عون بن عبداللہ سنہ ۲۵ ھ کو مدینہ منورہ میں متولد ہوئے، آپ کی مادر گرامی زینب بنت علی تھیں، روز عاشورا جس وقت آپ میدان کارزار میں وارد ہوئے تو آپ نے اس طرح رجز پڑھا:

اقسمت لا ادخل الا الجنة، مواليا لاحمد و السنة، والفوز من بعد انقطاع المنة، هو الذى انقذنا بمنه، صلى عليه الله بارى الجنة

میں نے قسم کھائی ہے کہ بہشت ہی میں جاؤں گا کہ میں احمد اور سنت نبوی کا دلدادہ ہوں، کامیابی کا راز دنیا سے منہ موڑنے میں ہے، اللہ نے ہمیں اپنے احسان کے ساتھ اس ہستی کے ذریعہ نجات عطا فرمائی ہے، اس پر خدا کا درود ہو۔

آپ نے اس رجز کے ساتھ جنگ شروع کی اور کئی دشمنوں کو واصل جہنم کرنے کے بعد شربت شہادت کو نوش فرمایا، امام عسکریؑ زیارت ناحیہ میں آپ پر یوں سلام بھیجتے ہیں:

السلام على عون بن عبد الله بن جعفر الطيار فى الجنان، حليف الايمان، و منازل الاقران، الناصح للرحمان، التالى للمثانى و القرآن، لعن الله قاتله عبد الله بن قطنة النبهانى

سلام ہو عون بن عبداللہ بن جعفر طیار پر کہ جو جنت میں محو پرواز ہیں، جو حلیف الایمان (خوگر ایمان) ہیں، بلند مرتبہ شخصیتوں کے ساتھ ہیں، جنھوں نے ہمیشہ خدائے رحمان کی طرف لوگوں کو بلایا ہے، جو ہمیشہ تلاوت قرآن میں رہتے ہیں، اللہ ان کے قاتل عبداللہ بن قطنہ نبہانی پر لعنت کرے۔

عون بن عقیل بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

ابن شہر آشوب، سبط جوزی نے عون بن عقیل کو شہدائے کربلا میں شامل کیا ہے، آپ کی شہادت کی تفصیلات تک ہمیں دسترسی حاصل نہیں ہے۔

عون بن علیؑ بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

عون بن علیؑ سنہ ۱۶ھ کو مدینہ منورہ میں متولد ہوئے آپ کی مادر گرامی کا نام اسماء بنت عمیس تھا، مامقانی نقل فرماتے ہیں کہ آپ امام حسین علیہ السلام کے وہ بھائی ہیں جو میدان کارزار میں سب سے پہلے وارد ہوئے۔ جس وقت عون بن علیؑ نے اصحاب امام حسین علیہ السلام کی ایک کثیر تعداد کو شہید ہوتے ہوئے دیکھا تو امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر جنگ کی اجازت طلب کی، امام نے پوچھا اے بھائی کیا آپ مرنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں موت کے لئے کیونکر آمادہ نہ ہو جاؤں جبکہ آپ کا کوئی یاور و مددگار نہیں ہے، یہ سن کر امام عالی مقام نے آپ کو جنگ کی اجازت فرمائی جس کے بعد آپ نے کئی دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار کر جام شہادت کو نوش فرمایا۔

عون بن مسلم بن عقیل بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

عون بن مسلم تقریباً سنہ ۴۰ھ کو متولد ہوئے، صرف مورخ دربندی نے آپ کا شمار شہدائے کربلا کے ذیل میں کیا ہے۔ آل عقیل سے یہ وہ تمام شہدائے کربلا ہیں کہ جن کی مختصر سی سوانح حیات ہم نے اس مقالہ میں پیش کی ہے یہ مطالب اس قطرے کی مانند ہیں کہ جو ایک کوزۂ آب سے اخذ کیا جائے، لہذا قارئین مزید تفصیلات کے لئے اصل کتاب معجم انصار الحسینؑ الہاشمیون جلد ۲ کی طرف مراجعہ فرمائیں۔
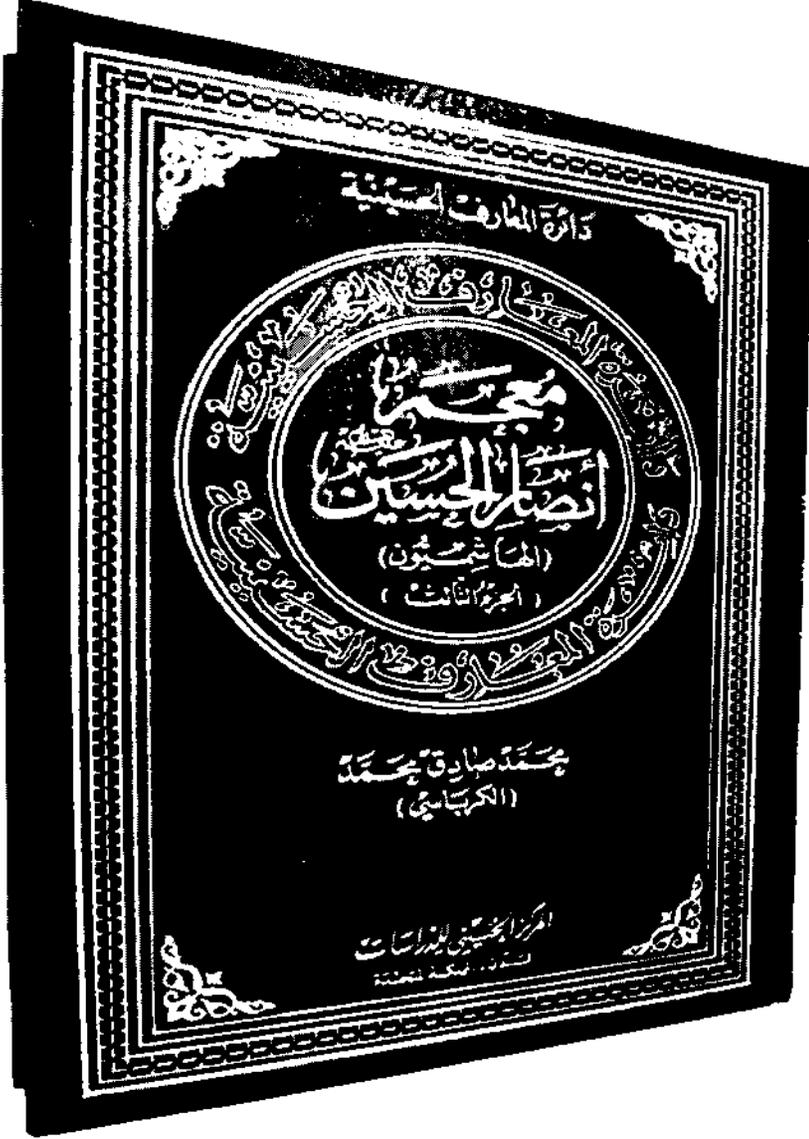
کتاب "امام حسینؑ علیہ السلام کے ہاشمی انصار" تین جلدوں پر مشتمل ہے جس کی تیسری جلد (جو ۴۰۲ صفحات پر مشتمل ہے) سنہ ۲۰۰۲ء میں لکھی گئی اور سنہ ۲۰۰۸ء کو زیور طبع سے آراستہ ہوئی، قارئین کرام اس کتاب میں موجود مطالب کی تلخیص کو آنے والے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

اصحاب امام حسین علیہم السلام (حصہ سوم)
(کربلاء کے ۲۷ ہاشمی شہداء)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو اجتماع پسند بنایا ہے یعنی انسان ابتدائے خلقت سے اپنے گرد و نواح میں موجود افراد سے انس پاتا ہے خواہ وہ افراد ماں باپ کی شکل میں ہوں یا بھائی بہن یا دوست کی شکل میں، جن سے وہ اپنی خوشیاں اور دکھ درد بانٹتا ہے۔

ماں باپ، بھائی بہن، اور دیگر تمام رشتوں کی طرح ایک رشتہ دوستی کا بھی ہے جس میں انسان اپنے دوست سے وہ تمام راز کی باتیں کرتا ہے کہ جو بسا اوقات ماں باپ اور بھائی بہن سے نہیں کی جاسکتیں، لہذا دین مبین اسلام میں دوست کو بڑی اہمیت دی گئی ہے چونکہ اگر دوست نیک اور خیر خواہ ہو تو وہ انسان کے ساتھ کبھی خیانت نہیں کرسکتا، لہذا بے دین، بے علم و عمل افراد سے دوستی کی سخت ممانعت کی گئی ہے۔

نیک دوست وہ ہے جو اپنے دوست کی فکری، علمی، مالی اور جانی امداد کے لئے ہمہ تن اور ہمہ وقت آمادہ ہو، گرچہ دوستی کے دعویدار دنیا میں بہت نظر آتے ہیں لیکن دوست کی صحیح پرکھ مصیبت کے موقع پر ہوتی ہے، لہذا ہر انسان کو چاہیے کہ وہ دوستی سے پہلے اپنے دوست کو آزما کر دیکھ لے کہ آیا وہ دوستی میں مخلص ہے یا نہیں۔

تاریخ اسلام میں معاویہ بن ابی سفیان کے انتقال کے بعد بہت سارے مسلمان امام حسین علیہ السلام کی دوستی کا دم بھرتے تھے، یہاں تک کہ جب یزید بر سر اقتدار آیا اور امام حسین علیہ السلام نے **مثلی لا یبایع مثل یزید** (میرے جیسا یزید جیسے کی بیعت نہیں کرسکتا) کہہ کر اس کی بیعت کو ٹھکرادیا اور مدینہ سے ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ میں وارد ہوئے تو کوفیوں نے ۱۲ ہزار خطوط امام کی خدمت میں بھیجے جن میں سے اکثر خطوط میں چالیس افراد کے اسماء اور

ان کے دستخط موجود تھے[1]، کوفیوں نے ان خطوط میں امام عالی مقام کی دوستی کا دم بھرتے ہوئے آپ کو کوفہ تشریف لانے کی دعوت دی۔

امام حسین علیہ السلام نے جناب مسلم ابن عقیل کو اپنا نمایندہ بنا کر کوفہ روانہ کیا، اٹھارہ ہزار[2] لوگوں نے آپ کی بیعت کی لیکن جیسے ہی ابن زیاد کوفہ میں وارد ہوا اور اس نے لوگوں کو قتل کی دھمکی دی تو تمام دوستی کے دعوے دار یکے بعد دیگرے حضرت مسلم کا ساتھ چھوڑنے لگے یہاں تک کہ آپ کو کوفہ میں بڑی بے رحمی کے ساتھ شہید کردیا گیا، حالات کے بدلنے سے آہستہ آہستہ جھوٹے دعویدار امام سے جدا ہوتے گئے یہاں تک کہ ایک قلیل تعداد نے روز عاشوراء اپنی جانوں کو آپ پر قربان کیا۔

بیشک حقیقی اصحاب و مددگار کی تعداد ہمیشہ کم رہی ہے لیکن کربلا میں اصحاب امام حسین علیہ السلام کی قلیل تعداد نے وہ کر دکھایا کہ جس کی مثال تاریخ میں کسی نبی وولی کے اصحاب میں نظر نہیں آتی، بہ الفاظ دیگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح اصحاب امام حسین نے دوستی کے تقاضوں کو پورا کیا ہے اس کی مثال تاریخ میں بے نظیر ہے جو رہتی دنیا تک تمام بشریت کے لئے نمونہ عمل ہے۔

کربلا کے جانبازوں کی قربانیوں کو ہر قوم و ملت نے سراہا ہے، چونکہ اصحاب کربلا نے سخت ترین حالات میں امام عالی مقام کا ساتھ نہیں چھوڑا، ان کی امام سے اس محبت و جذبہ قربانی کے ادراک کے لئے ضروری ہے کہ ہم ان کی سوانح حیات وسیرت پر غور وفکر کریں تاکہ ان کی زندگی ہمارے لئے مشعل راہ بن سکے، اسی مقصد کے پیش نظر محقق آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے حسینی دائرۃ المعارف کی چند جلدوں کو اصحاب امام حسین علیہ السلام کی سوانح حیات سے مخصوص فرمایا ہے جس میں مصنف نے ان کی زندگی پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے، شیخ کرباسی نے

1- زینب کبریٰ علیہا السلام من المھد الی اللحد، محمد کاظم یزدی ص ۱۴۸۔

2- اسرار عاشوراء سید محمد یزدی حصہ دوم ص ۱۰۔

یاران امام حسینؑ کے بیان میں بنی ہاشم کو اولویت دی ہے اور اس بات کو پایۂ ثبوت تک پہنچایا ہے کہ کربلا میں شہید ہونے والے تمام ہاشمی جوان نسل ابوطالب سے تھے۔

ہم اس مقام پر معجم انصار الحسینؑ (الھاشمیون) کی جلد سوم (جو ۴۰۲ صفحات پر مشتمل ہے اور سنہ ۲۰۰۸م زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے) میں موجودہ اصحاب امام حسینؑ کی سوانح حیات پر مختصر سی روشنی ڈالتے ہیں:

فضل بن علیؑ بن ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی:

فضل بن علیؑ تقریباً سنہ ۳۹ھ کو متولد ہوئے، صرف مورخ کاشانی نے اپنی کتاب روضۃ الشہداء میں آپ کی شہادت کا تذکرہ کیا ہے۔

قاسم بن حسنؑ بن علیؑ بن ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی:

قاسم بن حسنؑ سنہ ۴۶ھ کو متولد ہوئے، آپ کی شہادت اس قدر عظیم تھی کہ امام عسکریؑ نے زیارت ناحیہ میں آپ پر ان الفاظ میں سلام بھیجا:

السلام على القاسم بن الحسن بن على، المضروب هامته، المسلوب لامته، حتى نادى الحسين عمه، فجلى عليه عمه كالصقر، وهو يفحص برجليه التراب، والحسين يقول: بعدا لقوم قتلوک، و من خصمهم يوم القيامة جدک و ابوک، ثم قال: عز والله على عمک ان تدعوه فلا يجيبک، او يجيبک و انت قتيل جديل، فلا ينفعک، هذا والله يوم كثر واتره، و قل ناصره، جعلنى الله معكما يوم جمعكما، وبوأنى مبوأكما، و لعن الله قاتلک عمرو بن سعد بن نفيل الازدى و أصلاه جحيما و أعد له عذابا اليما (بحار الانوار جلد ۹۸ ص ۲۷۰)

سلام ہو قاسم بن حسنؑ بن علیؑ پر، کہ جنہیں زخموں سے چھلنی کر دیا گیا، اور ان کی زرہ سلب کر لی گئی، یہاں تک کہ انہوں نے اپنے چچا حسینؑ کو پکارا تو ان کے چچا عقاب کی مانند ان تک پہنچ گئے، اور دیکھا کہ وہ ایڑیاں رگڑ رہے ہیں، اس وقت امام حسینؑ نے یہ فرمایا: تباہ ہو تجھے قتل کرنے والے لوگ، قیامت کے دن آپ کے جد اور آپ کے بابا ان کی شکایت خدا سے کریں گے۔ اس کے بعد امام حسینؑ نے کہا: خدا کی قسم تیرے چچا پر یہ بات گران ہے کہ تو اسے

پکارے اور وہ تجھے جواب نہ دے سکے، یا جواب تو دے لیکن اس وقت تک تو شہید ہو چکا ہو اور تیرے لئے اس کا جواب فائدہ بخش نہ ہو، خدا کی قسم اس دن اس کے دشمن زیادہ اور اس کے مددگار کم ہیں، اللہ مجھے (امام عسکریؑ) آپ دونوں کے ساتھ اس دن اکٹھا کرے جب آپ دونوں اکٹھے ہوں، اور مجھے آپ دونوں کے ٹھکانے میں جگہ دے، اور آپ کے قاتل عمرو بن سعد بن نفیل ازدی پر لعنت کرے اور اسے دوزخ میں جلائے اور اس کے لئے دردناک عذاب مقرر کرے۔

قاسم بن عباس بن علی بن ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی:

قاسم بن عباس کی ولادت قبل از سنہ ۴۰ھ کو ہوئی، اسفرائینی[1] اور مظفر[2] نے آپ کا تذکرہ شہدائے کربلا میں کیا ہے، اسفرائینی فرماتے ہیں کہ جب جناب قاسم بن عباس کے بھائی شہید ہوئے تو آپ نے امام حسین علیہ السلام سے اجازت لی اور میدان جنگ میں وارد ہو کر یہ رجز پڑھا:

الیکم من بنی المختار ضربا، یشیب لھولہ الطفل الرضیع، الا یا معشر الکفار جمعا، ھلموا دونکم ضرب فظیع

اب تمہاری طرف اولادِ رسولؐ میں سے وہ میدان میں آرہا ہے جس کی ہیبت شیر خوار بچے کو بوڑھا کر دیتی ہے، ہاں اے کافروں کی جماعت، اب تم ایک کاری و مہلک ضرب کھانے کو تیار ہو جاؤ۔

اس رجز کے بعد آپ نے حملہ کیا اور ۱۰۸ دشمنوں کو واصل جہنم کرکے شربت شہادت نوش فرمایا۔

1- وفات سنہ ۳۱۶ھ۔

2- آپ کا نام عبد الواحد بن احمد بن حسن النجفی تھا جو سنہ ۱۳۱۰ھ کو نجف اشرف میں متولد ہوئے، آپ عالم، ادیب اور مورخ کی حیثیت سے جانے جاتے تھے، آپ کی تصنیفات میں البطل الاسدی حبیب، السیاسۃ العلویۃ اور مستدرک مقاتل الطالبین جیسی کتابیں شامل ہیں، آپ کی وفات سنہ ۱۳۹۵ھ میں واقع ہوئی۔

قاسم بن علی بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

قاسم بن علی تقریباً سنہ ۳۹ھ کو متولد ہوئے، ابن شہر آشوب نے آپ کا تذکرہ شہدائے کربلا کے ذیل میں کرتے ہوئے فرمایا کہ عبداللہ بن علی کے بعد قاسم بن علی میدان کارزار میں وارد ہوئے اور آپ نے ان کلمات کو اپنی زبان پر جاری فرمایا:

یا عصبة جارت علی نبیها، و کدرت، من عیشها ما قد نقی، فی کل یوم تقتلون سیدا، من اهله ظلما و ذبحا من قفا

اے وہ لوگو کہ جنہوں نے اپنے نبیؐ پر ظلم کیا ہے، اور اس طرح تم نے اپنی صاف ستھری زندگی کو آلودہ کر دیا ہے، تم ہر روز ان کی اولاد میں سے ایک سید کو نہایت بے دردی سے قتل کرتے ہو اور اسے پشت گردن سے ذبح کرتے ہو۔

کربلا کی اس معرکہ آرا جنگ میں آپ کو عمرو بن سعید ازدی نے شہید کیا۔

قاسم بن محمد الاکبر بن جعفر بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

قاسم بن محمد تقریباً قبل از سنہ ۳۷ھ کو متولد ہوئے، بعض ارباب مقاتل نے آپ کا تذکرہ شہدائے کربلا میں کیا ہے، روز عاشورا آپ نے امام حسین علیہ السلام سے اجازت لی اور میدان کارزار میں وارد ہو کر اس رجز کو پڑھا:

انا الغلام الابطحی الطالبی، من معشر من هاشم من غالب، و نحن حقا سادة الذوائب، هذا حسین اطیب الاطائب، من عترة الطهر النقی العاقب

میں ابطحی جوان ہوں جو ابوطالب کی نسل سے ہے، اس کی رگوں میں بنی ہاشم و بنی غالب کا لہو دوڑتا ہے، ہم ہی حقیقت میں لوگوں کے سردار ہیں اور یہ حسینؑ پاک، پاک نسل کے پاک ترین فرد ہیں، یہ اس پاک عترت سے ہیں جو اپنی پاکیزگی میں منفرد ہے۔

اس رجز کے بعد آپ نے حملہ شروع کیا اور ۸۰ گھوڑسوار اور ۱۲ پیادہ افراد کو موت کے گھاٹ اتارا، جس کے بعد دشمنوں نے گھیر کر آپ کو شہید کر دیا (وسیلۃ الدارین: ۲۴۵)۔

محمد بن ابو سعید الاحول بن عقیل بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

محمد بن ابو سعید سنہ ۳۵ھ کو متولد ہوئے، کربلا میں وقت شہادت آپ کی عمر ۲۵ سال تھی، امام عسکری زیارت ناحیہ میں آپ پر یوں سلام بھیجتے ہیں:

السلام علی محمد بن ابی سعید بن عقیل، و لعن الله قاتله لقیط بن ناشر (یاسر) الجهنی

سلام ہو محمد بن ابی سعید بن عقیل پر، اور اللہ لعنت کرے ان کے قاتل لقیط بن ناشر (یاسر) جہنی پر۔

محمد الاصغر بن جعفر بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

محمد الاصغر سنہ ۴ھ کو حبشہ میں متولد ہوئے، آپ کی مادر گرامی کا نام اسماء بنت عمیس تھا، آپ اپنے والدین کے ساتھ ۷ھ کو حبشہ سے مدینہ منورہ تشریف لائے، جب آٹھ ہجری میں جناب جعفر طیار کی شہادت واقع ہوئی تو رسولؐ اسلام نے آپ کے تمام اہل خانہ کی کفالت اپنے ذمہ لی، آنحضرتؐ کی وفات کے بعد محمد الاصغر حضرت امیر کے ساتھ تھے اور آپ نے جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان میں شرکت بھی کی، محمد الاصغر کو رسولؐ اسلام، حضرت علی، امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کی صحابیت کا شرف حاصل تھا آپ سنہ ۶۱ھ کو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا میں شہید کئے گئے۔

محمد الاصغر بن علی بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

محمد الاصغر سنہ ۳۸ھ کو کوفہ میں متولد ہوئے، چونکہ محمد حنفیہ آپ سے بزرگ تھے لہذا آپ کو محمد الاصغر کہا گیا، دربندی کی روایت کے مطابق معرکہ کربلا میں جس وقت آپ نے پہلا حملہ کیا تو ۱۵۰۰ سواروں کو موت کے گھاٹ اتارا، جب پیاس کا غلبہ ہوا تو امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پانی کی درخواست کی، امام عالی مقام نے صبر کی وصیت کی اور فرمایا کہ جاؤ عنقریب رسولؐ اللہ آپ کو سیراب کریں گے، یہ سن کر محمد میدان جنگ میں تشریف لائے اور

اس دفعہ آپ نے ۲۵۰ سواروں کو واصل جہنم کیا، یہاں تک کے دشمنوں نے اجتماعی حملہ کے ذریعہ آپ کو شہید کر دیا، زیارت ناحیہ میں آپ پر اس طرح سلام وارد ہوا ہے:

السلام علی محمد ابن امیر المومنین قتیل الأباني الدارمي لعنه الله و ضاعف علیه العذاب الألیم، و صلی الله علیک یا محمد و علی اهل بیتک الصابرین

سلام ہو محمد بن امیر المومنین پر کہ جو ابانی دارمی کے ہاتھوں شہید ہوئے، اللہ کی لعنت ہو دارمی پر اور وہ اس پر دردناک عذاب میں اضافہ کرے، اور آپ پر درود ہو اے محمدؐ اور آپ کے اہلبیتؑ پر جو کہ صبر کرنے والے ہیں، مؤرخ محلاتی[1] نے زرعہ بن شریک الدارمی کو آپ کا قاتل جانا ہے۔

محمد الاصغر بن مسلم بن عقیل بن ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی:

محمد الاصغر کا لقب طاہر تھا، آپ سنہ ۵۳ھ کو مدینہ منورہ میں متولد ہوئے، آپ کو آپ کے بھائی ابراہیم کے ساتھ کوفہ میں شہید کیا گیا، آپ کے قاتل کا نام حارث بن عروہ الطائی تھا۔

محمد الاکبر بن مسلم بن عقیل بن ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشی:

محمد الاکبر سنہ ۳۳ھ کو متولد ہوئے، کربلا میں آپ کی عمر ۲۷ سال تھی، بعض روایات کے مطابق میدان جنگ میں آپ نے ۱۷ دشمنان اسلام کو واصل جہنم کیا، جس کے بعد مریم (یا مرہم) ازدی اور لقیط بن یاسر جھنی نے آپ کو شہید کیا۔

---

[1] ۔ آپ کا نام ذبیح اللہ بن محمد بن علی اکبر الشیرازی تھا جو سنہ ۱۳۱۰ھ کو محلات شیراز میں متولد ہوئے اور آپ نے سنہ ۱۴۰۵ھ میں وفات پائی، آپ کا شمار علماء امامیہ میں ہوتا ہے، آپ کی تالیفات میں کتاب الحق الیقین، مآثر الکبراء فی تاریخ سامراء اور قرۃ العین کو شہرت حاصل ہے۔

محمد الاوسط بن علیؑ بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

محمد الاوسط تقریباً سنہ ۱۲ھ کو مدینہ منورہ میں متولد ہوئے، آپ کی مادر گرامی کا نام امامہ بنت ابو العاص تھا، حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کی مصاحبت میں رہے، مورخ زنجانی فرماتے ہیں کہ معرکہ کربلا میں آپ نے خوب جنگ کی اور مختلف دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد شربت شہادت نوش فرمایا، آپ کی کیفیت شہادت کے بارے میں تاریخ میں تفصیلات موجود نہیں ہیں۔

محمد بن حسنؑ بن علیؑ بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

محمد بن حسنؑ سنہ ۳۷ھ کو متولد ہوئے، آپ کی والدہ کا نام ام کلثوم بنت فضل بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم تھا، صاحب معالی السبطین نے ذہبی سے نقل کرتے ہوئے آپ کا تذکرہ شہدائے کربلا میں کیا ہے۔

محمد بن حسینؑ بن علیؑ بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

ابن فندق نے محمد بن حسینؑ کو فرزندان امام حسین علیہ السلام میں شامل کیا ہے اور کتاب شجرۃ انساب العلویۃ میں آپ کو شہدائے کربلا میں شامل کیا گیا ہے، جبکہ بعض دیگر نے آپ کا نام اسرائے کربلا کے ذیل میں بھی کیا ہے، واللہ العالم۔

محمد بن عباس الاکبر بن علیؑ بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

محمد بن عباس کی ولادت سنہ ۳۶ھ کے بعد واقع ہوئی، گرچہ مورخین نے آپ کا تذکرہ شہدائے کربلا میں کیا ہے لیکن آپ کی شہادت کے بارے میں زیادہ معلومات موجود نہیں ہیں۔

محمد بن عبداللہ الاکبر بن جعفر بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

محمد بن عبداللہ تقریباً سنہ ۲۵ ہجری کو متولد ہوئے، آپ کی مادر گرامی کا نام خوصاء بنت حفصہ بن ثقیف تھا، ابن شہر آشوب نقل فرماتے ہیں کہ آپ عبدالرحمان بن عقیل کے بعد میدان کارزار میں وارد ہوئے اور دس دشمنوں کو واصل جہنم کرنے کے بعد شربت شہادت نوش فرمایا، امام عسکری زیارت ناحیہ میں آپ پر اس طرح سلام بھیجتے ہیں:

السلام علی محمد بن عبد الله بن جعفر، الشاهد مكان ابيه و التالى لاخيه، وواقيه ببدنه، لعن الله قاتله عامر بن نهشل التميمى

سلام ہو محمد بن عبداللہ بن جعفر پر، کہ جو اپنے باپ کی جگہ پر پہنچا ہے، اور اپنے بھائی کے پیچھے پیچھے چلا ہے اور اپنے بدن سے اس کی حفاظت کی ہے، اللہ لعنت کرے اس کے قاتل عامر بن نہشل تمیمی پر۔

محمد بن عبداللہ الاکبر بن عقیل بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

محمد بن عبداللہ الاکبر سنہ ۳۷ھ کو متولد ہوئے، آپ کی مادر گرامی کا نام میمونہ بنت علی بن ابی طالب تھا، حسن بن محمد قمی[1] نے آپ کا ذکر شہدائے کربلا کے ذیل میں کیا ہے۔

محمد الاکبر بن عقیل بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

محمد الاکبر بن عقیل تقریباً سنہ ۲۰ھ کو متولد ہوئے، آپ نے زینب صغریٰ بنت علی سے عقد فرمایا تھا، جن سے اللہ نے آپ کو دو فرزند بنام عبداللہ الاحول [2] اور جعفر عطا فرمائے، خوارزمی، دینوری اور ابن شہر آشوب جیسے مورخین نے آپ کا تذکرہ شہدائے کربلا کے ذیل میں کیا ہے، محمد الاکبر بن عقیل کو حضرت علی امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کی

1۔ حسن بن محمد قمی کا شمار ان علماء امامیہ میں ہوتا ہے کہ جو شیخ صدوق (متوفی سنہ ۳۸۱ھ) کے ہمعصر تھے۔

2۔ عبداللہ احول نے امام صادق علیہ السلام کے دور کو درک فرمایا اور سنہ ۱۴۲ھ تک حیات پائی آپ اپنے دور میں فقیہ اور محدث کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔

صحابیت کا شرف حاصل رہا ہے، آپ اور آپ کے بھائی مسلم بن عقیل کا شمار فقہائے آل عقیل اور بزرگان تابعین میں ہوتا ہے۔

محمد الباقر بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

امام محمد باقر علیہ السلام پہلی رجب سنہ ۵۷ھ کو مدینہ منورہ میں متولد ہوئے، معرکۂ کربلا میں امام سجاد علیہ السلام کے ساتھ آپ بھی تشریف لائے تھے، شہادت امام حسین علیہ السلام سے پہلے اور شہادت کے بعد آپ نے دیگر اسیران کربلا کی طرح اسیری کی تمام صعوبتوں کو تحمل فرماتے ہوئے مدینہ سے مکہ، مکہ سے کربلا، کربلا سے کوفہ، کوفہ سے شام اور شام سے مدینہ کے طولانی سفر کو طے فرمایا، گرچہ امام باقر علیہ السلام کربلا میں کمسن تھے لیکن پھر بھی آپ کا شمار انصار امام حسین علیہ السلام میں ہوتا ہے لہذا دائرۃ المعارف کے مصنف آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے اس مقام پر امام باقر علیہ السلام کی ولادت (سنہ ۵۷ھ) سے سنہ ۱۱۳ھ (سال وفات) تک ہر سال رونما ہونے والے واقعات پر سلسلہ وار روشنی ڈالی ہے، جسے ہم طوالت کی وجہ سے اس مقام پر بیان کرنے سے قاصر ہیں، لہذا قارئین مزید معلومات کے لئے اصل کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔

محمد بن عمرو بن حسنؑ بن علیؑ بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

محمد بن عمرو سنہ ۴۹ھ کو متولد ہوئے، براقی نے اپنی کتاب الحدائق الوردیہ میں آپ کا تذکرہ اسیران کربلا کے ذیل میں کیا ہے۔

مسلم بن عقیل بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

جناب مسلم ابن عقیل تقریباً سنہ ۳ھ کو متولد ہوئے، آپ کی مادر گرامی کا نام علیۃ النبطیہ تھا، آپ نے پہلے جناب رقیہ کبری بنت علیؑ سے عقد فرمایا جن سے اللہ نے آپ کو عبد اللہ الاکبر (ولادت ۳۴ھ۔ شہادت ۶۱ھ) اور علی (ولادت

۳۶ھ ۔ وفات قبل از ۶۱ھ) نامی فرزند عطا کئے، اور جب سنہ ۴۵ھ میں رقیہ کبریٰ کا انتقال ہوا تو آپ نے رقیہ صغریٰ بنت علیؑ سے عقد فرمایا جن سے اللہ نے آپ کو عبد اللہ الاصغر (عبید اللہ) (ولادت ۴۶ھ ۔ شہادت ۶۱ھ)، حمیدہ (ولادت ۴۹ھ ۔ وفات تقریباً سنہ ۱۴۲ھ)، عاتکہ (ولادت ۵۲ھ ۔ شہادت ۶۱ھ) محمد الاصغر (ولادت ۵۳ھ ۔ شہادت ۶۲ھ) اور ابراہیم (ولادت ۵۴ھ ۔ شہادت ۶۲) جیسے فرزند عطا فرمائے، آپ کو دیگر کنیزوں سے جو اولاد ہوئی ان کے اسماء کچھ اس طرح ہیں:

محمد الاکبر (ولادت ۳۳ھ ۔ شہادت ۶۱ھ)، جعفر (ولادت تقریباً سنہ ۳۵ھ ۔ شہادت سنہ ۶۱ھ)، عون (ولادت تقریباً سنہ ۴۰ھ ۔ وفات قبل از ۶۱ھ)، عبد الرحمان (ولادت سنہ ۴۲ھ ۔ شہادت سنہ ۶۱ھ)، عبد العزیز (ولادت قبل از ۶۰ھ ۔ وفات ۶۱ھ)، مسلم (ولادت تقریباً سنہ ۴۰ھ ۔ شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

جناب مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر خود رسولؐ اسلام نے فرمادی تھی ایک روز حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ سے پوچھا:

یا رسول الله انک لتحب عقیلا؟ قال: ای والله انی لاحبه حبین، حبا له و حبا لحب ابی طالب له، و ان ولده لمقتول فی محبة ولدک، فتدمع علیه عیون المومنین، و تصلی علیه الملائکة المقربون (کتاب الشہید مسلم بن عقیل ص ۲۲۱)

یا رسولؐ اللہ کیا آپ عقیل کو دوست رکھتے ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: مجھے عقیل سے دو حوالوں سے محبت ہے، ایک خود ان کے اپنے حوالہ سے اور دوسری اس حوالہ سے کہ ابوطالب کو ان سے محبت تھی اور یہ کہ ان کا فرزند آپ کے فرزند کی محبت میں قتل کیا جائے گا جس پر مومنین کی آنکھیں اشکبار ہوں گی اور ملائکہ مقربین اس پر نماز پڑھیں گے۔

رسولؐ اسلام کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور آپ کو ۹ ذی الحجہ سنہ ۶۰ھ کو کوفہ میں بڑی بے رحمی کے ساتھ شہید کردیا گیا، آج بھی آپ کا مزار مسجد کوفہ کے قریب موجود ہے، اور مومنین آپ پر گریہ وزاری کرتے ہیں۔

مسلم بن مسلم بن عقیل بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

مسلم بن مسلم تقریباً سنہ ۴۰ھ کو متولد ہوئے، مورخ اسفرائینی کتاب نور العین میں فرماتے ہیں کہ مسلم بن مسلم جناب علی اکبر بن حسینؑ کے بعد معرکۂ کارزار میں وارد ہوئے اور یہ رجز پڑھا:

الیوم القی مسلما وهو ابی، و فتیة ماتوا من اتباع النبی، و التقی بسادة نالوا المنی، اولاد مولانا الرسول العربی

آج میں مسلم سے ملاقات کروں گا کہ جو میرے بابا ہیں، اور ان جوانوں سے ملوں گا جو نبیؐ کے پیروکار ہوتے ہوئے دنیا سے چل بسے، اور میں ان سرداروں سے ملوں گا جو شہادت کی سعادت حاصل کر چکے ہیں یعنی اپنے آقا و مولا رسولؐ عربی کی اولاد سے۔

اس رجز کے ساتھ آپ نے حملہ کیا اور ۹۰ سواروں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد شربت شہادت نوش فرمایا۔

معین بن عقیل بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

ابو مخنف (۱) کی کتاب مقتل الحسینؑ میں جناب ام کلثوم کی طرف چند ابیات منسوب کئے گئے ہیں کہ جن میں شہادت معین بن عقیل اور ان کے بھائی عون کا تذکرہ ملتا ہے اور وہ ابیات یہ ہیں:

اضحكني الدهر و ابكاني، والدهر ذو صرف و الوان
فهل بنا فی تسعة صرعوا ، بالطف اضحوا رهن اكفان
و ستة ليس يجاری بهم، بنو عقيل خير فرسان
و الليث عون و اخوه معين، ذكرهم جدد احزانی

مجھے زمانے نے ہنسایا بھی ہے اور رلایا بھی ہے، زمانہ ہے ہی بے وفا اور رنگ بدلنے والا، کیا ان افراد کو یاد نہ کیا جائے کہ جو کربلا میں شہید کئے گئے، اور ان چھ افراد کو بھی کہ جو بنی عقیل کے ایسے شجاع و بہادر تھے کہ جن کا کوئی مد مقابل نہ تھا، اور وہ شیر ببر عون اور ان کے بھائی معین کہ جن کی یاد نے میرے غموں کو تازہ کر دیا ہے۔

۱۔ ابو مخنف کا نام لوط بن یحییٰ تھا، آپ کی وفات سنہ ۱۵۷ھ میں واقع ہوئی، آپ کی تالیفات میں مقتل الحسینؑ، اخبار المختار، فتوح العراق اور الازارقہ کو خاصی شہرت حاصل ہے۔

مذکورہ حوالہ کے علاوہ تاریخ میں کسی اور مقام پر آپ کا تذکرہ نہیں ملتا ہے۔

موسیٰ بن عقیل بن ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشی:

موسیٰ بن عقیل تقریباً سنہ ۳۸ھ کو متولد ہوئے، آپ کی مادر گرامی کا نام خوصاء بنت عمرو تھا، ابومخنف اپنی کتاب مقتل الحسین میں نقل فرماتے ہیں کہ موسیٰ بن عقیل، مالک بن داود کی شہادت کے بعد معرکۂ کربلا میں وارد ہوئے اور یہ رجز پڑھا:

یا معشر الکھول و الشبان، اضربکم بالسیف و السنان، احمی عن الفتیۃ و النسوان، و عن امام الانس ثم الجان، ارضی بذاک خالق الانسان، ثم رسول الملک الدیان

اے بوڑھو اور جوانو میں تم پر اپنی تلواروں سے اور نیزوں سے ضرب لگاؤں گا، میں بچوں اور عورتوں کی مدد کو نکلا ہوں، اور میں انس و جن کے امام کی حمایت میں میدان میں آیا ہوں، میں اس طرح اپنے خالق کہ جو خالق انسان ہے اور پھر اس حاکم بر حق کے رسولؐ کو راضی کرنا چاہتا ہوں۔

اس رجز کے بعد آپ نے حملہ کیا اور ستر (۷۰) سواروں کو موت کے گھاٹ اتار کر درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

یہ تھے بنی ہاشم کے وہ شہداء کہ جن کی سوانح حیات پر ہم نے اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی ہے، لیکن تاریخی شواہد کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ شہدائے کربلا کی تعداد ۷۲ سے زائد تھی، اور ممکن ہے کہ ۷۲ کا عدد ہاشمی شہداء سے مخصوص ہو چونکہ کتاب نفس المہموم اور اسرار الشہادۃ میں اس بات کی صراحت ان الفاظ میں پائی جاتی ہے:

ان الحسین لما نظر الی اثنین و سبعین رجلا من اھل بیتہ صرعی۔۔۔۔۔

یعنی جب امام حسین علیہ السلام نے ۷۲ اہلبیتؑ کو زمین پر شہید ہوئے پایا۔۔۔۔ اس جملہ سے واضح ہوتا ہے کہ ۷۲ شہداء سے مراد ہاشمی شہیدوں کی تعداد ہیں۔

ہم اس مقام پر شہدائے کربلا کی تعداد میں جو ۱۵ اقوال پائے جاتے ہیں انھیں اجمال کے ساتھ پیش کرتے ہیں:

(الف) ۶۱ شہید، (ب) ۷۰ شہید، (ج) ۷۲ شہید۔ ۳۲ سوار اور ۴۰ پیادہ، (د) ۷۳ شہید۔ ۳۳ سوار اور ۴۰ پیادہ، (ھ) ۷۷ شہید، (و) ۸۰ شہید۔ ۳۲ سوار اور ۴۸ پیادہ، (ز) ۸۲ شہید۔ ۳۲ سوار اور ۵۰ پیادہ، (ح) ۹۲ شہید۔ ۳۲ سوار اور ۶۰ پیادہ، (ط) ۱۱۲ شہید۔ ۳۲ سوار اور ۸۰ پیادہ، (ی) ۱۱۴ شہید ۳۲ سوار اور ۸۲ پیادہ، (ک) ۱۴۰ شہید۔ ۴۰ سوار اور ۱۰۰ پیادہ، (ل) ۱۴۵ شہید۔ ۴۵ سوار اور ۱۰۰ پیادہ، (م) ۱۷۰ شہید۔ ۷۰ سوار اور ۱۰۰ پیادہ، (ن) ۲۸۱ شہید، (س) ۱۱۰۰ شہید۔ ۱۰۰۰ سوار اور ۱۰۰ پیادہ۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ مذکورہ اختلاف، ہاشمی و غیرہاشمی شہداء دونوں سے تعلق رکھتا ہے لہذا حسینی دائرۃ المعارف کے مصنف آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے اس کتاب کے خاتمہ میں پانچ جدول پیش کئے ہیں جن کے ذریعہ شہدائے بنی ہاشم کی تعداد میں اختلاف کو بالوضوح درک کیا جا سکتا ہے اور وہ پانچ جدول یہ ہیں:

پہلا جدول:

اس جدول میں ان شہدائے بنی ہاشم کا تذکرہ ہے کہ جن کی شہادت میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں پایا جاتا اور ان کی تعداد ۵۱ ہے:

۱۔ ابراہیم بن الحسین الہاشمی (ولادت تقریبا سنہ ۴۲، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۲۔ ابراہیم بن علیؑ الہاشمی (ولادت سنہ ۴۰ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۳۔ ابوبکر بن الحسن الہاشمی (ولادت سنہ ۴۴ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۴۔ ابوبکر بن علی الہاشمی (ولادت سنہ ۳۸ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۵۔ ابوسعید بن عقیل الہاشمی (ولادت سنہ ۱۶ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۶۔ احمد بن الحسن الہاشمی (ولادت سنہ ۴۴ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۷۔ احمد بن محمد الہاشمی (ولادت تقریبا سنہ ۴۴ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۸۔ جعفر الاکبر ابن عقیل الہاشمی (ولادت سنہ ۳۷ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۹۔ جعفر الاکبر ابن علی الہاشمی (ولادت سنہ ۳۱ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۱۰۔ جعفر بن الحسن الہاشمی (ولادت تقریباً سنہ ۴۹ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۱۱۔ جعفر بن محمد الہاشمی (ولادت سنہ ۳۹ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۱۲۔ جعفر بن مسلم الہاشمی (ولادت تقریباً سنہ ۳۵ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۱۳۔ حمزہ بن الحسن الہاشمی (ولادت قبل از سنہ ۴۱ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۱۴۔ سعد بن عبد الرحمان الہاشمی (ولادت تقریباً سنہ ۵۴ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۱۵۔ سعید بن عقیل الہاشمی (ولادت تقریباً سنہ ۴۰ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۱۶۔ عباس الاصغر ابن علی الہاشمی (ولادت سنہ ۴۰ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۱۷۔ عباس الاکبر ابن علی الہاشمی (ولادت سنہ ۱۸ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۱۸۔ عبد الرحمان الاکبر ابن عقیل الہاشمی (ولادت سنہ ۳۷ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۱۹۔ عبد اللہ بن ابی سفیان الہاشمی (ولادت تقریباً سنہ ۸ قبل از ہجرت، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۲۰۔ عبد اللہ الاصغر ابن الحسن الہاشمی (ولادت سنہ ۴۹ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۲۱۔ عبد اللہ الاصغر ابن عقیل الہاشمی (ولادت سنہ ۲۷ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۲۲۔ عبد اللہ الاصغر ابن علی الہاشمی (ولادت سنہ ۳۷ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۲۳۔ عبد اللہ الاکبر ابن الحسن الہاشمی (ولادت سنہ ۲۵ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۲۴۔ عبد اللہ الاکبر ابن عقیل الہاشمی (ولادت سنہ ۲۰ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۲۵۔ عبد اللہ الاکبر ابن علی الہاشمی (ولادت سنہ ۳۵ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۲۶۔ عبد اللہ بن حسین الہاشمی (ولادت سنہ ۶۱ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۲۷۔ عبد اللہ بن مسلم الہاشمی (ولادت سنہ ۴۴ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۲۸۔ عبیداللہ بن عبداللہ الہاشمی (ولادت سنہ ۲۷ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۲۹۔ عبیداللہ بن مسلم الہاشمی (ولادت سنہ ۴۶ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۳۰۔ عثمان بن علی الہاشمی (ولادت سنہ ۳۹ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۳۱۔ عقیل بن عبدالرحمان الہاشمی (ولادت سنہ ۵۵ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۳۲۔ علی الاصغر ابن الحسین الہاشمی (ولادت سنہ ۶۰ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۳۳۔ علی الاصغر بن عقیل الہاشمی (ولادت سنہ ۲۲ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۳۴۔ علی الاکبر ابن الحسین الہاشمی (ولادت سنہ ۳۸ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۳۵۔ عمر الاصغر ابن علی الہاشمی (ولادت سنہ ۴۰ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۳۶۔ عون بن جعفر الہاشمی (ولادت سنہ ۳ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۳۷۔ عون بن عبداللہ الہاشمی (ولادت سنہ ۲۵ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۳۸۔ عون بن عقیل الہاشمی (ولادت سنہ ۵۰ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۳۹۔ عون بن علی الہاشمی (ولادت سنہ ۱۶ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۴۰۔ قاسم بن الحسن الہاشمی (ولادت سنہ ۴۶ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۴۱۔ قاسم بن العباس الہاشمی (ولادت قبل از سنہ ۴۰ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۴۲۔ محمد بن ابوسعید الہاشمی (ولادت سنہ ۳۵ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۴۳۔ محمد الاصغر ابن جعفر الہاشمی (ولادت سنہ ۴ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۴۴۔ محمد الاصغر ابن علی الہاشمی (ولادت سنہ ۳۸ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۴۵۔ محمد الاکبر ابن مسلم الہاشمی (ولادت سنہ ۳۳ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۴۶۔ محمد الاوسط ابن علی الہاشمی (ولادت تقریبا سنہ ۱۲ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۴۷۔ محمد بن العباس الہاشمی (ولادت بعد از سنہ ۳۶ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۴۸۔ محمد بن عبد اللہ الاکبر الہاشمی (ولادت سنہ ۲۵ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ) (الطیار)۔

۴۹۔ محمد بن عبد اللہ الاکبر الہاشمی (ولادت ۳۷ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ) (العقیلی)۔

۵۰۔ محمد بن عقیل الہاشمی (ولادت سنہ ۲۰ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۵۱۔ موسیٰ بن عقیل الہاشمی (ولادت تقریباً سنہ ۳۸ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

دوسرا جدول

اس جدول میں ان ہاشمی شہداء کے نام ذکر کئے گئے ہیں کہ جن کی شہادت کے بارے میں چند ایک مقاتل میں تذکرہ ملتا ہے لیکن ان کی شہادت کو ثابت کرنے کے لئے محقق محمد صادق الکرباسی کو کوئی قانع کنندہ دلیل میسر نہ ہو سکی (واللہ العالم) اور وہ ۲۰ نام یہ ہیں:

۱۔ ابوبکر ابن الحسن الہاشمی (ولادت ۔۔۔، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۲۔ احمد بن عقیل الہاشمی (ولادت قبل از سنہ ۴۴ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۳۔ احمد بن مسلم الہاشمی (ولادت ۔۔۔، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۴۔ بشر بن الحسن الہاشمی (ولادت تقریباً سنہ ۴۹ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۵۔ جعفر الاصغر ابن علی الہاشمی (ولادت سنہ ۴۱ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۶۔ حکم بن عقیل الہاشمی (ولادت قبل از سنہ ۴۰ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۷۔ حمزہ بن عقیل الہاشمی (ولادت قبل از سنہ ۵۰ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۸۔ خالد بن جعفر الہاشمی (ولادت ۔۔۔، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۹۔ خالد بن سعید الہاشمی (ولادت بعد از سنہ ۵۶ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۱۰۔ عبد الرحمان بن مسلم الہاشمی (ولادت تقریباً سنہ ۴۲ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۱۱۔ عبداللہ بن الحکم الہاشمی (ولادت سنہ ۵۴ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۱۲۔ عتیق بن علی الہاشمی (ولادت سنہ ۴۰ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۱۳۔ عقیل بن عقیل الہاشمی (ولادت سنہ ۵۰ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۱۴۔ عون بن مسلم الہاشمی (ولادت تقریباً سنہ ۴۰ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۱۵۔ فضل بن علی الہاشمی (ولادت تقریباً سنہ ۳۹ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۱۶۔ قاسم بن علی الہاشمی (ولادت سنہ ۳۹ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۱۷۔ قاسم بن محمد الہاشمی (ولادت قبل از سنہ ۳۷ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۱۸۔ مسعود بن ۔۔۔ الہاشمی (ولادت ۔۔۔، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۱۹۔ مسلم بن مسلم الہاشمی (ولادت تقریباً سنہ ۴۴ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۲۰۔ معین بن عقیل الہاشمی (ولادت ۔۔۔، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

اگر جدول اول و دوم میں موجودہ ۵۱ اور ۲۰ افراد کو جمع کیا جائے تو ۷۱ افراد ہوتے ہیں، اور اگر اس تعداد میں امام حسین علیہ السلام کو شامل کیا جائے تو شہدائے کربلا کی ۷۲ تعداد پوری ہو جاتی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ۷۲ شہداء سے مراد شہدائے بنی ہاشم ہیں (واللہ العالم)۔

تیسرا جدول:

اس جدول میں ان چار شہداء کے نام درج ہیں کہ جن کی شہادت تو کربلا میں واقع نہیں ہوئی لیکن ان کی شہادت کربلا سے ضرور مربوط ہے:

۱۔ ابرہیم بن مسلم الہاشمی (ولادت سنہ ۵۴ھ، شہادت سنہ ۶۲ھ، مقام شہادت کوفہ)۔

۲۔ محسن بن الحسین الہاشمی (ولادت سنہ ۶۱ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ، آپ حلب میں سقط ہو گئے تھے)۔

۳۔ محمد الاصغر ابن مسلم الہاشمی (ولادت سنہ ۵۳ھ، شہادت سنہ ۶۳ھ، مقام شہادت کوفہ)۔

۴۔ مسلم بن عقیل الہاشمی (ولادت تقریباً سنہ ۳ھ، شہادت سنہ ۶۰ھ، مقام شہادت کوفہ)۔

چوتھا جدول:

اس جدول میں ان افراد کا تذکرہ ہے جو معرکۂ کربلا میں شریک ہوکر مجروح ہوئے اور درجہ شہادت پر فائز نہ ہو سکے، اسی طرح اس جدول میں ان افراد کا بھی تذکرہ ہے جو کربلا میں موجود تو تھے لیکن کمسنی کی وجہ سے جنگ میں شریک نہ ہو سکے اور بعد از شہادت امام حسین علیہ السلام اسیر بنائے گئے:

۱۔ حسن بن حسن الہاشمی (ولادت سنہ ۳۹ھ، وفات سنہ ۹۲ھ)۔

۲۔ زید بن الحسن الہاشمی (ولادت سنہ ۲۰ھ، وفات سنہ ۱۲۰ھ)۔

۳۔ عبداللہ الاوسط بن الحسن الہاشمی (ولادت سنہ ۴۶ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۴۔ عبداللہ بن العباس الاکبر الہاشمی (ولادت سنہ ۵۶ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۵۔ عبیداللہ بن علیؑ الہاشمی (ولادت سنہ ۳۹ھ، وفات سنہ ۶۷ھ)۔

۶۔ عقیل بن محمد الہاشمی (ولادت بعد از سنہ ۴۰ھ، وفات بعد از سنہ سنہ ۶۱ھ)۔

۷۔ علیؑ بن الحسینؑ الہاشمی۔ امام سجاد علیہ السلام (ولادت سنہ ۳۳ھ، شہادت سنہ ۹۲ھ)۔

۸۔ عمر الاطرف ابن علیؑ الہاشمی (ولادت سنہ ۱۳ھ، وفات سنہ ۸۸ھ)۔

۹۔ عمرو بن الحسن الہاشمی (ولادت سنہ ۳۷ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۱۰۔ قاسم بن عبداللہ الہاشمی (ولادت تقریباً سنہ ۵۰ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۱۱۔ محمد الاصغر ابن الحسن الہاشمی (ولادت سنہ ۳۷ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۱۲۔ محمد بن علیؑ الہاشمی۔ امام باقر علیہ السلام۔ (ولادت سنہ ۵۷ھ، شہادت سنہ ۱۱۳ھ)۔

۱۳۔ محمد بن عمرو الہاشمی (ولادت سنہ ۴۹ھ، وفات قبل از سنہ ۱۱۳ھ)۔

پانچواں جدول:

اس جدول میں ان افراد کے اسماء درج ہیں کہ جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کربلا میں موجود تھے لیکن شیخ کرباسی کی تحقیق کے مطابق کربلا میں یہ حضرات حاضر نہ تھے:

۱۔ اسماعیل بن عبداللہ الہاشمی (ولادت سنہ ۵۶ھ، وفات سنہ ۱۴۵ھ)۔

۲۔ جعفر بن الحسین الہاشمی (ولادت بعد از سنہ ۲۰ھ، وفات قبل از سنہ ۵۰ھ)۔

۳۔ عبیداللہ بن العباس الاکبر الہاشمی (ولادت سنہ ۵۰ھ، وفات سنہ ۱۵۰ھ)۔

۴۔ علی بن مسلم الہاشمی (ولادت سنہ ۳۶ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

چھٹا جدول:

اس جدول میں ان افراد کے اسماء درج ہیں کہ جن کا تذکرہ تاریخ کی بعض کتب میں موجود ہے لیکن محقق کرباسی کی تحقیق کے مطابق ان افراد کا یا تو وجود نہیں ہے یا پھر ان کے ناموں میں خلط واقع ہوا ہے۔

۱۔ حمزہ بن الحسینؑ الہاشمی۔ ۲۔ زید بن الحسینؑ الہاشمی۔ ۳۔ عبدالرحمان الاوسط ابن عقیل الہاشمی۔ ۴۔ عدی بن عبداللہ الہاشمی۔ ۵۔ علی بن علی الہاشمی۔ ۶۔ عمرو بن الحسینؑ الہاشمی۔ ۷۔ قاسم بن الحسینؑ الہاشمی۔ ۸۔ محمد بن الحسینؑ الہاشمی۔ ۹۔ یحییٰ بن الحسن الہاشمی۔

ان تمام جدولوں کے بعد چونکہ معجم انصار امام حسینؑ کی تینوں جلدوں میں زیارت ناحیہ کا حوالہ دیا گیا ہے لہذا اس مقام پر زیارت ناحیہ کو اسکی سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے ہم یہاں صرف سند زیارت کے بیان پر اکتفاء کرتے ہیں:

زیارت ناحیہ امام حسن عسکری علیہ السلام (ولادت ۲۳۲ھ شہادت ۲۶۰ھ) کی جانب سے سنہ ۲۵۲ کو وارد ہوئی ہے، اس زیارت کو سید ابن طاوس نے اپنی کتاب الاقبال میں نقل کیا ہے جس کی سند محمد بن غالب الاصفہانی پر منتہی ہوتی

ہے یعنی جب محمد بن غالب نے امام حسن عسکریؑ سے زیارت امام حسینؑ علیہ السلام پر جانے کی اجازت لی تو آپ نے یہ اس زیارت کو پڑھنے کا حکم فرمایا، یہ زیارت امام زمانہ علیہ السلام کی ولادت (۲۵۵ھ) سے تین سال پہلے وارد ہوئی ہے، البتہ اس زیارت کو امام زمانہ علیہ السلام کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے، شاید اس کی وجہ کلمہ ناحیہ ہے جس کے معنی جانب اور طرف کے ہیں اور یہ لفظ امام عسکریؑ اور امام زمانہ علیہما السلام کے لئے استعمال ہوتا ہے، امام عسکریؑ علیہ السلام نے اس زیارت میں شہدائے کربلا کے نام اور ان کی کیفیت شہادت پر روشنی ڈالی ہے۔

یہ تھا تمام شہدائے بنی ہاشم کا تذکرہ، جو بحمد اللہ اس مقام پر مکمل ہوا۔
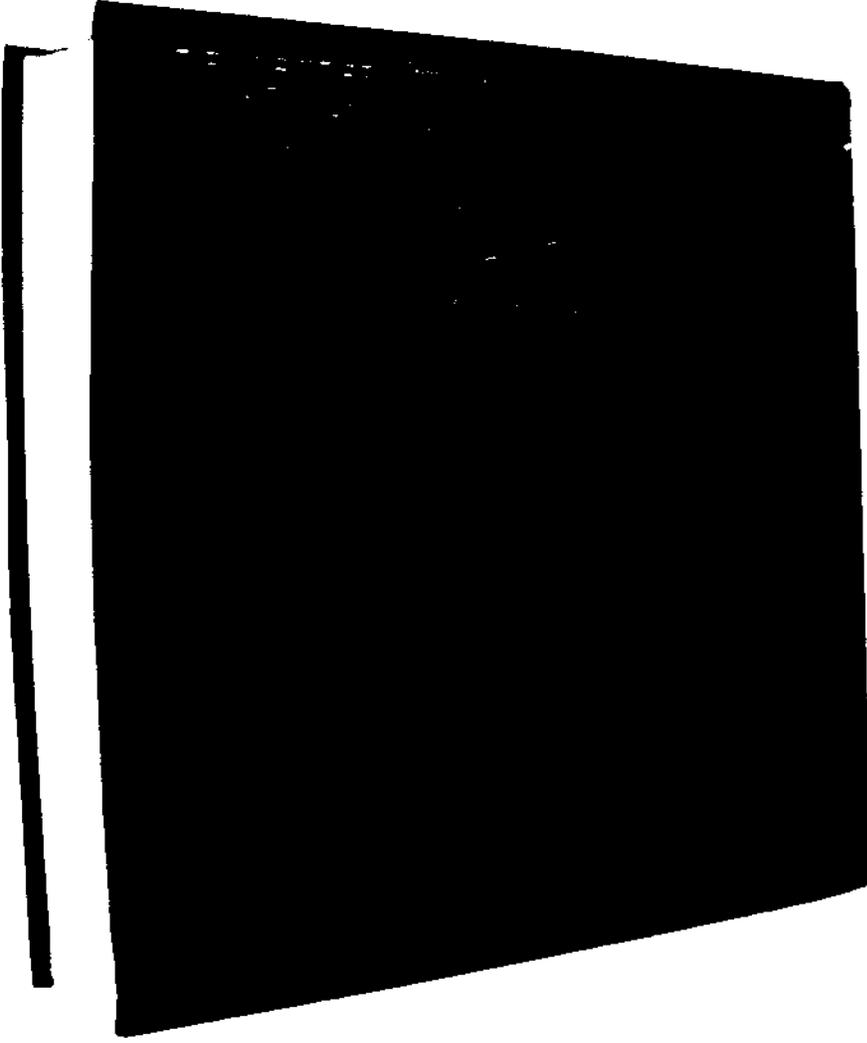
کتاب 'امام حسینؑ علیہ السلام کی مددگار خواتین' تین جلدوں پر مشتمل ہے جس کی پہلی جلد (جو ۵۱۱ صفحات پر مشتمل ہے) سنہ ۲۰۰۳ء میں لکھی گئی اور سنہ ۲۰۰۹ء کو زیور طبع سے آراستہ ہوئی، قارئین کرام اس کتاب میں موجود مطالب کی تلخیص کو آنے والے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

کربلا میں خواتین کا کردار (حصہ اول)

(امام حسینؑ علیہ السلام کی مددگار خواتین)

اللہ تبارک و تعالی نے دین مبین اسلام میں خواتین کو بڑی اہمیت دی ہے، جبکہ دیگر مذاہب میں دور جاہلیت سے دور حاضر تک خواتین پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے جاتے رہے، کبھی انہیں بوجھ سمجھ کر دفنا دیا گیا تو کبھی آلۂ تجارت و تبلیغات سمجھ کر ان سے مادی استفادہ کیا گیا۔

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ جو لوگ خواتین کے حقوق کے پاسبان ہونے کا دعوی کرتے ہیں وہی عورتوں پر طرح طرح کے ظلم ڈھاتے ہیں، یہاں تک کہ آج کے دور میں عورت تربیت اولاد، خانہ و شوہر داری کے ساتھ ساتھ معاشی امور میں بھی مردوں کے شانہ بہ شانہ مشکلات کا شکار نظر آتی ہے۔

دین مبین اسلام میں عورت کو گھر کی زینت قرار دیا گیا ہے، حضرت زہراء سلام اللہ علیہا نے جب حضورؐ سے تقسیم کار کی درخواست کی تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ عورت کی خلقت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کے لئے تربیت اولاد، خانہ داری اور شوہر داری جیسے کام مناسب ہیں، معاش کی تلاش، زوجہ اور اولاد کی کفالت اور اس جیسے دیگر سخت امور کی ذمہ داری مرد پر ہے، حضورؐ کی اس تقسیم بندی پر جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے خوشی و رضایت کا اظہار فرمایا۔

قابل ذکر بات ہے کہ دین اسلام میں خواتین کے لئے کوئی ایسا حکم وارد نہیں ہوا ہے کہ جس سے ان کی حق تلفی ہوتی ہو، گرچہ دشمنان اسلام نے بعض عنوانات (کہ جن میں بلوغ، عورت کا ناقص العقل ہونا، زن و مرد کے باہمی اختلاط کی ممانعت، عورت اور امر معاش، مرد کا حاکم ہونا، حجاب، مرد کی ولایت، تعدد زوجات، حق طلاق، ارث جیسے مطالب شامل ہیں) کے نام پر یہ پروپگنڈہ کرنے کی پوری کوشش کی کہ بنیادی طور پر اس دین میں خواتین کے لئے

کسی قسم کے حقوق نہیں پائے جاتے، لہذا ہم اس مقام پر مذکورہ مسائل اور ان میں موجود غلط فہمیوں کو برطرف کرنے کے لئے ان میں سے بعض موارد کو پیش کرتے ہیں۔

بلوغ:

اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ دین اسلام میں عورتوں پر مردوں سے ۶ سال پہلے شرعی احکام کیوں واجب ہوجاتے ہیں؟ اس سوال کا جواب واضح ہے اور وہ یہ کہ چونکہ لڑکیاں جسمانی اور فکری اعتبار سے ۹ سال کی عمر میں بالغ ہوتی ہیں لہذا شریعت اسلام نے ان پر شرعی احکام و فرائض کو چھ سال پہلے لاگو فرمایا ہے، لڑکیوں کے فکری رشد کا اندازہ مدارس میں موجود طلبہ اور طالبات سے کیا جا سکتا ہے، اکثر مشاہدات میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ ۹ سالہ لڑکے اور لڑکیوں کے درمیان عقل کے اعتبار سے کافی فرق پایا جاتا ہے، اس عمر میں لڑکوں کی نسبت لڑکیوں کی فکری توانائیاں دوچندان ہوتی ہیں، لہذا اسی فکری رشد کو مد نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالی نے لڑکیوں کو لڑکوں سے پہلے مکلف بناتے ہوئے بعض امور میں انہیں استقلال بھی عطا فرما دیا ہے، جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اذا بلغت الجارية تسع سنين دفع اليها مالها، و اقيمت الحدود التامة لها و عليها (وسائل الشیعہ ج ۱۸۔ ص ۱۱۴)

یعنی جب لڑکیاں نو (۹) سال کی ہو جائیں تو ان کا مال انہیں دے دیا جائے (چونکہ وہ اپنے مال میں تصرف کرنے کا حق رکھتی ہیں) اور اسی عمر سے ان کے حق میں یا ان کے خلاف احکام و حدود الٰہیہ جاری کی جائیں گی۔

اس حدیث سے واضح ہوجاتا ہے کہ اسلام میں جہاں ۹ سال کی عمر میں خواتین کو مکلف بنایا گیا ہے وہیں انہیں یہ اختیار بھی دے دیا گیا ہے کہ وہ اپنے مال میں خود تصرف کرسکیں، اور اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالی نے خواتین کو یہ شرف عطا کیا ہے کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں مردوں سے پہلے حاضر ہوجاتی ہیں جو کہ اللہ کی جانب سے ان پر ایک خاص عنایت وکرم کی دلیل ہے۔

اس کے برعکس معترضین (کہ جن میں غربی ممالک شامل ہیں) کے یہاں لڑکیوں کے بلوغ کے لئے کوئی خاص عمر معین نہیں ہے، لہذا مختلف ادوار اور ممالک میں ۱۶ سے ۱۸ سال کو ان کے بلوغ کی عمر قرار دیا گیا ہے، جن میں وقت و مکان اور سیاستوں کی بنیاد پر تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے، جبکہ دین اسلام میں چودہ سو سال سے آج تک ایک ہی حکم ہے کہ جس میں کسی قسم کا تغیر وتبدل واقع نہیں ہوا۔

ناقص العقل، ناقص الحظوظ، ناقص الایمان:

ائمہ علیہم السلام سے بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ عورتیں ناقص العقل، ناقص الحظوظ اور ناقص الایمان ہیں مثلا امام علی علیہ السلام نے فرمایا:

معاشر الناس ان النساء نواقص الایمان، نواقص الحظوظ، نواقص العقول

اے لوگو، بیشک خواتین کا ایمان ناقص، ان کا ارث میں مرد سے حصہ کم، اور ان کی عقلیں ناقص ہیں، اس روایت یا اس جیسی دوسری روایات[1] کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جاتا ہے کہ دین اسلام میں خواتین کو مردوں سے کم سمجھا جاتا ہے، جبکہ اعتراض کرنے والے نے مذکورہ حدیث کی تفصیلات سے قطع نظر کرتے ہوئے اپنے لئے ایک رائے قائم کرلی ہے، امام عالی مقام نے تینوں باتوں کی وجہ کو بھی اسی حدیث شریف میں بیان فرمایا ہے:

فاما نقصان ایمانھن فقعودھن عن الصلاۃ الصوم فی ایام حیضھن

ان کے ناقص الایمان ہونے کی دلیل ایام حیض میں ان کا نماز اور روزہ سے محروم ہونا ہے۔

و اما نقصان عقولھن فشھادۃ امرأتین منھن کشھادۃ الرجل الواحد

ان کے ناقص العقل ہونے کی وجہ ان میں سے دو عورتوں کی گواہی کا ایک مرد کی گواہی کے برابر ہونا ہے۔

و اما نقصان حظوظھن فمواریثھن علی الانصاف

اور ان کا ناقص الحظوظ ہونا اس لئے ہے کہ انہیں ارث میں مردوں کا نصف حصہ ملتا ہے۔

---

[1] حضرت علی علیہ السلام نے رسول اسلام سے روایت نقل کی کہ حضورؐ نے فرمایا: یا ایتھا المرأۃ لانکن ناقصات الدین و العقل (بحار الانوار ج ۱۰۱ ص ۳۰۶)۔

اس حدیث کے ادراک کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ یہاں نقص سے مراد کسی قسم کا نقص و عیب نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے حالت حیض میں عورتوں کو روزہ اور نماز جیسے فریضہ سے معذور رکھا ہے، لہذا جہاں حالت حیض میں نماز واجب ہی نہ ہو تو وہاں نقص کی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی، نقص اس جگہ پر کہا جائے گا کہ جہاں واجب موجود ہو اور اس پر عمل نہ کیا جائے، لہذا اس مقام پر نقص کا مطلب نماز اور روزہ جیسے واجبات کو ان سے برطرف کرنا ہے، اور اس کے علاوہ اگر کوئی عورت حالت حیض میں نماز کے وقت مصلے پر بیٹھ کر ذکر و تسبیح میں وقت گزارے تو اسے نماز کا ثواب عطا کیا جاتا ہے جس سے واضح ہوجاتا ہے کہ یہاں حدیث شریف میں نقص سے مراد عورت میں کمی نہیں بلکہ اس کے لئے اللہ کی طرف سے سہولت کا تذکرہ ہے۔

پھر امام عالی مقام نے فرمایا کہ عورتیں ناقص العقل ہیں جس کی وجہ ان کی دو گواہیوں کا مرد کی ایک گواہی کے برابر ہونا ہے، امام کی اس فرمائش سے بھی عورتوں میں کسی قسم کا نقص ظاہر نہیں ہوتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو کچھ ایسی خصوصیات دی ہیں کہ جو عورتوں کو عطا نہیں کی گئیں اور جو خصوصیات عورتوں میں ہیں وہ مرد میں نہیں پائی جاتیں جیسے مرد جسمانی طور پر قوی ہوتا ہے لیکن عورت کی تخلیق مرد کے مقابلہ میں نازک و لطیف ہے، اسی طرح عورتوں میں احساسات و عاطفہ، شرم و حیا مرد کی نسبت زیادہ پائی جاتی ہے، لہذا اگر عورت جسمانی طور پر مرد سے قوی نہ ہو، یا مرد میں احساسات کم پائے جائیں تو یہ ان میں کسی قسم کی کمی اور نقص کی دلیل نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے مصالح خلقت کو مد نظر رکھتے ہوئے انہیں اسی طرح خلق فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مرد کی ذمہ داریوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس میں عورت کی نسبت عاطفہ کو کم اور عقل کو زیادہ رکھا ہے تاکہ وہ معاش کی تلاش اور دیگر مشکل امور کو حل کر سکے، لیکن عورت میں عقل پر احساسات کو غالب فرمایا ہے تاکہ عورت ماں بننے کے فرائض اور تربیت اولاد جیسی ذمہ داریوں کو پورا کر سکے، یہی وجہ ہے کہ اگر کسی مقام پر کوئی حادثہ ہوجائے تو عورتیں مرد کی نسبت زیادہ حساس ہوجاتی ہیں، اور اس حالت میں ان میں فیصلہ اور تشخیص کی قدرت کم نظر ہوجاتی ہے، اسی لئے دین اسلام نے دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کی گواہی کے برابر رکھا ہے تاکہ اگر ان میں

سے ایک بھول جائے تو دوسرے کی یاد دہانی سے حادثہ کی تفصیلات کو درک کیا جا سکے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

فان لم یکونا رجلین فرجل و امرأتان ممن ترضون من الشھداء أن تضل احداھما فتذکر احداھما الاخری

(بقرہ ۲۸۲)

پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں کہ جن کی گواہی پر تم راضی ہو کو گواہ بناؤ تاکہ اگر ان میں سے ایک عورت بھولے تو دوسری اسے یاد دہانی کروادے، حضرت امیر کے اس مدلل بیان سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ حکم بھی مرد و عورت میں خلقت و صفات کے فرق کو مد نظر رکھتے ہوئے صادر کیا گیا ہے، لہذا کسی بھی صورت سے نواقص العقل کے معنی ذہنی شعور میں کمی کے نہیں ہیں کیونکہ چہ بسا مدارس میں طالبات کی پیش رفت طلبہ سے بیشتر نظر آتی ہے، اور ایک حکیم و مدبر امام سے یہ بات دور ہے کہ وہ کلی طور پر عورتوں کو کم شعور قرار دیں۔

اب جہاں تک وراثت میں عورتوں کو آدھا حصہ ملنے کا سوال ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دین اسلام میں عورت کی ذمہ داری یا باپ پر عائد ہوتی ہے یا پھر شوہر پر، جبکہ عورت پر کسی کی کفالت واجب نہیں ہے، لیکن مرد پر واجب ہے کہ وہ والدین، زوجہ اور اولاد کے اخراجات اٹھائے جبکہ عورتیں اس ذمہ داری سے معاف رکھی گئی ہیں، لہذا جو پیسہ انہیں ملتا ہے وہ صرف انہیں کا ہوتا ہے اور مرد کے اخراجات زیادہ ہیں لہذا اس کا حصہ دوگنا قرار دیا گیا ہے، جوکہ عین عدل الٰہی ہے۔

حجاب:

حجاب کے مسئلہ میں دین اسلام پر دو اعتراض کئے جاتے ہیں، ایک یہ کہ اسلام میں حجاب کیوں واجب کیا گیا ہے اور یہ حجاب عورتوں پر ہی کیوں واجب ہے؟

پہلے سوال کے سلسلہ میں یہ کہا جائے گا کہ یہ تصور غلط ہے کہ اسلام ہی میں عورتوں پر حجاب واجب ہے، جبکہ تمام اقوام و مذاہب میں حجاب کا وجود ثابت ہے، گرچہ اس کی حدود اور طریقہ میں فرق پایا جاتا ہے، لہذا الٰہی مذاہب

(جیسے یہودیت و مسیحیت) کے ساتھ ساتھ بت پرستوں میں بھی حجاب کا نظریہ پایا جاتا ہے جس کی وجہ محض عورت کے تحفظ کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

دوسری طرف یہ بھی کہنا غلط ہوگا کہ اسلام میں صرف عورت پر حجاب واجب کیا گیا ہے جبکہ اس دین میں مردوں کے لئے بھی حجاب موجود ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

قل للمومنین یغضوا من ابصارهم و یحفظوا فروجهم ذلک ازکی لهم ان الله خبیر بما یصنعون، و قل للمومنات یغضضن من ابصارهن و یحفظن فروجهن و لا یبدین زینتهن الا ما ظهر منها (سورۂ نور آیت ۳۰-۳۱)

اور اے پیغمبر اسلام آپ مومنین سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں کہ یہی زیادہ پاکیزہ بات ہے اور بیشک اللہ ان کے اعمال سے خوب باخبر ہے، اور مومنات سے کہہ دیجئے کہ وہ بھی اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور اپنی عفت کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کا اظہار نہ کریں علاوہ اس کے جو از خود ظاہر ہے۔

مذکورہ آیت میں مردوں کا حجاب عفت داری اور نگاہوں کا نیچا رکھنا ہے، لیکن عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ نگاہوں کو نیچا رکھنے اور عفت داری کے ساتھ ساتھ زینت کے مقامات کو بھی مردوں سے چھپائیں تاکہ اس ذریعہ سے ان کی حفاظت ہو اور وہ اشرار کے گزند سے محفوظ رہ سکیں، لہذا دین اسلام یا کسی بھی مذہب میں حجاب عورت کی حفاظت و وقار کا ذریعہ ہے، کیونکہ عورت کی مثال موتی یا اس قیمتی زیور کی سی ہے کہ جسے صدف یا صندوق میں رکھا جاتا ہے۔

جتنے بھی اعتراضات عورت کے سلسلہ میں کئے جاتے ہیں اگر معترضین تعصب کے بغیر ان کے جوابات کو مسلمانوں سے حاصل کرلیں تو پھر کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی، دین اسلام نے کسی بھی مقام پر عورت کو نیچا نہیں دکھایا بلکہ قرآن مجید تو ان خواتین کا قصیدہ پڑھتا ہے کہ جنھوں نے عفت و حجاب کے ساتھ ساتھ عظیم قربانیاں پیش کیں، جن میں جناب ہاجرہ (زوجۂ حضرت ابراہیم)، آسیہ بنت مزاحم (زوجۂ فرعون)، اَفَاحیہ (مادر حضرت موسیٰ)،

صفیراء (زوجۂ حضرت موسیٰ)، بلقیس (ملکۂ صبا)، حنہ (مادر حضرت مریم)، حضرت مریم (مادر حضرت عیسیٰ) جیسی نیک اور پاک بیبیاں شامل ہیں۔

ان پاک بیبیوں کے علاوہ تاریخ اسلام میں بھی کچھ ایسی شخصیات گذری ہیں کہ جنھوں نے وقت آنے پر ایسے کارنامے انجام دیئے ہیں کہ جن کی وجہ سے دین اسلام تروتازہ ہوگیا، جن میں ان خواتین کا نام سرفہرست ہے جنھوں نے کربلا میں دین کی بقاء کے لئے ہر طرح کی قربانی پیش کر کے جہان کی عورتوں کی لئے ایک مثال قائم کردی کہ اگر دین خدا کو کسی بھی قسم کی قربانی درکار ہو تو کربلا کی بیبیوں کی مثال ان کے لئے بہترین نمونۂ عمل ہے۔

بیشک ہمیں کربلا میں حاضر ہونے والی بیبیوں کے کارناموں کی مثال کسی اور مقام پر نظر نہیں آتی چونکہ شہدائے کربلا کی صعوبتیں انکی شہادت پر ختم ہوگئیں، لیکن کربلا میں موجود بیبیوں نے اسیری کا زخم بھی برداشت کیا اور کربلا سے کوفہ، کوفہ سے شام، اور شام سے مدینہ کی ساری سختیوں اور تکلیفوں کو برداشت فرمایا۔

لہذا ایسی شیر دل ماؤں اور بہنوں کی سوانح حیات کا جائزہ لینا ایک ضروری امر ہے، اسی مقصد کے تحت حسینی دائرۃ المعارف کے مصنف آیت اللہ محمد صادق کرباسی نے اس دائرۃ المعارف کی تین جلدوں کو ناصرات امام حسین علیہ السلام سے مخصوص فرمایا ہے کہ جس میں انکی سوانح حیات پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے، ہم اس مقام پر کتاب معجم انصار الحسین النساء جلد اول (جو ۵۱۱ صفحات پر مشتمل ہے اور سنہ ۲۰۰۹ میلادی کو زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آچکی ہے) میں موجود ناصرات امام حسین علیہ السلام کی سوانح حیات پر الفبا کی ترتیب کے مطابق اجمالی روشنی ڈالتے ہیں۔

ام اسحاق بنت طلحہ التیمیہ:

ام اسحاق تقریبا سنہ ۳۰ھ کو متولد ہوئیں اور سنہ ۹۳ھ کے بعد آپ نے وفات پائی، آپ کا نام ہی ام اسحاق تھا چونکہ تاریخ میں اس کے علاوہ کوئی اور نام آپ کے لئے ذکر نہیں کیا گیا ہے، امام حسن علیہ السلام نے آپ سے عقد فرمایا جس کے نتیجہ میں اللہ نے آپ کو طلحہ نامی فرزند عطا کیا، امام حسن علیہ السلام نے شہادت کے موقع پر امام حسینؑ سے

وصیت فرمائی کہ وہ آپ کے بعد ام اسحاق سے عقد فرمائیں، عدت وفات کے بعد امام حسین علیہ السلام نے آپ سے عقد کیا جس کے نتیجہ میں فاطمہ صغری اور علی اصغر[1] متولد ہوئے، ام اسحاق کربلا میں موجود تھی اور آپ نے دیگر بیبیوں کی طرح اسیری کی تمام صعوبتوں کو تحمل فرمایا۔

اُمامہ بنت ابی العاص العبشمیہ:

آپ تقریبا سنہ ۶ قبل از ہجرت کو متولد ہوئیں، حضرت علی علیہ السلام نے ۱۲ جمادی الثانی سنہ ۱۱ھ میں آپ سے عقد فرمایا تھا، اللہ تعالی نے آپ کو محمد الاوسط اور عبد الرحمان نامی دو فرزند عطا فرمائے جو کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوئے، گرچہ تاریخی شواہد کے مطابق جناب امامہ تقریبا سنہ ۴۹ھ یا بروایت دیگر سنہ ۵۰ میں وفات پا گئیں، لیکن مورخ مازندرانی نے کا آپ کا تذکرہ ان خواتین میں کیا ہے کہ جو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا تشریف لائیں جس سے یہ پتہ چلتا کہ ان کے نزدیک امامہ کی وفات سنہ ۶۱ھ کے بعد واقع ہوئی ہے۔

ام بشیر فاطمہ بنت ابی مسعود الخزرجیہ اور ام حبیب بنت عباد الثعلبیہ:

آپ تقریبا سنہ ۷ھ کو متولد ہوئیں، آپ کے بارے میں زیادہ تفاصیل موجود نہیں ہیں لیکن قدر مسلم یہ ہے کہ معرکہ کربلا میں آپ بھی امام حسین علیہ السلام کے ساتھ حاضر ہوئیں، لہذا آپ کی وفات سنہ ۶۱ھ کے بعد واقع ہوئی، اسی طرح کربلا میں حاضر ہونے والی شخصیتوں میں ام حبیب بنت عباد کا بھی نام ملتا ہے کہ جن کی ولادت تقریبا سنہ ۳ قبل از ہجرت، اور وفات تقریبا سنہ ۶۱ھ میں واقع ہوئی۔

---

[1]- آیت اللہ کرباسی کے نزدیک جناب علی اصغر کی والدہ کا نام ام اسحاق تھا، گرچہ مشہور قول کے مطابق جناب رباب کو مادر علی اصغر کی حیثیت سے جانا جاتا ہے، واللہ العالم۔

ام الحسن بنت الحسنؑ بن علیؑ بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشیہ:

ام الحسن تقریبا سنہ ۴۸ھ کو متولد ہوئیں، آپ کی مادر گرامی کا نام ام بشیر فاطمہ بنت ابی مسعود تھا، کربلا میں آپ کی عمر تقریبا بارہ سال تھی، جب خیام امام حسینؑ پر دشمنوں نے حملہ کیا تو آپ گھوڑوں کی ٹاپوں میں آکر شہید ہو گئیں، ظاہرا آپ کو امام حسین علیہ السلام کے پائینتی دفن کیا گیا ہے۔

ام الحسین بنت الحسنؑ بن علیؑ بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشیہ:

ام الحسین تقریبا سنہ ۴۹ھ کو متولد ہوئیں، آپ کی مادر گرامی کا نام ام بشیر فاطمہ بنت ابی مسعود تھا، عصر عاشور جب خیام امام حسینؑ پر دشمنوں نے حملہ کیا تو آپ اپنی بہن ام الحسن کے ساتھ گھوڑوں کی ٹاپوں میں آکر شہید ہو گئیں، ظاہرا آپ کو بھی امام حسین علیہ السلام کے پائینتی دفنایا گیا ہے۔

ام خدیجہ:

آپ تقریبا قبل از سنہ ۲۵ھ کو متولد ہوئیں، آپ کا شمار حضرت امیر المومنینؑ کی کنیزوں میں ہوتا ہے، حضرت امیر سے آپ کو خدیجہ نامی بیٹی ہوئی جن کا عقد عبد الرحمان الاکبر بن عقیل (شہید کربلا) سے ہوا، ام خدیجہ اپنی بیٹی خدیجہ کے ساتھ کربلا میں حاضر ہوئیں۔

ام سعید بنت عروہ الثقفیہ:

ام سعید قبل از سنہ ۵ھ متولد ہوئیں، حضرت امیر نے تقریبا سنہ ۲۰ھ شہر مدینہ میں آپ سے عقد فرمایا، اللہ تعالی نے حضرت امیر سے آپ کو تین لڑکیاں اور ایک لڑکا عطا فرمایا جن کے نام بترتیب یہ ہیں:

(الف) ام الحسن۔ ولادت سنہ ۱۲ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ۔ (ب) رملۃ الکبریٰ۔ ولادت سنہ ۲۲ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ۔ (ج) عمر الاوسط۔ ولادت سنہ ۲۳ھ وفات سنہ ۳۸۔ (د) ام کلثوم الصغریٰ۔ ولادت ۲۴ھ وفات قبل از سنہ ۴۰ھ۔

مورخ مازندرانی نے ام سعید بنت عروہ کا تذکرہ کربلا میں حاضر ہونے والی خواتین کے ذیل میں کیا ہے، لیکن چونکہ شیخ کرباسی کی تحقیق کے مطابق ام سعید سنہ ۳۵ھ کو وفات پاگئیں تھیں لہذا آپ کے نزدیک ام سعید کا کربلا میں حاضر ہونا ایک بعید امر ہے۔

ام شعیب المخزومیہ:

آپ سنہ ۲ قبل از ہجرت کو متولد ہوئیں، اور سنہ ۲۰ھ میں بطور کنیز حضرت امیر المومنین کے گھر تشریف لائیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت علیؑ سے تین لڑکیاں عطا کیں:

(الف) نفیسہ بنت علیؑ۔ ولادت سنہ ۲۲ھ وفات بعد از سنہ ۶۱ھ۔ (ب) زینب صغریٰ بنت علیؑ۔ ولادت سنہ ۲۳ھ وفات قبل از سنہ ۴۰ھ۔ (ج) رقیہ صغریٰ بنت علیؑ۔ ولادت سنہ ۲۴ھ وفات بعد از سنہ ۶۱ھ۔

مورخ مازندرانی نے اپنی کتاب معالی السبطین میں ذکر کیا ہے کہ رقیہ صغریٰ بنت علیؑ اپنی مادر گرامی ام شعیب کے ساتھ کربلا میں حاضر ہوئیں، جبکہ محقق آیت اللہ محمد صادق الکرباسی کی تحقیق کے مطابق ام شعیب کی وفات بعد از ۴۰ھ ہو چکی تھی جس کی بنا پر ان کا کربلا میں حاضر ہونا ان کے نزدیک غیر قابل قبول ہے۔

ام فاطمہ:

آپ قبل از سنہ ۹ھ متولد ہوئیں، اور سنہ ۲۳ھ میں آپ کو حضرت علی علیہ السلام کی کنیزی کا شرف حاصل ہوا، اللہ نے آپ کو حضرت علیؑ سے فاطمہ نامی دختر عطا کی کہ جن کا عقد ابوسعید بن عقیل (شہید کربلا) سے ہوا، ام فاطمہ اپنی بیٹی فاطمہ اور داماد ابوسعید کے ساتھ کربلا میں حاضر ہوئیں جہاں ابوسعید بن عقیل شہید کئے گئے۔

ام کلثوم صغریٰ بنت عبداللہ بن جعفر الطیار بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشیہ:
آپ کی ولادت تقریباً سنہ ۴۰ھ کو ہوئی، زینب کبریٰ بنت علیؑ آپ کی مادر گرامی تھیں، امام حسین علیہ السلام نے آپ کا عقد قاسم بن محمد الاکبر بن جعفر الطیار سے فرمایا، آپ اپنی مادر گرامی جناب زینب سلام اللہ علیہا اور شوہر جناب قاسم بن محمد الاکبر کے ساتھ کربلا میں حاضر ہوئیں تھیں۔

ام کلثوم کبریٰ بنت علیؑ بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشیہ:
حضرت امام علی علیہ السلام کی چار بیٹیاں تھیں:
(الف) زینبؑ کبریٰ بنت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا۔ ولادت سنہ ۶، شہادت سنہ ۶۲ھ۔ جناب زینبؑ کی کنیت ام کلثوم تھی۔
(ب) ام کلثوم کبریٰ بنت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا۔ ولادت سنہ ۹ھ وفات سنہ ۶۱ھ۔ جناب ام کلثوم کا نام زینب تھا۔
(ج) زینب صغریٰ بنت ام شعیب المخزومیہ۔ ولادت سنہ ۲۳ وفات سنہ ۴۰ھ۔ آپ کی کنیت ام کلثوم تھی۔
(د) ام کلثوم صغریٰ بنت ام سعید الثقفیہ۔ ولادت سنہ ۲۴ھ وفات سنہ ۴۰ھ۔ آپ کا نام زینب تھا۔

امام علی علیہ السلام کی چاروں بیٹیوں کے نام زینب جن میں سے ہر ایک کی کنیت ام کلثوم تھی، اس مقام پر ہماری گفتگو ام کلثوم کبریٰ بنت زہرا سلام اللہ علیہا کے بارے میں ہے، آپ کی ولادت ۱۶ شعبان سنہ ۹ھ میں واقع ہوئی، گرچہ اہل سنت کے یہاں یہ مشہور ہے کہ آپ کی شادی عمر ابن خطاب کے ساتھ ہوئی لیکن مذہب امامیہ کے نزدیک یہ بات صحیح نہیں ہے، چونکہ جن سے حضرت عمر کا عقد ہوا وہ ام کلثوم بنت جرول الانصاریہ تھیں نام میں مشابہت کی وجہ سے مورخین شبہ کا شکار ہوگئے جبکہ جناب ام کلثوم بنت علیؑ کا عقد خود حضرت امیرؑ نے اپنے بھتیجے عون بن جعفر طیار سے فرمایا تھا۔

جناب ام کلثوم کو عون بن جعفر طیار سے اولاد نہ ہو سکی، دونوں زن و شوہر کربلا میں حاضر ہوئے جہاں دین اسلام کی بقاء کے لئے جناب عون نے جام شہادت نوش فرمایا، بعد از واقعہ عاشورا جناب ام کلثوم اسیر ہوئیں اور جناب زینب کی طرح کوفہ اور شام میں آپ نے فصیح و بلیغ خطبے ارشاد فرمائے، مدینہ واپسی کے بعد سنہ ۶۱ھ ہی میں آپ نے دار فانی کو وداع فرمایا۔

ام کلثوم بنت فضل بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشیہ:

جناب ام کلثوم تقریبا سنہ ۱۲ھ کو متولد ہوئیں، آپ کے والد کا نام فضل اور والدہ کا نام صفیہ تھا، امام حسن علیہ السلام نے آپ سے سنہ ۲۶ھ میں عقد فرمایا جن سے محمد الاصغر (ولادت سنہ ۲۷، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ) اور فاطمہ صغری متولد ہوئے، جناب ام کلثوم سے امام حسن علیہ السلام کی سنہ ۳۶ھ میں طلاق واقع ہوئی، لیکن کتاب معالی السبطین میں آپ کا شمار کربلا میں حاضر ہونے والی خواتین میں کیا گیا ہے، لہذا قوی احتمال اس بات کا ہے کہ آپ اپنے فرزند محمد الاصغر کے ساتھ معرکۂ کربلا میں حاضر ہوئی ہوں جو اپنے چچا کے ساتھ کربلا میں تشریف لائے اور اسیر بنائے گئے۔

اس مقام پر ہم یہ چاہیں گے کہ امام حسن علیہ السلام کی ازواج اور ان کی اولاد کا تذکرہ کریں کیونکہ بنی امیہ نے امام حسن علیہ السلام کی عظمت کو کم کرنے کے لئے یہ پروپگنڈہ کیا کہ امام عالی مقام نے تین سو عورتوں سے عقد فرمایا، جبکہ یہ بات حق و حقیقت سے دور ہے چونکہ امام حسن علیہ السلام کی مختلف زمانوں میں آٹھ بیویاں اور ۲۰ کنیزیں تھیں، جن کی تفصیل ہمیں تاریخ میں کچھ اس طرح سے ملتی ہے:

امام حسنؑ کی ازواج اور انکی اولاد:

۱۔ **فاطمہ بنت عقبہ الخزرجیہ** (ولادت تقریبا سنہ ۷ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ): امام حسن علیہ السلام نے سنہ ۱۹ھ میں آپ سے عقد فرمایا، جناب فاطمہ بنت عقبہ کی امام حسنؑ سے ہونے والی اولاد کے نام یہ ہیں:

زید (ولادت سنہ ۲۰ھ، وفات سنہ ۱۲۰ھ)، ام الخیر رملہ (ولادت تقریبا سنہ ۳۰ھ، وفات سنہ ۳۱ھ)، احمد (ولادت سنہ ۴۴ھ شہادت سنہ ۶۱ھ بمقام کربلا)، ام الحسن الصغریٰ (ولادت تقریبا سنہ ۴۷، شہادت سنہ ۶۱ھ بمقام کربلا)، بشیر (ولادت تقریبا سنہ ۴۸ھ شہادت سنہ ۶۱ھ بمقام کربلا)، ام الحسین (ولات تقریبا سنہ ۴۹ھ شہادت سنہ ۶۱ھ، بمقام کربلا)۔

۲۔ ام کلثوم بنت فضل الہاشمیہ (ولادت تقریبا سنہ ۱۲ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)، امام حسن علیہ السلام نے تقریبا سنہ ۲۶ھ میں آپ سے عقد فرمایا جن سے محمد الاصغر (ولادت سنہ ۳۷، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ) اور فاطمہ صغریٰ پیدا ہوئے۔

۳۔ جعدہ بنت الاشعث الکندیہ (ولادت سنہ ۲۲ھ، وفات بعد از سنہ ۵۰ھ) امام حسن علیہ السلام نے جعدہ بنت اشعث سے تقریبا سنہ ۳۶ھ کو عقد فرمایا، جعدہ کو امام حسنؑ سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

۴۔ خولہ بنت منظور الفزاریہ (ولادت تقریبا سنہ ۱۰ھ، وفات قبل از سنہ ۶۱ھ) سے امام حسن علیہ السلام نے تقریبا سنہ ۳۶ھ میں عقد فرمایا، جن سے اللہ نے آپ کو حسن مثنیٰ (ولادت سنہ ۳۹ھ، شہادت سنہ ۹۲ھ) محمد الاکبر نامی فرزند عطا کیے۔

۵۔ ام اسحاق بنت طلحہ التیمیہ (ولادت تقریبا سنہ ۳۰، وفات بعد از سنہ ۹۳ھ) سے امام حسن علیہ السلام نے تقریبا سنہ ۴۸ھ کو عقد فرمایا جن سے طلحہ بن حسن تقریبا سنہ ۴۹ھ کو متولد ہوئے۔

۶۔ عائشہ بنت خلیفہ اسعمیہ: امام حسن علیہ السلام نے اپنی اس زوجہ کو طلاق دی تھی۔

۷۔ حفصہ بنت عبدالرحمان التیمیہ امام عالی مقام نے اپنی اس زوجہ کو بھی طلاق دی تھی۔

۸۔ ہند بن سہیل العامریہ۔

یہ تھیں امام حسن علیہ السلام کی وہ ازواج کہ جو مختلف زمانوں میں امام عالی مقام کے عقد میں تھیں اب ہم آپ کی کنیزوں اور ان کی اولاد کی طرف روشنی ڈالتے ہیں:

امام حسن علیہ السلام کی کنیزیں اور ان سے آپ کی اولاد:

(۱)۔ ربطہ ام اُروی ہمدانی (فارسی): آپ کو امام حسن علیہ السلام سے اسماعیل و حمزہ نامی دو فرزند ہوئے۔(۲)۔ رباب المازنیۃ (المآزبیۃ): جعفر بن حسن (ولادت سنہ ۴۹ھ، وفات سنہ ۱۱۰ھ) آپ کے فرزند تھے جو کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوئے۔ (۳)۔ حبیبہ المغربیۃ: آپ کے عبد اللہ الاوسط (ولادت سنہ ۴۶ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ، بمقام کربلا) اور عبد الرحمان (ولادت سنہ ۴۹ھ) نامی دو فرزند تھے۔ (۴)۔ زینب البجلیۃ: عبد اللہ الاصغر (ولادت سنہ ۴۹ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ) آپ کے فرزند تھے جو کربلا میں شہید ہوئے۔ (۵)۔ رملہ الرومیہ (جو ہمارے درمیان ام فروہ کے نام سے مشہور ہیں): جناب قاسم آپ کے فرزند تھے جو سنہ ۴۶ھ کو متولد ہوئے اور سنہ ۶۱ھ ہجری کو کربلا میں شہید ہوئے۔ (۶)۔ قصبہ ام مرازم: آپ کے ایک فرزند تھے کہ جن کا نام مرازم تھا۔ (۷)۔ ناجیہ ام یعقوب: آپ کے فرزند کا نام یعقوب تھا۔ (۸)۔ نرجس الرومیہ: آپ کی دو بیٹیاں تھیں کہ جن کا نام ام الحسن الکبری اور بنت الحسن تھا۔ (۹)۔ ملیکۃ ام الحسن: آپ کی دختر کا نام ام الحسن الوسطی تھا۔ (۱۰)۔ الصہباء: ام سلمہ آپ کی دختر تھیں۔ (۱۱)۔ عاصمہ ام رقیہ: رقیہ آپ کی بیٹی تھیں۔ (۱۲)۔ صافیہ زنجیہ (ولات تقریبا ۵ قبل از ہجرت، وفات بعد از سنہ ۱۱ھ): امام حسن علیہ السلام سے آپ کو ایک دختر ہوئی کہ جن کا نام فاطمہ کبری (ولادت تقریبا سنہ ۴۰ھ، وفات تقریبا سنہ ۷۰ھ) تھا۔ (۱۳)۔ ام عقیل: آپ کے فرزند کا نام عقیل تھا۔ (۱۴)۔ ام علی اصغر: آپ کے فرزند کا نام علی اصغر تھا۔ (۱۵)۔ ام علی الاکبر: آپ کے فرزند کا نام علی اکبر تھا۔ (۱۶)۔ ام عمرو الثقفیہ: آپ کے فرزند کا نام عمرو تھا جو تقریبا سنہ ۳۷ھ کو متولد ہوئے اور سنہ ۶۱ھ کو کربلا کے میدان میں شہید کئے گئے۔ (۱۷)۔ ام یحیی: آپ کے یحیی نامی فرزند تھے۔ (۱۸)۔ ام عبد الرحمان: آپ کے فرزند کا نام عبد الرحمان تھا۔ (۱۹)۔ ام سکینہ: آپ کی دختر کا نام سکینہ

تھا۔ (۲۰) ۔ نفیلہ المدنیہ (ولادت تقریبا سنہ ۲۹ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ): آپ کے ایک فرزند کا نام ابو بکر تھا جو سنہ ۴۴ھ کو متولد ہوئے اور سنہ ۶۱ھ کو کربلا میں شہادت پائی۔

یہ تھے امام حسن علیہ السلام کی ازواج، کنیزوں اور ان سے آپ کی اولاد کے اسماء کہ جن کا تذکرہ اہل نسب نے تاریخ میں کیا ہے، ہماری اس تفصیل سے بنی امیہ اور ان کے پیروکاروں کا مذکورہ پروپگنڈہ باطل ہوجاتا ہے۔

ام وھب بنت وھب نصرانی:

ام وھب بنت وھب تقریبا سنہ ۲۶ھ کو متولد ہوئیں، آپ کے شوہر اور فرزند کا نام بھی وہب تھا، آپ اور آپ کے فرزند (جوکہ نصرانی تھے) نے امام حسین علیہ السلام کے ہاتھوں پر اسلام قبول فرمایا۔

اکثر مورخین آپ کے فرزند وہب بن وہب اور وہب بن عبد اللہ کلبی کو ایک فرد سمجھتے ہیں، جبکہ وہب بن عبد اللہ اپنی مادر گرامی قمر، والد عبد اللہ کلبی اور زوجہ ہانیہ کوفیہ کے ساتھ کربلا تشریف لائے تھے کہ جہاں یہ تمام افراد شہید کئے گئے، وہب بن عبد اللہ کے گھرانے کی ہر فرد ابتداء سے مسلمان اور شیعہ علیؑ تھی۔

لیکن جناب وہب بن وہب اور آپ کی مادر گرامی مسلمان نہ تھے بلکہ آپ دونوں نے امام حسین علیہ السلام کے ہاتھوں پر اسلام قبول فرمایا، شیخ صدوق (محمد بن علی بن حسین قمی) نقل فرماتے ہیں کہ روز عاشورا جب وھب بن وھب میدان کارزار میں تشریف لے گئے اور ایک عظیم جنگ کے بعد شربت شہادت نوش فرمایا تو عمر سعد نے آپ کا سر کٹوا کر خیام حسینیؑ کی طرف اچھال دیا، یہ دیکھ کر آپ کی مادر گرامی ام وہب نے تلوار اٹھائی اور مقتل کی طرف جانے لگیں اس وقت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے ام وھب عورتوں پر جہاد واجب نہیں ہے، واپس چلی آؤ، بیشک تمھارا اور تمھارے فرزند کا مقام جنت میں میرے نانا رسولؐ اللہ کے ساتھ ہے، پھر امام نے آپ کو شہادت کی بشارت دی اور اس طرح آپ نے بھی کربلا میں شہادت پائی، قابل ذکر بات یہ ہے کہ آپ کے فرزند جناب وہب بن وہب کا شہادت کے موقع پر عقد نہیں ہوا تھا۔

برۃ (بفتح الباء و بفتح الراء المشددۃ):

برہ امام حسین علیہ السلام کی کنیز تھیں، جب شہربانو مادر امام سجاد علیہ السلام حالت نفاس میں رحلت فرماگئیں تو امام حسین علیہ السلام نے امام سجادؑ کی کفالت کے لئے برہ کو معین فرمایا، جوآپ کے ساتھ کربلا میں حاضر ہوئیں، جناب برہ کی وفات سنہ ۶۱ھ کے بعد واقع ہوئی۔

ام احمد:

ام احمد قبل از سنہ ۳۰ھ کو متولد ہوئیں، آپ محمد بن عقیل کی زوجہ تھیں کہ جن سے اللہ نے آپ کو احمد نامی فرزند عطا فرمایا، بعض ارباب مقاتل نے آپ کا تذکرہ کربلا میں حاضر ہونے والی خواتین کے ذیل میں کیا ہے، جس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی وفات سنہ ۶۱ھ بعد واقع ہوئی۔

ام الحسن بنت علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشیہ:

ام الحسن تقریباً سنہ ۱۲ھ کو متولد ہوئیں، آپ کے والد حضرت علیؑ اور والدہ ام سعید بنت عروہ تھیں، رملہ کبری، عمر اوسط اور ام کلثوم صغری آپ کے سگے بھائی بہن تھے، آپ کا سب سے پہلا عقد جعدہ بن ہبیرہ المخزومی سے ہوا جن سے اللہ نے آپ کو عبداللہ اور یحیی نامی دو فرزند عطا فرمائے، سنہ ۴۱ھ میں شوہر کی وفات کے بعد آپ نے جعفر اکبر بن عقیل سے عقد فرمایا جن کے ساتھ آپ کربلا تشریف لائیں اور جہاں آپ کے شوہر نے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شربت شہادت نوش فرمایا، شوہر کی شہادت کے بعد آپ اسیر ہوئیں یہاں تک کہ امام سجادؑ کے ساتھ مدینہ واپس لوٹیں، آپ کی وفات شہر مدینہ میں واقع ہوئی، اور ظاہراً آپ کو بقیع میں دفنایا گیا۔

ام القاسم:

ام القاسم قبل از سنہ ۲۳ھ متولد ہوئیں، آپ کا عقد محمد اکبر بن جعفر بن ابیطالب سے ہوا جو سنہ ۳۷ھ کو جنگ صفین میں شہید کئے گئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو محمد اکبر بن جعفر سے قاسم نامی فرزند عطا فرمایا جو آپ کے ساتھ کربلا تشریف لائے اور امام حسین علیہ السلام کے ساتھ اس قدر جنگ کی کہ مجروح ہوئے اور کربلا کے بعد اسیر بھی بنائے گئے۔

ام محمد:

ام محمد قبل از سنہ ۲۰ھ متولد ہوئیں، آپ اپنے فرزند محمد بن ابوسعید بن عقیل بن ابیطالب بن عبدالمطلب کے ساتھ کربلا تشریف لائیں کہ جہاں آپ کے فرزند نے امام حسین علیہ السلام پر اپنی جان قربان کر دی، ام محمد کی وفات بعد از سنہ ۶۱ھ میں واقع ہوئی۔

بحریہ بنت مسعود الخزرجیہ:

آپ تقریبا سنہ ۳۹ھ کو متولد ہوئیں، کربلا میں آپ اپنے شوہر جنادہ بن کعب بن حرث انصاری اور اپنے فرزند عمرو بن جنادہ کے ساتھ حاضر ہوئیں، جہاں آپ کے شوہر اور فرزند دونوں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے، روایات کے مطابق شوہر کی شہادت کے بعد آپ نے اپنے فرزند کو زرہ پہنائی اور جنگ کی اجازت کے لئے امام کی خدمت میں بھیجا، چونکہ عمرو بن جنادہ گیارہ سال کے تھے اور کچھ ہی دیر پہلے آپ کے والد شہید ہوئے تھے لہذا امام عالی مقام نے ماں کا لحاظ کرتے ہوئے اجازت نہیں دی، یہ دیکھ کر عمرو نے کہا: مولا میری ماں نے مجھے یہ زرہ باندھ کر بھیجا ہے اور وہ اس بات پر راضی ہیں کہ میں بھی درجہ شہادت پر فائز ہو جاؤں، اس اشتیاق شہادت کو دیکھ کر امام عالی مقام نے عمرو کو جنگ کی اجازت دی، جب عمرو شہید ہوئے تو دشمنوں نے آپ کے سر کو لشکر امام حسینؑ کی طرف اچھال دیا، بحریہ نے اپنے فرزند کے سر کو اٹھایا اور اسے واپس قاتلین کی طرف پھینک دیا۔

جمانہ بنت ابی طالب الہاشمیہ:

آپ سنہ ۳۸ قبل از ہجرت کومکہ مکرمہ میں متولد ہوئیں، آپ کے والد ابوطالب اور والدہ فاطمہ بنت اسد تھیں، آپ کا عقد مغیرہ بن حارث بن عبد المطلب سے ہوا کہ جن سے آپ کو تین بیٹے (جعفر، عبد اللہ، عبید اللہ) اور ایک بیٹی (عاتکہ) پیدا ہوئی، آپ کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ حاضر ہوئیں جہاں آپ نے اپنی آنکھوں سے اپنے فرزند عبد اللہ کی شہادت کو دیکھا، واقعہ کربلا کے بعد آپ نے اسیری کے ستم بھی سے اور کاروان امام سجادؑ کے ساتھ مدینہ واپس لوٹیں۔

حبیبہ:

آپ تقریبا سنہ ۲۸ھ کو متولد ہوئیں، آپ کا شمار امام حسن علیہ السلام کی کنیزوں میں ہوتا ہے، عبد الرحمان بن حسنؑ آپ کے فرزند تھے کہ جن کے ساتھ آپ کربلا میں حاضر ہوئی تھیں۔

حسنیہ (ح مضموم، نون مکسور، ی مفتوح و مشدد):

آپ قبل از سنہ ۵ھ کو متولد ہوئیں، آپ کو امام حسین علیہ السلام نے نوفل بن حارث بن عبد المطلب سے خریدا تھا، آپ سے سہم نامی شخص نے عقد کیا جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو منجح نامی فرزند عطا فرمایا جن کے ساتھ آپ کربلا تشریف لائیں، کربلا کی اس معرکہ آرا جنگ میں منجح درجۂ شہادت پر فائز ہوئے، زیارت ناحیہ میں امام عسکری علیہ السلام نے منجح پر یوں سلام بھیجا:

السلام علی منجح مولی الحسین۔

حمیدہ بنت مسلم بن عقیل بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشیہ:

جناب حمیدہ سنہ ۴۹ھ کو متولد ہوئیں، آپ کے والد مسلم ابن عقیل اور ماں رقیہ صغری[1] بنت امیرالمومنین تھیں، لہذا امام حسین علیہ السلام آپ کے اور آپ کے شوہر عبداللہ الاحول (جن کی ماں کا نام زینب صغری بنت علی تھا اور جو امام حسین علیہ السلام کی بہن تھیں) بن محمد بن عقیل کے ماموں تھے۔

یہ وہی حمیدہ ہیں کہ جب کربلا کے راستہ میں جناب مسلم ابن عقیل کی شہادت کی اطلاع ملی تو امام حسین علیہ السلام نے آپ کے سر پر دست شفقت پھیرا تھا، آپ کربلا میں اسیر ہوئیں اور جب قید سے واپسی ہوئی تو کچھ مدت کے بعد جناب عبداللہ الاحول[2] بن محمد بن عقیل (جو کہ آپ کے خالہ زاد بھائی اور چچا کے بیٹے بھی تھے) نے آپ سے عقد فرمایا۔

خدیجہ بنت علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشیہ:

جناب خدیجہ بنت علی تقریبا سنہ ۳۹ھ میں متولد ہوئیں، آپ کا عقد عبد الرحمان (ولادت سنہ ۳۷ھ) بن عقیل بن ابی طالب سے تقریبا سنہ ۵۳ھ کو ہوا، جن سے اللہ تعالی نے آپ کو دو فرزند سعد (ولادت سنہ ۵۴ھ) اور عقیل (ولادت سنہ ۵۵ھ) عطا فرمائے، آپ اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ کربلا تشریف لائیں جہاں آپ کے شوہر شہید ہوئے اور دونوں فرزند خوف وپیاس کی شدت کی وجہ سے شہید ہوگئے جس کے بعد آپ اسیر بنائی گئیں اور امام سجادؑ کے ساتھ مدینہ واپس لوٹیں۔

---

1. رقیہ صغری بنت علی، زینب صغری بنت علی اور نفیسہ بنت علی سگی بہنیں تھیں کہ جن کی مادر گرامی کا نام ام شعیب المخزومیہ تھا، (معجم انصار الحسین الرجال ج ا ص ۸۴)۔

2. عبداللہ الاحول کی مادر گرامی زینب صغری بنت علی تھیں، اور جناب حمیدہ کی والدہ رقیہ صغری بنت علی تھیں، لذا دونوں کی مائیں ایک دوسرے کی بہنیں تھیں۔

غلیلہ:

جناب غلیلہ قبل از سنہ ۶ھ متولد ہوئیں، آپ جناب عقیل بن ابیطالب کی کنیز تھیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین فرزند عطا کئے جن کے نام تاریخ میں کچھ اس طرح سے بیان کئے گئے ہیں:

۱۔ عبد اللہ الاکبر (ولادت سنہ ۲۰ھ، شہادت ۶۱ھ)۔ ۲۔ عبد اللہ الاصغر (ولادت سنہ ۲۷ھ شہادت سنہ ۶۱ھ) ۔۳۔ عبد الرحمان الاکبر (ولادت سنہ ۳۷ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ) آپ اپنے فرزندوں کے ساتھ کربلا تشریف لائیں کہ جہاں آپ کے تینوں فرزند امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید کئے گئے، فرزندوں کی شہادت کے بعد آپ نے امام سجاد علیہ السلام کے ساتھ اسیری کی سختیوں کو تحمل فرمایا یہاں تک کے مدینہ واپس ہوئیں، سنہ ۶۱ھ کے بعد آپ کی وفات ہوئی، ظاہرا آپ کو جنت البقیع میں دفنایا گیا ہے۔

خوصاء بنت عمرو الصائیہ:

جناب خوصاء تقریبا سنہ ۱ھ کو متولد ہوئیں، آپ کی کنیت ام البنین تھی، جناب عقیل بن ابیطالب نے سنہ ۱۵ھ میں آپ سے عقد فرمایا جن سے آپ کو چار فرزند اس ترتیب کے ساتھ ہوئے:

۱۔ یزید بن عقیل، آپ کی کوئی اولاد نہ تھی، آپ ہی کے نام پر جناب عقیل کی ابویزید قرار پائی۔

۲۔ ابوسعید بن عقیل (ولادت سنہ ۱۶ھ شہادت سنہ ۶۱ھ)، آپ نے فاطمہ بنت علی سے عقد فرمایا، جو آپ کے ساتھ کربلا میں حاضر تھیں۔

۳۔ جعفر الاکبر بن عقیل (ولادت سنہ ۳۷ھ شہادت سنہ ۶۱ھ)، آپ نے ام الحسن بنت علی سے عقد فرمایا، جو آپ کے ساتھ کربلا میں حاضر تھیں۔

۴۔ موسیٰ بن عقیل (ولادت سنہ ۳۸ھ شہادت سنہ ۶۱ھ)، آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔

جناب خوصاء اپنے تین فرزندوں (یعنی ابو سعید، جعفر الاکبر اور موسیٰ) کے ساتھ کربلا تشریف لائیں کہ جہاں آپ کے تینوں بیٹے شہید کئے گئے، جس کے بعد آپ نے اپنی دونوں بہوؤں کے ساتھ اسیر بنائی گئیں یہاں تک کہ امام سجاد علیہ السلام کے ساتھ مدینہ واپس لوٹیں۔

خوصاء بنت حفصہ بن ثقیف بن ربیعہ بن عثمان الوائلیہ:

جناب خوصاء تقریباً سنہ ۱۱ھ کو متولد ہوئیں، آپ کا عقد عبد اللہ الاکبر بن جعفر طیار سے ہوا جن سے اللہ تعالی نے آپ کو محمد الاصغر، عبید اللہ اور ابوبکر نامی تین فرزند عطا کئے، صاحب معالی نے آپ کا تذکرہ کربلا میں حاضر ہونے والی خواتین میں کیا ہے۔

رباب بنت امریء القیس بن عدی بن اوس بن جابر بن کعب بن علیم الکلبیہ:

رباب بنت امریء القیس سنہ ۶ھ کو متولد ہوئیں، چونکہ آپ کے والد دومۃ الجندل میں مقیم تھے لہذا احتمال قوی ہے کہ آپ کی ولادت دومۃ الجندل [1] یا اس کے اطراف میں واقع ہوئی ہو، آپ کی دو اور بڑی بہنیں (محیاۃ اور سلمی) تھیں، محیاۃ سے حضرت علی اور سلمی سے امام حسن علیہما السلام نے عقد فرمایا تھا، جناب رباب کا عقد امام حسین علیہ السلام سے سنہ ۱۹ھ میں واقع ہوا، آپ امام حسین علیہ السلام کی پہلی زوجہ تھیں جو ادب و اخلاق، حسن و جمال، عقل و فہم میں دوسری عورتوں پر برتری رکھتی تھیں اسی لئے امام عالی مقام نے آپ سے انس و محبت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

1۔ آج دومۃ الجندل سیریا کی اس شاہ راہ پر واقع ہے کہ جو شہر مدینہ پر منتہی ہوتی ہے، یہ وہی مقام ہے کہ جہاں جنگ صفین کے بعد حکمین نے فیصلہ کیا تھا۔

لَعَمْرُکَ اِنَّنِیْ لَاُحِبُّ دَارًا، تَحِلُّ بِھَا سُکَیْنَۃُ وَ الرَّبَابُ[1]۔۔۔۔۔۔ تمھاری قسم کہ میں اس گھر کو دوست رکھتا ہوں کہ جس میں سکینہ ورباب موجود ہوں۔

جناب رباب سے تین بیٹیاں اور ایک فرزند متولد ہوئے، جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ فاطمہ کبریٰ۔ ولادت سنہ ۲۰، وفات سنہ ۱۱۰ھ۔

۲۔ سکینہ۔ ولادت سنہ ۴۲، وفات سنہ ۱۱۷ھ۔

۳۔ رقیہ۔ ولادت سنہ ۵۷۔ شہادت سنہ ۶۱ھ۔

۴۔ عبداللہ۔ ولادت دس محرم سنہ ۶۱، شہادت سنہ ۶۱ھ۔

جناب رباب، فاطمہ کبریٰ، سکینہ، رقیہ اور امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا تشریف لے گئیں، آپ کو امام عالی مقام سے اس قدر محبت تھی کہ بعد از شہادت آپ نے بے شمار مرثیے کہے جنھیں وہ صبح وشام پڑھ کر گریہ زاری کرتی تھیں، لکھا گیا ہے کہ آپ کے مرثیے کو سننے بہت ساری عورتیں جمع ہوتی تھیں اور عزاداری کے بعد ستو[2] بطور تبرک تقسیم کیا جاتا، تاکہ اسے کھا کر امام حسین علیہ السلام پر زیادہ سے زیادہ گریہ کیا جا سکے۔

امام حسین علیہ السلام نے جناب رباب کے بعد بترتیب مندرجہ ذیل خواتین سے مختلف زمانوں میں عقد دائم فرمایا:

۱۔ امام حسین علیہ السلام نے سلافہ (ملومۃ) قضائیہ سے سنہ ۲۰ھ کو آپ کا عقد فرمایا جن سے جعفر بعد از سنہ ۲۱ھ اور فاطمہ وسطیٰ[3] متولد ہوئے، سلافہ سنہ ۳۰ھ سے پہلے ہی مدینہ میں وفات پا گئیں۔

---

[1] دیوان امام الحسین من الشعر المنسوب الیہ، تالیف آیت اللہ محمد صادق الکرباسی، جلد اول ص ۱۹۳۔

[2] ستو کو مختلف چیزوں سے بنایا جاتا ہے، بعض لوگ اسے بھنے ہوئے جو یا آٹے سے بناتے ہیں کہ جس میں شکر بھی ملائی جاتی ہے۔

[3] آیت اللہ محمد صادق الکرباسی کے نزدیک یہی وہ فاطمہ وسطیٰ تھیں کہ جو علالت وبیماری کی وجہ سے کربلا میں حاضر نہ ہو سکیں جبکہ فاطمہ صغریٰ وکبریٰ دونوں کربلا میں موجود تھیں۔

۲۔ سنہ ۳۰ھ میں امام حسین علیہ السلام کا عقد سیدہ شاہ زنان بن یزدجرد ثالث ساسانی سے مدینہ میں ہوا، جن سے ام کلثوم (ولادت سنہ ۳۱ھ)، زینب (ولادت سنہ ۳۲ھ)، امام سجادؑ (ولادت سنہ ۳۳ھ) پیدا ہوئے، جناب شاہ زنان سنہ ۳۳ھ میں وفات پا گئیں۔

۳۔ سنہ ۳۵ھ میں آپ نے جناب لیلی بنت ابی مرہ الثقفیہ سے مدینہ میں عقد فرمایا جن سے علی اکبر سنہ ۳۸ھ کو کوفہ میں متولد ہوئے، جناب لیلی نے سنہ ۶۳ھ میں وفات پائی۔

۴۔ سنہ ۳۸ھ میں امام حسین علیہ السلام نے سیدہ عاتکہ بنت زید العدویہ سے مدینہ میں عقد فرمایا جن سے ابرہیم سنہ ۴۸ھ کو مدینہ میں متولد کوئے اور محسن سنہ ۶۱ھ کو شہر حلب میں سقط ہو گئے، جناب عاتکہ نے سنہ ۶۱ھ کے بعد وفات پائی۔

۵۔ سنہ ۵۰ھ میں آپ نے ام اسحاق سے عقد فرمایا جن سے فاطمہ صغری (ولادت سنہ ۵۱ھ) اور علی اصغر سنہ ۶۰ھ کو متولد ہوئے، جناب ام اسحاق نے سنہ ۶۱ھ کے بعد مدینہ میں وفات پائی۔

رقیہ بنت الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشیہ:

جناب رقیہ سنہ ۵۷ھ کے اواخر میں متولد ہوئیں، آپ کی مادر گرامی کا نام رباب بنت امری ء القیس تھا، آپ کربلا میں حاضر ہوئیں اور اسیری کی تمام صعوبتوں کو برداشت فرمایا، ۶ صفر سنہ ۶۱ھ کو زندان شام میں آپ کی شہادت واقع ہوئی، آج بھی آپ کا مقبرہ شام کی سرزمین پر موجود ہے۔

رقیہ صغریٰ بنت علیؑ بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشیہ:

جناب رقیہ صغریٰ سنہ ۲۴ھ کو مدینۂ منورہ میں متولد ہوئیں، آپ کی مادرگرامی کا نام ام شعیب المخزومیہ تھا، جناب مسلم ابن عقیل نے پہلے جناب رقیہ کبریٰ[1] بنت علیؑ سے عقد فرمایا جن سے اللہ نے آپ کو عبد اللہ الاکبر (ولادت ۳۴ھ۔ شہادت ۶۱ھ) اور علی (ولادت ۴۰ھ۔ شہادت سنہ ۶۱ھ) نامی فرزند عطا کئے، اور جب سنہ ۴۵ھ میں رقیہ کبریٰ کا انتقال ہوا تو آپ نے رقیہ صغریٰ بنت علیؑ (جن کی والدہ کا نام ام شعیب المخزومیہ تھا) سے اسی سال (سنہ ۴۵ھ) میں عقد فرمایا جن سے اللہ نے آپ کو عبد اللہ الاصغر (عبید اللہ) (ولادت ۴۶ھ۔ شہادت ۶۱ھ)، حمیدہ (ولادت ۴۹ھ۔ وفات تقریباً سنہ ۱۴۲ھ)، عاتکہ (ولادت ۵۲ھ۔ شہادت ۶۱ھ) محمد الاصغر (ولادت ۵۳ھ۔ وفات ۶۲ھ) اور ابراہیم (ولادت ۵۴ھ۔ وفات ۶۲) جیسے فرزند عطا فرمائے۔

رقیہ صغریٰ بنت علیؑ کے فرزند عبد اللہ الاصغر کربلا میں شہید ہوئے، محمد اصغر اور ابراہیم (مشہور بہ پسران مسلم) کوفہ میں شہید ہوئے، بعد از شہادت امام حسینؑ جب خیموں کو لوٹا جا رہا تھا تو اسی وقت عاتکہ گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے آکر شہید ہوگئیں، اور حمیدہ اپنی ماں جناب رقیہ بنت علیؑ کے ساتھ اسیر بنائی گئیں اور امام سجادؑ کے ساتھ مدینے واپس لوٹیں۔

رملۃ الکبریٰ بنت علیؑ بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشیہ:

رملۃ الکبریٰ[2] تقریباً سنہ ۲۲ھ کو متولد ہوئیں، آپ کی مادرگرامی کا نام ام سعید بنت عروہ بن مسعود تھا، آپ کا عقد عبد اللہ مطلبی (شہید کربلا) سے ہوا، آپ کی اولاد کے بارے میں کوئی تذکرہ نہیں ملتا ہے، البتہ آپ کے شوہر کربلا میں

---

[1]- رقیہ کبریٰ بنت علیؑ کی مادرگرامی کا نام صہباء بنت ربیعہ المخزومیہ تھا، معجم انصار الحسینؑ الہاشمیون جلد ۱ ص ۸۳۔

[2]- حضرت علیؑ کی ایک اور بیٹی تھیں کہ جن کا نام رملۃ الصغریٰ تھا، جن کی ماں کا نام تاریخ میں ام رملۃ الصغریٰ ذکر کیا گیا ہے، معجم انصار الحسین الہاشمیون جلد ۱ ص ۸۴۔

شہید ہوئے اور آپ اسیر بنائی گئیں، آپ کی تاریخ وفات تک بھی ہمیں دسترسی حاصل نہ ہوسکی، ممکن ہے کہ آپ کی وفات امام سجادؑ کے ساتھ مدینہ لوٹنے کے بعد ہوئی ہو۔ واللہ العالم۔

رملہ الرومیہ:

جناب رملہ امام حسن علیہ السلام کی کنیز تھیں جن کے بارے میں احتمال ہے کہ وہ روم کی فتوحات میں اسیر بنائی گئی ہوں، آپ کی ولادت قبل از سنہ ۳۱ ھ کو ہوئی، چونکہ علماء متأخرین کے نزدیک مشہور ہے کہ جناب قاسم کی ماں رملہ تھیں لہذا آیت اللہ محمد صادق کرباسی نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، آپ کی حیات طیبہ کے بارے میں مزید اطلاعات تک ہمیں دسترسی حاصل نہ ہوسکی، البتہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آپ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا تشریف لائیں تھیں۔

روضہ خادمہ رسولؐ اللہ:

جناب روضہ کی ولادت قبل از ہجرت، قبل از سنہ ۵ میں واقع ہوئی، آپ رسولؐ گرامی قدر کی کنیز تھیں جنھوں نے ساری زندگی خاندان اہل بیت کی خدمت میں گزاردی، آپ نے بعد از رسولؐ بیت حضرت علیؑ میں تقریباً چودہ سال خدمت کی پھر جناب زینب کے گھر چلی آئیں جہاں آپ نے تقریباً چالیس سال آپ کی خدمت کی یہاں تک کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا تشریف لائیں اور اسیری کے مظالم کو بھی تحمل فرمایا، اور امام سجاد علیہ السلام کے ساتھ مدینہ واپس لوٹیں۔

زینب بنت الحسنؑ بن علیؑ بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشیہ:

امام باقر علیہ السلام کی والدۂ ماجدہ کے نام میں اختلاف پایا جاتا ہے بعض نے آپ کا نام زینب بعض نے فاطمہ اور بعض دیگر نے ام عبداللہ ذکر کیا ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ظاہراً امام علیہ السلام کی مادر گرامی کا نام فاطمہ،

لقب زینب، کنیت ام عبد اللہ تھی، امام حسن علیہ السلام کی یہ دختر نیک اختر تقریباً قبل از سنہ ۴۳ھ کو متولد ہوئیں، کتب مقتل میں آپ کے کربلا میں حاضر ہونے کے بارے میں تذکرہ نہیں ملتا ہے لیکن چونکہ امام باقر علیہ السلام کربلا تشریف لائے تھے اور آپ کمسن بھی تھے لہٰذا اس بات سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شاید آپ کی مادر گرامی بھی کربلا میں حاضر ہوئی ہوں، مگر یہ کہ کہا جائے کہ آپ کسی مرض کی بناء پر مدینہ ہی میں رہ گئیں۔ واللہ العالم۔

زینب صغریٰ بنت علیؑ بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشیہ:

زینب صغریٰ سنہ ۲۳ھ کو متولد ہوئیں، آپ کی مادر گرامی کا نام ام شعیب المخزومیہ تھا، نفیسہ (ولادت سنہ ۲۲ھ وفات بعد از سنہ ۶۱ھ) اور رقیہ صغریٰ (ولادت سنہ ۲۴ھ وفات بعد از سنہ ۶۱ھ) آپ کی سگی بہنیں تھیں، زینب صغریٰ نے سنہ ۳۷ھ میں محمد الاکبر ابن عقیل سے عقد فرمایا جن سے اللہ نے آپ کو دو فرزند عطا فرمائے، عبد اللہ الاحول [1] (ولادت سنہ ۳۸ھ وفات سنہ ۱۴۲ھ) اور جعفر (ولادت سنہ ۳۹ھ شہادت روز عاشوراء سنہ ۶۱ھ)۔

مورخ مازندرانی نے اپنی کتاب معالی السبطین میں نقل فرمایا ہے کہ جناب زینب صغریٰ اپنے شوہر محمد الاکبر بن عقیل کے ساتھ کربلا میں حاضر ہوئیں جہاں آپ کے شوہر اور آپ کے فرزند جعفر شہید کئے گئے۔

زینبؑ کبریٰ بنت علیؑ بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشیہ:

جناب زینبؑ کبریٰ سلام اللہ علیہا سنہ ۶ کو مدینہ منورہ میں متولد ہوئیں، آپ کی مادر گرامی فاطمہ زہراؑ، والد حضرت علیؑ، نانا رسولؐ خدا، نانی جناب خدیجہ، دادا حضرت ابوطالب اور دادی فاطمہ بنت اسد تھیں، آپ کا نام زینبؑ، لقب عقیلۂ بنی ہاشم، ملیکۂ عرب، سیدۂ بطحاء اور کنیت ام کلثوم تھی، جس وقت آپ کی ولادت ہوئی تو جناب زہراء سلام اللہ علیہا نے

---

[1] عبد اللہ احول نے امام صادق علیہ السلام کے دور کو درک فرمایا اور سنہ ۱۴۲ھ تک حیات پائی آپ اپنے دور میں فقیہ اور محدث کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔

مولا علیؑ کو آپ کا نام معین کرنے کے لئے کہا تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں اس امر میں رسولؐ اللہ پر سبقت حاصل نہیں کر سکتا، لہذا جب دونوں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نومولود کی نامگذاری کی تجویز رکھی تو حضورؐ نے فرمایا کہ میں اپنے رب کے فرمان کا منتظر ہوں، اسی وقت جناب جبرئیل امین درود و سلام کے ساتھ نازل ہوئے اور فرمایا کہ یا رسولؐ اللہ اس نومولود کا نام اللہ تعالیٰ نے زینبؑ معین فرمایا ہے، اس طرح آپ کا نام زینبؑ معین ہوا یعنی وہ بیٹی کہ جو اپنے باپ کی زینت ہے، نامگذاری کے بعد رسولؐ اسلام نے حضرت زینبؑ کو اپنے ہاتھوں پر اٹھایا اور گریہ کرنے لگے، حضرت زہراء سلام علیہا نے جب گریہ کا سبب پوچھا تو حضورؐ نے ان مصائب کو بیان فرمایا کہ جو آیندہ اس نومولود پر وارد ہونے والے تھے، حضرت زہراء سلام علیہا نے پوچھا کہ بابا جو میرے اس مولود کی مصیبت پر گریہ کرے گا اس کا ثواب کیا ہوگا؟ تو حضورؐ نے فرمایا جو زینبؑ پر روئے اسے حسنؑ و حسینؑ پر رونے کا ثواب نصیب ہوگا۔

جناب زینبؑ کبریٰ کو رسولؐ گرامی قدر، حضرت زہراءؑ، امام علیؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ، امام سجادؑ، امام باقرؑ علیہم السلام کی مصاحبت کا شرف حاصل ہوا، آپ علم و تقویٰ و زھد کے بلند مراتب پر فائز تھیں، امام سجاد علیہ السلام نے آپ کے بارے میں فرمایا:

انت بحمد الله عالمة غير معلمة و فهمة غير مفهمة

یعنی بحمد اللہ آپ ایسی عالمہ ہیں کہ جن کا کوئی معلم نہیں، اور ایسی فہمیدہ ہیں کہ کسی کو انھیں سمجھانے کی ضرورت نہیں، آپ نے مذکورہ معصومین سے روایات نقل کی ہیں اور آپ سے بیشمار اصحاب پیغمبر نے بھی روایت کی ہے کہ جن میں عبد اللہ ابن عباس، عبد اللہ بن جعفر، محمد بن عمرو الہاشمی، عطاء بن سائب جیسے اصحاب شامل ہیں۔

مورخ شیخ عبد اللہ مامقانی لکھتے ہیں کہ چونکہ امام سجاد علیہ السلام کربلا میں بیمار تھے لہذا امام حسین علیہ السلام نے امامت کی بعض امانتیں جناب زینب سلام اللہ علیہا کے سپرد کیں، اور چند وصیتیں بھی آپ کو فرمائیں یہاں تک کہ امام حسینؑ اور امام سجاد علیہا السلام نے بھی آثار ولایت اور احکام الٰہیہ کو بیان کرنے میں آپ کو اپنی نائبہ خاصہ بنایا تھا اسی لئے لوگ امام سجاد علیہ السلام کی شفایابی تک حلال و حرام الٰہی کے جاننے کے لئے جناب زینبؑ کبریٰ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

آپ کے فہم و علم کا یہ عالم تھا کہ امام علی علیہ السلام نے کمسنی میں آپ سے فرمایا کہ اے میری نور نظر واحد (ایک) کہو، تو جناب زینبؑ نے اپنی زبان سے واحد کہا، پھر امام نے فرمایا بیٹا اثنین (دو) کہو تو آپ نے فرمایا بابا میں اپنی زبان کہ جس سے ابھی ابھی میں نے واحد کہا ہے اثنین (دو) کیسے کہہ سکتی ہوں؟ اس سے آپ کا اشارہ خدا کے ایک ہونے (توحید) کی طرف تھا۔

کسی اور موقع پر جناب زینبؑ نے حضرت امیرؑ سے پوچھا کہ کیا آپ ہم سے محبت کرتے ہیں تو امام نے فرمایا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ میں آپ سے محبت نہ کروں تو جناب زینبؑ نے فرمایا کہ بابا جان محبت خدا سے ہوتی ہے اور آپ ہم سے محبت نہیں بلکہ شفقت فرماتے ہیں۔

جب حضرت امیرؑ سنہ ۳۶ھ میں کوفہ تشریف لے گئے تو لوگوں کی درخواست پر جناب زینب سلام اللہ علیہا نے عورتوں کو تفسیر قرآن اور دوسرے علوم دینیہ سے بہرہ مند فرمایا، ایک مرتبہ آپ عورتوں سے کھیعص کی تفسیر بیان فرما رہی تھیں کہ امام علی علیہ السلام گھر میں داخل ہوئے اور آپ نے بیٹی کی آواز سنی تو فرمایا اے زینبؑ یہ حروف کربلا میں آپ کے بھائی حسینؑ پر پڑھنے والی مصیبت کو بیان کرتے ہیں۔

جناب زینبؑ کی شادی جناب عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوئی گرچہ کئی خواستگاروں نے خواستگاری کی لیکن امام عالی مقام نے سب کو رد فرمادیا، جب آپ اپنے شوہر کے گھر تشریف لائیں تو جناب عبداللہ کے مال میں برکت ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے عبداللہ کو مال کثیر عطا فرمایا، لیکن شوہر کے یہاں سب کچھ ہونے کے باوجود زہد کا یہ عالم تھا کہ امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ

انها ما ادخرت شيئا من يومها لغدها ابدا

میری پھوپھی جناب زینبؑ نے کسی بھی وقت کل کے لئے آذوقہ و مال دنیا کو جمع نہیں فرمایا، امام سجادؑ کے اس قول سے واضح ہوتا ہے کہ جناب زینبؑ جو کچھ گھر میں ہوتا یا تو اسے مصرف میں لاتیں یا پھر راہ خدا میں خرچ کردیتیں۔

آپ کی عفت و پاکدامنی کا عالم یہ تھا کہ گرچہ آپ عصمت کبریٰ کے درجہ پر فائز نہیں تھیں لیکن آپ کو عصمت صغریٰ ضرور حاصل تھی، گرچہ ابھی آپ کا بچپن تھا لیکن یحییٰ مازنی کہتا ہے کہ میرا گھر حضرت علیؑ کے پڑوس

میں تھا لیکن نہ میں نے کبھی زینب کبریٰ کو دیکھا اور نہ ہی کبھی ان کی آواز سنی، اور جب بھی وہ نانا رسول اللہ کی زیارت پر جاتیں تو رات میں گھر سے اس حالت میں نکلتیں کہ امام حسنؑ آپ کے داہنے، امام حسینؑ آپ کے بائیں جانب اور حضرت علیؑ آپ کے آگے ہوتے تھے اور جب روضۂ رسولؐ پر پہنچتے تو حضرت علیؑ قندیلوں کو بجھا دیا کرتے تھے، ایک مرتبہ جب امام حسنؑ نے چراغ بجھانے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ لوگ آپ کی بہن زینب کو دیکھ سکیں۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے کبھی نوافل کو ترک نہیں فرمایا اسی لئے امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

یا اختاه لا تنسینی فی نافلة اللیل

اے بہن مجھے نماز شب میں نہ بھولنا، فاطمہ بنت حسینؑ فرماتی ہیں کہ جناب زینب سلام اللہ علیہا نے شب عاشور بھی نماز شب کو ترک نہیں فرمایا، امام سجادؑ نے فرمایا کہ میری پھوپھی نے کربلا سے شام کے سفر کی مشقتوں میں کسی بھی وقت نماز شب کو ترک نہیں فرمایا، ایک مرتبہ جب میں نے دیکھا کہ آپ نماز بیٹھ کر ادا کر رہی ہیں تو پوچھا: اے پھوپھی آپ کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا کیا سبب ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ دشمن ہم سب کو چوبیس گھنٹے میں صرف ایک روٹی دیتے ہیں، لہٰذا بچوں کی بیتابی کو دیکھ کر میں اپنا حصہ انہیں دے دیتی ہوں جس کی وجہ سے میرے بدن پر اس قدر ضعف طاری ہے کہ میں بیٹھ کر نوافل ادا کرتی ہوں۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا ایسی عبادت گزار تھیں کہ آپ کی عبادت کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَکَ (مزمل آیت ۲۰)

اے رسول (ص) یقیناً آپ (ص) کا پروردگار جانتا ہے کہ آپ (ص) کبھی رات کی دو تہائی کے قریب، کبھی نصف شب اور کبھی ایک تہائی (نماز کیلئے) قیام کرتے ہیں اور ایک گروہ آپ کے ساتھیوں میں سے بھی آپ کے

ساتھ عبادت کے لئے کھڑا ہوتا ہے، جناب زینبؑ نے اس آیت کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ مذکورہ آیت میں اس گروہ سے مراد ہم ہیں جو اپنے جد کے ساتھ عبادت کے لئے کھڑے ہوتے تھے۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا نے اپنے دونوں فرزندوں کے ساتھ کربلا میں شرکت کی، اور بعد از شہادت امام حسین علیہ السلام آپ کی شہادت و قیام کے مقاصد کو مسلمانوں کے گھر گھر منتقل فرمایا، آپ نے مصیبتوں پر ایسا صبر فرمایا کہ تاریخ میں کوئی ایسی بی بی نظر نہیں آتیں کہ جن پر ایک دن میں اس قدر مصائب پڑے ہوں اور اس کے باوجود وہ صبر کی اس منزل پر فائز ہو کہ جب ابن زیاد نے پوچھا کہ

کیف رایت صنع اللہ فی اخیک،

تمہارا اس اللہ کے بارے میں کیا خیال کہ جس نے تمہارے بھائی حسینؑ کے ساتھ ایسا سلوک کیا؟ تو آپ نے برجستہ طور پر فرمایا:

ما رایت الا جمیلا

م نے اللہ سے نیکی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا، اور وہ ظالم و فاسق و فاجر ہیں کہ جنھوں نے نواسۂ رسولؐ کو شہید کر کے ان کے اہلبیتؑ کو اسیر کیا ہے۔

جناب زینبؑ کبریٰ صابرہ ہونے کے ساتھ ساتھ شجاع بھی تھیں جس کا اندازہ آپ کے کوفہ و شام میں دیئے گئے خطبات سے لگایا جا سکتا ہے، جس کے نتیجہ میں ابن زیاد و یزید جیسے طاغوت زمانہ آپ کے سامنے زبان درازی نہ کر سکے، یہاں تک کے جب آپ شام سے مدینہ واپس لوٹیں، تو آپ نے اہل مدینہ کے سامنے کربلا میں چشم دیدہ مصائب کی تصویر کشی کی جس کی وجہ سے مدینہ والوں میں ایک انقلاب برپا ہو گیا، والی مدینہ نے جب اس بات کی خبر یزید تک پہنچائی تو یزید نے حکم دیا کہ جناب زینبؑ کبریٰ کو کسی صورت مدینہ چھوڑنے پر مجبور کیا جائے، جناب زینبؑ چند بنی ہاشم کی عورتوں کے ساتھ مدینہ سے آخری مرتبہ رخصت ہوئیں، اور ۲۷ رجب یا شعبان سنہ ۶۱ھ کے اوائل میں شہر

مصر میں داخل ہوئیں، بعض مورخین [1] کہتے ہیں جناب زینب سلام اللہ علیہا کی شہادت اسی شہر میں واقع ہوئی، اور شام میں آپ کی بہن ام کلثوم [2] (زینب صغری بنت علی و فاطمہ علیہما السلام) دفن ہیں، جب کہ دیگر علماء کا قول یہ ہے کہ مصر کے بعد آپ شام تشریف لائیں جہاں آپ کی شہادت واقع ہوئی اور موجودہ مقبرہ زینب کبری سلام اللہ علیہا ہی سے منسوب ہے۔

1۔ جن میں خود آیت اللہ محمد صادق کرباسی شامل ہیں۔

2۔ جن کا نام بھی زینب تھا جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا کہ امام علی علیہ السلام کی چار بیٹیوں کا نام زینب اور ان سب کی کنیت ام کلثوم تھی۔
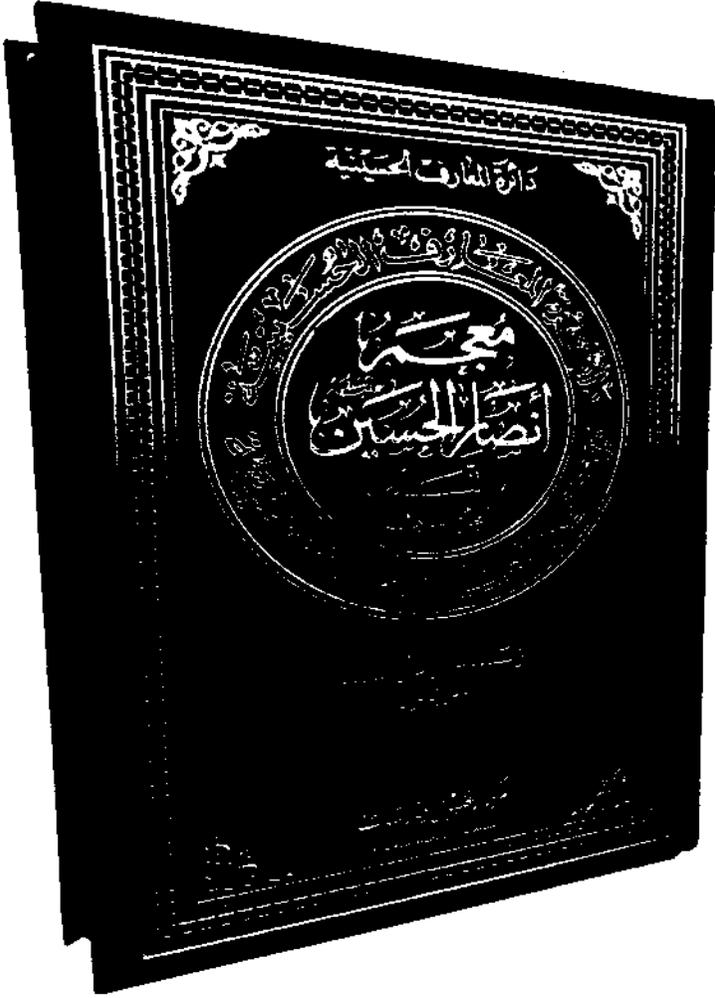
کتاب "امام حسینؑ علیہ السلام کی مددگار خواتین" تین جلدوں پر مشتمل ہے جس کی دوسری جلد (جو ۳۸۸ صفحات پر مشتمل ہے) سنہ ۲۰۰۳ء کو لکھی گئی اور سنہ ۲۰۱۰ء کو زیور طبع سے آراستہ ہوئی، قارئین کرام اس کتاب میں موجود مطالب کی تلخیص کو آنے والے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

کربلا میں خواتین کا کردار (حصہ دوم)
(امام حسینؑ علیہ السلام کی مددگار خواتین)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے بشر کی ہدایت و راہنمائی کے لئے آسمانی کتب اور صحیفوں کو پیغمبرانِ الٰہی پر نازل فرمایا جن میں سے سب سے آخری کتاب قرآن مجید ہے جو تمام آسمانی کتابوں پر فضیلت رکھتی ہے، یہ وہ کتاب ہے کہ جس میں تمام آسمانی کتابوں کا خلاصہ موجود ہے اسی لئے ذات احدیت نے فرمایا:

ولا رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین یعنی کوئی خشک و تر نہیں کہ جس کا تذکرہ کتاب مبین میں نہ ہو (انعام آیت ۵۹)۔

قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ہدایت دینے والی کتاب میں مرد و عورت سے ایک جیسا خطاب فرمایا ہے، جبکہ بعض لوگوں کو (جن میں مسلمان بھی شامل ہیں) یہ شبہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صرف مردوں سے خطاب فرمایا ہے، جبکہ یہ سوچ قرآن مجید سے کوسوں دور ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں مختلف مقامات پر مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں سے بھی خطاب فرمایا ہے جس پر شاہد و گواہ مندرجہ ذیل آیات ہیں:

۱۔ **یا ایها الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی و جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند الله اتقاکم ان الله علیم خبیر** (حجرات، آیت ۱۳)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد (آدم (ع)) اور ایک عورت (حوا (ع)) سے پیدا کیا ہے اور پھر تمہیں مختلف خاندانوں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز و مکرم وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے، اور اللہ ہر شے کا جاننے والا اور ہر بات سے باخبر ہے۔

۲۔ فاستجاب لهم ربهم انی لا اضیع عمل عامل منكم من ذكر او انثی (آل عمران، آیت ۱۹۵)
پس خدا نے ان کی دعا کو قبول کیا کہ میں تم میں سے کسی بھی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔

۳۔ و من یعمل من الصالحات من ذكر او انثی وهو مومن فاولئک یدخلون الجنة ولا یظلمون نقیرا (نساء آیت ۱۲۴)
اور جو کوئی نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت درانحالیکہ وہ مومن ہو تو ایسے ہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر تل برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

۴۔ من عمل صالحا من ذكر او انثی وهو مومن فلنحیینه حیاة طیبة و لنجزینهم باحسن ما كانوا یعملون (نحل، آیت ۹۷)
جو شخص بھی نیک عمل کرے گا وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو ہم اسے پاکیزہ حیات عطا کریں گے اور انہیں ان اعمال سے بہتر جزا دیں گے جو وہ زندگی میں انجام دے رہے تھے۔

۵۔ و من عمل صالحا من ذكر او انثی وهو مومن فاولئک یدخلون الجنة یرزقون فیها بغیر حساب (غافر آیت ۴۰)
اور جو نیک عمل کرے گا چاہے وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان بھی ہو انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا اور وہاں بے حساب رزق دیا جائے گا۔

۶۔ و انه خلق الزوجین الذكر و الانثی (نجم آیت ۴۵)

اور اسی اللہ نے زوجین یعنی مرد و عورت کو خلق فرمایا۔

۷۔ **فجعل منہ الزوجین الذکر و الانثی** (قیامت آیت ۳۹)

پھر اللہ نے اس جمے ہوئے خون سے زوجین یعنی مرد اور عورت کو بنایا۔

۸۔ **ان المسلمین و المسلمات و المومنین والمومنات و القانتین و القانتات و الصادقین و الصادقات و الصابرین و الصابرات و الخاشعین و الخاشعات و المتصدقین و المتصدقات و الصائمین و الصائمات و الحافظین فروجھم و الحافظات و الذاکرین اللہ کثیرا و الذاکرات اعد اللہ لھم مغفرۃ و اجرا عظیما** (احزاب آیت ۳۵)

بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور اطاعت گزار مرد اور اطاعت گزار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صابر مرد اور صابر عورتیں اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی عفت کی حفاظت کرنے والے مرد اور عورتیں اور خدا کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔ اللہ نے ان سب کے لئے مغفرت اور عظیم اجر مہیا کر رکھا ہے۔

مذکورہ تمام آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کے نزدیک مرد و عورت میں کسی قسم کا فرق نہیں پایا جاتا بلکہ ان میں سے جو جتنا پرہیزگار ہوگا وہ اللہ کی نگاہ میں اتنی ہی قدر و قیمت کا حامل ہوگا، لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ وہ دین اسلام کہ جو عورتوں کے حقوق کا پاسبان ہے اسی دین کے پیروکار بعض مطالب میں غلط فہمی کا شکار ہو بیٹھے جس کے نتیجہ میں انھوں نے خود کو عورتوں سے برتر و بہتر سمجھنا شروع کر دیا، جو کہ دشمنان اسلام کے لئے ایک ایسا بہانہ ثابت ہوا کہ جس کے سہارے انھوں نے اسلام و مسلمین کو سرکوب کرنے میں کسی قسم کی کسر نہ چھوڑی۔

مرد کی عورت پر ولایت، مرد کو چار عورتوں سے عقد کرنے کی اجازت، حق طلاق اور اس جیسے دیگر امور ایسے ہیں کہ جن کی بنا پر مردوں نے خود کو عورتوں سے برتر سمجھنا شروع کردیا، لہذا اگر اس سلسلہ میں وارد شدہ اشکالات پر ہم یہاں اجمالی روشنی ڈالیں تو بے جا نہ ہوگا۔

عورت پر مرد کی ولایت:

دین مبین اسلام میں قضاوت، حاکمیت اور مرجعیت ایسے مناصب ہیں کہ جو عورتوں کے لئے تجویز نہیں کئے گئے، چونکہ حضرت امیر المومنین کے ارشاد کے مطابق عورت پھول کی مانند ہے[1] لہذا ان کے لئے سزاوار نہیں کہ ان کاموں کو انجام دیں کہ جن میں مشقت و زحمت پائی جاتی ہے، لہذا اگر اس دین میں عورت کو کسی منصب سے روکا بھی گیا ہے تو وہ اس کی سہولت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے معاش کی ذمہ داری مرد کے سپرد فرمائی ہے جیسا کہ ذات احدیت نے قرآن مجید میں فرمایا:

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضهم علی بعض و بما انفقوا من اموالهم (نساء آیت ۳۴)

مرد عورتوں سرپرست اور ان کے امور کے نگراں ہیں ان فضیلتوں کی بنا پر جو خدا نے بعض کو بعض پر دی ہیں اور اس بنا پر کہ انہوں نے عورتوں پر اپنا مال خرچ کیا ہے۔

---

[1]۔ فان المراة ریحانة و لیست بقهرمانة (وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، ج ۲۰/۸۷، باب جملة من آداب عشرة النساء۔۔۔ ص: ۱۶۸) عورت کی مثال ایک پھول کی سی ہے اور وہ قہرمان نہیں لہذا اس سے وہ کام نہ لئے جائیں کہ جو اسکی خلقت سے موازنت نہ رکھتے ہوں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بھی جنگ جیسی مشقت سے عورتوں کو معاف رکھا ہے جو کہ ان کے حق میں اللہ کی جانب سے ایک لطف و کرم ہے، لیکن آج غربی ممالک میں عورتوں کو جنگ میں شرکت کی ترغیب دلائی جاتی ہے، جو کہ ان کے حق میں ایک کھلے ظلم کی نشانی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے شوہر داری میں ان کے لئے جہاد کا ثواب رکھا جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: **جهاد المراة حسن التبعل** یعنی عورت کا جہاد خوب شوہر داری کرنے میں ہے۔

مذکورہ آیت میں اللہ تعالی نے مردوں کو عورتوں کا قیم قرار دیا ہے یعنی تمام مردوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ عورتوں کی ضرورتوں کو پورا کریں، اور چونکہ مرد عورتوں کی تمام ضرورتوں کے ذمہ دار ہیں **(و بما انفقوا من اموالھم)** اسی لئے اللہ تعالی نے انھیں عورتوں کا سرپرست بنایا ہے۔

بیشک مرد کو سرپرست یا عورت کے امور کا ذمہ دار بنانا صرف اس وجہ سے ہے کہ وہ عورت کی نسبت جسمانی اعتبار سے قوی تر ہے جیسا کہ اللہ نے مذکورہ آیت میں فرمایا **بما فضل اللہ بعضھم علی بعض** کہ اللہ نے بعض کو بعض دیگر پر (جسمانی اعتبار) سے فضیلت دی ہے، لہذا اگر عورت مرد سے جسمانی اعتبار سے قوی ہوتی تو اسے مرد کا قیم و سرپرست بنایا جاتا، لیکن چونکہ ایسا نہیں ہے اور اللہ تعالی ہمارا خالق ہے اسی لئے اس نے خلقت کو مد نظر رکھتے ہوئے مردوں کو عورتوں کا ذمہ دار بنایا ہے اور اس کا یہ فیصلہ عدالت پر استوار ہے۔

تعدد زوجات:

دین مبین اسلام میں مردوں کو ایک ساتھ حد اکثر چار عورتوں سے عقد کرنے کی اجازت دی گئی ہے، قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالی کی جانب سے ہمیں یہ حکم ہے:

فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلاث و رباع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم ذلک ادنی الا تعولوا (نساء آیت ۳)

تو جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کر لو دو دو، تین تین، چار چار سے اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ (ان کے ساتھ) عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی (بیوی) کرو۔ یا جو تمہاری ملکیت میں ہوں (ان پر اکتفا کرو) یہ زیادہ قریب ہے اس کے کہ بے انصافی کرو۔

مذکورہ آیت سے واضح ہوتا ہے کہ ایک سے زائد عقد کی اجازت اسی وقت ہے کہ جب انسان ازواج کے ساتھ عدالت کے ساتھ پیش آنے کی صلاحیت رکھتا ہو، جبکہ اگر یہ شرط پوری نہ ہو سکتی ہو تو مذکورہ آیت میں اللہ تعالی نے ایک ہی عقد کو جائز فرمایا ہے۔

اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ باری تعالی نے مردوں کو ایسی اجازت کیوں دی؟ جبکہ یہ حکم نہ عورتوں کے نزدیک قابل قبول ہے اور نہ ہی آج کا دور اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ایک مرد متعدد عورتوں سے عقد کرے۔

اس سوال کے ذیل میں سب سے پہلے یہ کہنا ہوگا کہ مذکورہ اجازت صرف اجازت ہے کہ جس میں ضروری نہیں کہ ہر مالدار مرد متعدد عورتوں سے عقد کرے اب رہی بات ان دلائل کی کہ جن کی بنا پر اللہ تعالی نے اجازت فرمائی ہے تو اس ضمن میں روایات واقوال علماء سے جو وجوہات قابل استفادہ ہیں وہ کچھ اس طرح ہیں:

۱۔ عورتوں کی تعداد کا مردوں کی تعداد سے زیادہ ہونا۔ ۲۔ عوتوں کا مردوں کی نسبت جلد بوڑھا یا یائسہ ہونا۔ ۳۔ حالت حیض ونفاس اور اسی طرح حالت حمل میں تمکین کے لئے مہیا نہ ہونا۔ ۴۔ عورت کا بیمار ہونا۔ ۵۔ عورت کا بچہ دار نہ ہونا۔ ۶۔ مرد کی حاجت۔ ۷۔ کثرت نسل۔

مذکورہ دلیلوں کے پیش نظر اگر پہلی ہی دلیل پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اگر از حیث مجموع دنیا میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہو تو چار صورتیں ہی قابل تصور ہونگی، مثلا اگر مردوں کی کل جمعیت ۱۰۰ اور عورتوں کی ۱۵۰ ہو تو اس صورت میں یا تو:

(الف) سو سے ۵۰ زائد عورتیں آگے آئیں اور اعلان کریں کہ وہ ساری زندگی بغیر عقد کے زندگی گزاریں گی۔

(ب) یا کچھ مدت کے لئے ۱۰۰ عورتیں ۱۰۰ مردوں کے ساتھ عقد کریں اور پھر کچھ مدت کے بعد شوہر سے طلاق لے کر دوسری عورتوں کو اجازت دیں، تاکہ انھیں بھی نکاح کرنے کا حق حاصل ہوسکے اور اس طرح کسی کی حق تلفی نہ ہو۔

(ج) یا ان میں سے کوئی بھی مرد کے عقد ثانی پر راضی نہ ہو جس کے نتیجہ میں معاشرہ میں فحشاء بڑھتا جائے، جو کہ دور حاضر کی صورت حال ہے۔

(د) یا اسلام کے قانون کو مانتے ہوئے صرف ان مردوں کو عقد ثانی سے کی اجازت دی جائے جو عدالت وانصاف سے پیش آسکتے ہیں۔

مذکورہ چار صورتوں میں چوتھی صورت ہی اس مسئلہ کا حل ہے کہ جسے اللہ تبارک وتعالی نے بشر کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے معین فرمایا ہے، اسی طرح اگر دوسری ٦ دلیلوں میں بھی غور وفکر کی جائے تو اس حکم کا فلسفہ و حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

افسوس اس بات کا ہے کہ دنیا کی پیشرفت کے ساتھ ساتھ اب لوگ یہ بھی سوال کرنے لگے ہیں کہ اسلام میں مردوں کی طرح عورتوں کو بھی متعدد شوہر رکھنے کی اجازت کیوں نہیں دی گئی، جبکہ غربی ممالک میں عورتیں مختلف اوقات میں مختلف مردوں کے ساتھ زندگی گزارتی ہیں؟

یہ ایک ایسا شیطانی سوال ہے کہ جس کے ذریعہ خواتین کو پوری طرح گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی، اس بات میں کوئی شک نہیں کہ غربی ممالک میں عورتیں اپنی زندگی میں متعدد مردوں کے ساتھ متعدد اوقات میں زندگی بسر کرتی ہیں لیکن اس پیشرفت کے باوجود بھی ان کے درمیان یہ بات قابل قبول نہیں ہے کہ ایک عورت بیک وقت متعدد شوہر یا پاٹنرز رکھے، چونکہ خود وہ معتقد ہیں کہ اس روش سے نہ نسل کا تحفظ ہوسکتا ہے اور نہ ہی یہ بات عورتوں کے مزاج سے سازگار ہے، گرچہ ان کے مرد اس کے برخلاف ذہنیت وکردار کے حامل ہی کیوں نہ ہوں، اسی فطرت (یعنی عورت کا ایک مرد پر راضی ہونا اور مرد کا اس کے برخلاف ہونا) کو مد نظر رکھتے ہوئے اسلام نے مرد کو چار عقد کی اجازت اور عورتوں کو ایک شوہر کی اجازت فرمائی ہے۔

مسئلہ طلاق:

ایک اور اہم اشکال جو اغیار کی طرف سے اور احیاناً بعض مسلمانوں کی طرف سے بھی کیا جاتا ہے وہ ہے طلاق کا مسئلہ کہ طلاق کا حق مرد کو ہی کیوں دیا گیا ہے؟ اس سوال کے جواب کو سمجھنے کے لئے چار صورتیں قابل غور ہیں:

(الف) یا طلاق کا حق صرف مرد کو دیا جائے، (ب) یا طلاق کا حق صرف عورت کو دیا جائے، (ج) یا طلاق کا حق دونوں کو حاصل ہو، (د) یا طلاق کا حق دونوں میں سے کسی کو نہ ہو بلکہ کسی تیسرے فرد کے ہاتھ میں یہ حق دے دیا جائے، ان چار صورتوں کے علاوہ کوئی اور صورت قابل تصور نہیں ہو سکتی۔

اب جب ان صورتوں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ چوتھی صورت (یعنی طلاق کا حق کسی تیسرے فرد کو دے دیا جائے) کسی کے نزدیک قابل قبول نہیں ہو سکتی کیونکہ کوئی بھی یہ نہیں چاہے گا کہ اس کی زندگی کا فیصلہ کوئی اور کرے، اب رہی بات تیسری صورت کی کہ طلاق کا حق دونوں کو دیا جائے تو اس صورت سے بھی زوجین کے درمیان کوئی حل تو نہیں نکلے گا بلکہ اختلاف وکشیدگی اور گھر کے ٹوٹنے کے امکانات بڑھ جائیں گے، لہذا آخر میں پہلی اور دوسری صورت باقی رہ جاتی ہے، یعنی یا تو مرد کو طلاق کا حق دے دیا جائے یا پھر عورت کو، اس مقام پر دین اسلام نے مندرجہ ذیل دلائل کی بنیاد پر طلاق کا حق مرد کے سپرد کیا ہے:

۱۔ نکاح کی ابتدا میں عورت کو پورا حق دیا گیا ہے یعنی وہ چاہے تو عقد پر راضی ہوجائے یا پھر آنے والے رشتہ کو رد کردے، لہذا چونکہ ابتدا میں نکاح کا اختیار عورت کے ہاتھ میں ہے تو طلاق کا اختیار مرد کو دے دیا گیا۔

۲۔ عورت کا مہر، نفقہ، ودیگر ذمہ داریاں مرد کے اوپر ہیں اسی لئے اسے طلاق کا اختیا دیا گیا ہے۔

۳۔ اگر طلاق عورتوں کے اختیار میں ہو تو مفسدہ اور نقصانات زیادہ رونما ہونگے، چونکہ عورتیں جذبات میں غلط فیصلے کر سکتی ہیں۔

گرچہ مذکورہ باتوں کے پیش نظر طلاق کا حق مرد کو حاصل ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عورت کو کسی قسم کا اختیار حاصل نہ ہو چونکہ دین مبین اسلام میں عورتوں کو یہ سہولت دی گئی ہے کہ وہ عقد کے وقت شرط مقرر کر سکتی ہیں کہ طلاق کا حق انہیں بھی دیا جائے، لیکن اگر عدم علمی کی بنا پر یہ اختیار ان کے پاس نہ ہو تو وہ اختلاف کی صورت میں حاکم شرع کی طرف رجوع کرکے طلاق خلع کی درخواست کر سکتی ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ اگر مرد میں وہ عیوب پائے جائیں کہ جن کی وجہ سے نکاح فسخ کیا جا سکتا ہے تو مرد ہی کی طرح عورت کو بھی پورا اختیار ہے کہ وہ احکام میں بیان کردہ عیوب کی بنا پر نکاح کو فسخ کردے، لہذا کلی طور پر یہ کہنا غلط ہوگا کہ اسلام میں طلاق دینے کا حق صرف مرد کو حاصل ہے۔

دنیا کے تمام حقوق دانوں سے میرا اس بات پر چیلنج ہے کہ اگر وہ عورتوں کے حقوق کے متعلق اسلامی قوانین کا جائزہ لیں اور بغیر کسی تعصب کے ہر قانون کے لئے بیان شدہ وجہ وعلت کو درک کرنے کی کوشش کریں تو

صرف ان کے اعتراضات ہی برطرف نہ ہونگے بلکہ انہیں یہ نتیجہ حاصل ہوگا کہ دین مبین اسلام میں جو قوانین خواتین کے لئے معین کئے گئے ہیں ان کی مثال کسی ملت و مذہب میں نظر نہیں آتی، یہی وجہ ہے آج غربی ممالک میں بہت ساری عورتیں مسلمان ہوتی نظر آرہی ہیں۔

اس بات میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے کہ اسلامی اقدار و قوانین کے پیش نظر مسلمان خواتین نے تاریخ بشریت میں ترقی ہی نہیں بلکہ ایسے کارنامے انجام دیئے ہیں کہ جو بے نظیر ہیں، کربلا کی سرزمین مسلمان خواتین کی اقدار کی بولتی تصویر ہے کہ جہاں خاندان اہل بیت کی عورتوں نے عفت، عبادت، زہد، سخاوت، ایثار، صبر، شکر، شجاعت و حریت کا نمونہ قیامت تک آنے والی عورتوں کے لئے پیش کرکے یہ بتلا دیا کہ جہاں اسلام کے بچانے میں امام حسینؑ و اصحاب امامؑ نے قربانیاں دی ہیں وہیں اسی مقصد کے پیش نظر اہل بیت حرم نے بھی صبر و تحمل کے ساتھ مشکلات کا سامنا کیا۔

لہذا ہر دور کی عورتوں کے لئے کربلائی خواتین نمونۂ عمل ہیں، اسی اہمیت کے پیش نظر آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے حسینی دائرۃ المعارف کی ۳ جلدوں کو معجم انصار حسینؑ (نساء) سے مخصوص فرمایا ہے، جس کی دوسری جلد (جو ۳۸۸ صفحات پر مشتمل ہے اور سنہ ۲۰۱۰ میلادی میں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے) میں موجود ناصرات امام حسین علیہ السلام کی حیات طیبہ پر ہم الفباء کی ترتیب کے ساتھ روشنی ڈالتے ہیں:

سکینہ بنت الحسینؑ بن علیؑ بن ابیطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشیہ:

جناب سکینہ (سین مضموم، کاف مفتوح) سنہ ۴۲ھ کو مدینہ منورہ میں متولد ہوئیں، آپ کے والد بزرگوار امام حسین علیہ السلام اور والدۂ ماجدہ جناب رباب بنت امرء القیس تھیں، (آیت اللہ محمد صادق الکرباسی کے نزدیک شام میں شہید ہونے والی امام حسین علیہ السلام کی بیٹی کا نام رقیہ تھا، جن کی قبر اسی نام سے دمشق میں موجود ہے، گرچہ بعض دیگر علماء کا نظریہ یہ بھی ہے کہ جناب سکینہ و جناب رقیہ ایک ہی فرد کے دو نام ہیں، واللہ العالم)۔

جناب فاطمہ کبریٰ (ولادت سنہ ۲۰ھ، وفات سنہ ۱۱۰) حضرت رقیہ (ولادت سنہ ۵۷ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)

اور جناب عبداللہ رضیع (ولادت دس محرم سنہ ۶۱ھ، شہادت دس محرم سنہ ۶۱ھ) آپ کے سگے بھائی بہن تھے، آیت اللہ کرباسی کی تحقیق کے مطابق تاریخ میں ائمہ اور ان کی اولاد کی تعداد اور ان کے اسماء کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، اس کی وجہ سلاطین وقت اور مورخین کی اہلبیت کے ساتھ عداوت و دشمنی تھی ایک وجہ ایک جیسے ناموں کا کثرت سے استعمال تھی، مثلاً فاطمہ کبریٰ، فاطمہ وسطیٰ اور فاطمہ صغریٰ یا علی اکبر، علی اصغر و علی اوسط وغیرہ، اس ضمن میں آیت اللہ کرباسی نے حضرت امام حسینؑ کی اولاد بالخصوص دختران کے بارے میں تحقیق کرکے یہ رائے قائم کی ہے کہ حضرت سکینہ کا نکاح عبداللہ الاکبر[1] بن امام حسن علیہ السلام سے ہوا جن سے آپ کو اولاد نہ ہو سکی، عبداللہ الاکبر کربلا میں اپنے چچا امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوئے جس کے بعد آپ ساری زندگی بیوہ رہیں، امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی بعد آپ کو دیگر اسیروں کی طرح اسیر بنایا گیا یہاں تک کہ آپ امام سجادؑ کے ساتھ قید سے رہا ہو کر مدینہ واپس لوٹیں، کتب مقاتل میں درج ہے کہ گیارہویں محرم کو جب قافلہ کو قتلگاہ سے گزارا گیا تو آپ نے خود کو بابا کے جنازے پر گرا دیا اور امام عالی مقام کے گلوئے مبارک سے یہ آواز سنی:

شیعتی ما ان شربتم ماء عذب فاذکرونی   او سمعتم بغریب او شہید فاندبونی

آیت اللہ کرباسی کی تحقیق کے مطابق جناب سکینہ زمانے کی بزرگترین عالمہ، فاضلہ، زاہدہ و عابدہ تھیں، آپ کی ذکاوت و فصاحت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپ گریہ کرتے ہوئے اپنی مادر گرامی کے پاس پہنچیں تو ماں نے سوال کیا: بیٹا گریہ کا کیا سبب ہے؟ تو آپ نے فرمایا: مَرَّتْ بِیْ دُبَیْرَۃٌ فَلَسَعَتْنِیْ بِاُبَیْرَۃٍ یعنی میرے قریب سے شہد کی مکھی گزری اور اس نے اپنے باریک ڈنک سے مجھے ڈس لیا، جناب سکینہ نے اس کمسنی کے باوجود اپنے کلام میں وزن و سجع کا پورا خیال رکھا جو کہ اس خاندان کی عظمت کی طرف ہماری توجہات کو مبذول کرتا ہے، جناب سکینہ عالمہ و فاضلہ ہونے کے ساتھ ساتھ راویہ بھی تھیں یعنی علماء رجال نے آپ کا شمار رواۃ ثقات میں کیا ہے۔

[1] ۔ جناب عبداللہ الاکبر بن امام حسن علیہما السلام سنہ ۲۵ھ کو متولد ہوئے، آپ کی مادر گرامی کا نام نفیلہ تھا۔

حسینی دائرۃ المعارف کی اس جلد میں آیت اللہ کرباسی نے لکھا ہے کہ جناب سکینہ سنہ ۱۱۷ھ کو شہر مدینہ میں وفات پاگئیں، گرچہ بعض لوگوں نے دمشق میں موجود قبر کو آپ کی طرف منسوب کیا ہے جبکہ مورخ امین [1] نے شیخ عباس قمی[2] (صاحب مفاتیح الجنان) سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت رقیہ بنت امام حسینؑ کی قبر دمشق میں ہے اور اسی شہر دمشق کے قبرستان باب الصغیر میں جو قبر سکینہ کے نام سے موسوم ہے وہ کسی بادشاہ کی بیٹی کی قبر ہے کہ جن کی قبر پر سکینہ بنت الملک کندہ تھا جس کے کچھ عرصہ بعد یہ شہرت ہوگئی کہ یہ قبر سکینہ بنت الحسین کی ہے جبکہ جناب سکینہ کی قبر مدینہ منورہ کے جنت البقیع میں واقع ہے۔

سلافہ (سین مضموم):

جناب سلافہ تقریبا سنہ ۱۴ھ میں متولد ہوئیں، آپ حضرت علی علیہ السلام کی کنیز تھیں جو امام حسین علیہ السلام کے گھر منتقل ہوئیں، جب امام حسین علیہ السلام نے جناب شہربانو سے عقد فرمایا اور امام سجادؑ متولد ہوئے تو امام حسینؑ نے آپ کو امام سجاد علیہ السلام کی خدمت گزاری کے لئے معین فرمایا، آپ کے شرف کے لئے یہی کافی ہے کہ آپ کو تاریخ میں امام سجاد علیہ السلام کی خادمہ کے نام سے جانا جاتا ہے، جناب سلافہ کو خاندان اہلبیتؑ سے اس قدر محبت تھی کہ آپ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا تشریف لے گئیں اور معرکۂ کربلا کے بعد آپ نے اسیری کی سختیوں کو تحمل فرمایا اور امام سجاد علیہ السلام کے ساتھ مدینے واپس لوٹیں۔

1۔ آپ کا نام محسن بن عبد الکریم العاملی الحسینی تھا جو سنہ ۱۲۸۴ھ کو متولد ہوئے اور سنہ ۱۳۷۱ھ میں وفات پائی، آپ کا شمار بزرگان علماء شیعہ میں ہوتا ہے، آپ مرقد سیدہ زینبؑ کے جوار میں دفن ہیں۔

2۔ شیخ عباس قمی ابن محمد رضا سنہ ۱۲۹۴ھ کو شہر قم میں متولد ہوئے آپ کا شمار ان علماء امامیہ میں ہوتا ہے کہ جن کی خدمات قابل تحسین ہیں، آپ کی بہت ساری تالیفات ہیں کہ جن میں سے مفاتیح، سفینۃ البحار، اور کحل البصر کو خاصی شہرت حاصل ہے، شیخ عباس قمی کی وفات سنہ ۱۳۰۵ھ کو شہر نجف میں واقع ہوئی۔

سلمی ام الرافع:

جناب سلمی تقریباً سنہ ۱۰ قبل ہجرت کو متولد ہوئیں، آپ رسولؐ گرامی قدر کی خادمہ تھیں، حضورؐ کی وفات کے بعد آپ نے حضرت علیؑ، امام حسنؑ اور پھر جناب زینبؑ کے گھر میں خدمت کی اور انھیں کے ساتھ کربلا تشریف لائیں، شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد آپ نے اسیری کے ستم سے، اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے ساتھ مدینہ واپس ہوئیں، آپ کی قبر جنت البقیع میں واقع ہے۔

جناب سلمی کے شوہر کا نام ابو رافع ابراہیم تھا، آپ نے جناب جعفر طیار کے ساتھ حبشہ ہجرت کی پھر رسولؐ گرامی قدر کے ساتھ مدینہ ہجرت فرمائی، دو قبلوں کی طرف نماز ادا کی، بیعت عقبی و بیعت رضوان میں رسولؐ گرامی قدر کے ہاتھوں پر بیعت کی، حضورؐ کے بعد امام علیؑ کے ساتھ رہے یہاں تک کے جنگ جمل و صفین و نہروان میں شرکت فرمائی، امام علیؑ کی شہادت کے بعد امام حسنؑ کے ساتھ مدینہ واپس ہوئے اور سنہ ۴۰ھ میں وفات پائی، کتاب السنن اور کتاب الاحکام والقضایا آپ کی مشہور کتابیں ہیں کہ جن میں آپ نے امام علی علیہ السلام سے روایات کو نقل کیا ہے، علماء شیعہ کے نزدیک آپ کا شمار موثق و معتبر روات میں ہوتا ہے۔

جناب سلمی کو جناب ابرہیم ابو رافع سے عبید اللہ اور علی نامی دو فرزند ہوئے، جن کا شمار حضرت علی علیہ السلام کے قریب ترین اصحاب میں ہوتا ہے، جناب عبید اللہ امام علیؑ کے کاتب تھے، جن کی دو کتابوں بنام قضایا امیر المومنینؑ اور کتاب من شہد معہ کو خاصی شہرت حاصل ہے، آپ نے اس قدر حیات پائی کہ عہد امام محمد باقر علیہ السلام کو درک فرمایا، آپ کے بھائی علی نے بھی فنون فقہ پر کتاب لکھی، آپ دونوں کا شمار راویان ثقات میں ہوتا ہے۔

مذکورہ تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ جناب سلمی کے خاندان کا ہر فرد محب اہل بیت تھا اور علماء شیعہ نے ان میں سے ہر ایک کو ثقہ جانا ہے۔

شاہ زنان بنت یزدجرثالث ابن شہریار بن ابرویز بن ہرمز بن انوشیروان الساسانی:

جناب شاہ زنان [1] سنہ ۱۱ھ کو مدائن میں متولد ہوئیں، آپ کے والد ساسانی حکمرانوں کے آخری بادشاہ تھے، جب لشکر اسلام کو ایران پر فتح حاصل ہوئی تو جناب شاہ زنان کو اسیر بنایا گیا، جب آپ مدینہ میں وارد ہوئیں تو مولا امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ رسولؐ اسلام کے فرمان کے مطابق (اکرموا کریم کل قوم یعنی ہر قوم کے کریم افراد کا احترام کرو)، جناب شاہ زنان کی خرید و فروخت نہ کی جائے، لہذا حضرت امیرالمومنینؑ نے اور آپ کے ساتھ تمام مہاجرین و انصار نے اسیروں کا آزاد کردیا جس کے بعد جناب شہربانو کو اختیار دیا گیا کہ آپ جس سے چاہیں عقد فرمائیں تو آپ نے امام حسین علیہ السلام کو انتخاب فرماتے ہوئے کہا کہ لشکر مسلمین کے حملہ ور ہونے سے پہلے میں نے خواب میں رسولؐ اسلام و حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کو دیکھا کہ انہوں نے میرا عقد امام حسین علیہ السلام سے فرمایا اور انہیں کے ہاتھوں میں مسلمان ہوئی۔

جناب شاہ زنان کے ساتھ ان کی بہن مروارید بھی اسیر ہوئیں جن کا عقد حضرت امیر نے محمد ابن ابی بکر سے فرمایا، شاہ زنان سے امام سجادؑ اور مروارید سے قاسم نامی فرزند پیدا ہوئے۔

جناب شاہ زنان کی وفات کے متعلق مشہور قول یہ ہے کہ آپ کی وفات امام سجاد علیہ السلام کی ولادت کے بعد حالت نفاس میں ہوگئی، قول مشہور کے مقابلہ میں بعض مورخین نے فرمایا کہ آپ کربلا میں حاضر ہوئیں یہاں تک کہ بعد از کربلا امام سجادؑ کے ساتھ مدینے لوٹیں اور اسی شہر میں آپ نے وفات پائی، ایک قول یہ بھی ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے آپ کو عراق جانے سے پہلے ذیقعدہ کے اواخر میں ایران روانہ کیا تاکہ بعد میں امام ان سے جا

---

[1] - مورخین نے امام سجاد علیہ السلام کی مادر گرامی جناب شاہ زنان کے لئے چودہ نام یا القاب ذکر کئے ہیں، آپ کو شاہ زنان کے ساتھ شہربانو، جہان بانو، جہان شاہ بھی کہا گیا ہے، آپ کے مختلف القاب ہیں کہ جن میں، غلوہ (غ مسکور واو مفتوح)، غزالہ، سلافہ، سلمہ، حرار کو خاصی شہرت حاصل ہے، حضرت علی علیہ السلام نے آپ کے لئے شاہ زنان اسم معین فرمایا۔

ملیں لیکن اس درمیان امام حسین علیہ السلام کی شہادت واقع ہو گئی اور اس طرح جناب شاہ زنان شہر ری میں مقیم رہیں یہاں تک کہ آپ نے اسی شہر میں وفات پائی[1]

صافیہ زنجیہ:

جناب صافیہ زنجیہ تقریبا سنہ ۵ قبل از ہجرت کو متولد ہوئیں، امام حسن علیہ السلام نے آپ سے عقد فرمایا جن سے اللہ تعالی نے آپ کو فاطمہ نامی دختر عطا کی جو کہ امام سجاد علیہ السلام کی زوجہ اور امام باقر علیہ السلام کی مادر گرامی تھیں، لہذا جناب صافیہ امام باقر علیہ السلام کی نانی ہونے کا شرف رکھتی ہیں، چونکہ کربلا میں فاطمہ اور ان کے فرزند یعنی امام باقر علیہ السلام حاضر تھے لہذا احتمال ہے کہ جناب صافیہ بھی کربلا میں حاضر ہوئی ہوں۔ واللہ العالم۔

صفیہ بنت علیؑ بن ابیطالب بن عبدالمطلب بن الہاشم القرشیہ:

مورخ طریحی نے جناب صفیہ کا تذکرہ اسرائے کربلا میں کیا ہے، لیکن کسی اور مورخ نے حضرت علیؑ کی بیٹیوں میں جناب صفیہ کا ذکر نہیں کیا ہے، لہذا آیت اللہ محمد صادق الکرباسی کے نزدیک یہ احتمال ہے کہ صفیہ جناب ام الحسن بنت علیؑ کا نام ہو، جن کی ولادت تقریبا سنہ ۲۱ھ اور وفات بعد از سنہ ۶۱ھ واقع ہوئی۔ واللہ العالم۔

صہباء بنت عباد بن ربیعہ التغلبیہ:

جناب صہباء تقریبا سنہ ۳ قبل از ہجرت کو متولد ہوئیں، آپ حضرت علیؑ کی کنیز تھیں کہ جن سے عمر اطرف اور رقیہ کبری متولد ہوئے، جناب رقیہ کبری (جو کہ مسلم ابن عقیل کی زوجہ تھیں) سنہ ۴۵ھ میں وفات پا گئیں اور جناب صہباء

[1]۔ آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے قول اول کو انتخاب کیا ہے۔

اپنے فرزند عمر اطرف کے ساتھ کربلا تشریف لائیں کہ جہاں ان کے فرزند مجروح ہوئے اور اپنی ماں کے ساتھ اسیر بنائے گئے۔

عاتکہ بنت زید العدویہ:

سنہ ۳۸ھ میں امام حسین علیہ السلام نے سیدہ عاتکہ بنت زید العدویہ سے مدینہ میں عقد فرمایا جن سے ابرہیم سنہ ۴۸ھ کو مدینہ میں متولد ہوئے اور محسن سنہ ۶۱ھ کو شہر حلب میں سقط ہو گئے، جناب عاتکہ نے سنہ ۶۱ھ کے بعد وفات پائی، مورخین نے آپ کا شمار کربلا میں حاضر ہونے والی خواتین میں فرمایا ہے۔

عاتکہ بنت مسلم بن عقیل بن ابیطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشیہ:

جناب عاتکہ بنت مسلم سنہ ۵۳ھ کو مدینہ منورہ میں متولد ہوئیں، آپ کی مادر گرامی کا نام رقیہ صغری بنت علیؑ تھا، آپ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد جب خیام حسینؑ کو لوٹا جانے لگا تو گھوڑوں کی ٹاپوں کے درمیان آکر شہید ہوگئیں، شہادت کے وقت آپ کی عمر سات سال تھی۔

غزالہ:

جناب غزالہ تقریبا سنہ ۱۴ھ کو متولد ہوئیں، آپ امام حسین علیہ السلام کی کنیز تھیں کہ جنھیں امام حسینؑ نے امام سجاد علیہ السلام کی ولادت کے موقع پر ان کی دیکھ بھال اور خدمتگزاری کے لئے معین فرمایا تھا، جناب غزالہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا تشریف لائیں، آپ نے بعد از شہادت حسینؑ امام سجادؑ کے ساتھ اسیری کی مشقتوں پر صبر کیا اور مدینہ واپس ہوئیں۔

فاختہ بنت علی بن ابیطالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشیہ:

جناب فاختہ بنت علی سنہ ۳۴ھ کو متولد ہوئیں، آپ کا عقد جناب عبد اللہ الاصغر بن عقیل سے ہوا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹے محمد، عبد الرحمان اور دو بیٹیاں سلمی اور ام کلثوم عطا کئے، جناب فاختہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا تشریف لائیں کہ جہاں آپ کے شوہر عبد اللہ اور فرزند محمد شہید کئے گئے۔

فاطمہ بنت الحسنؑ بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشیہ:

فاطمہ بنت امام حسن علیہ السلام تقریباً سنہ ۴۰ھ کو متولد ہوئیں، آپ کا عقد امام سجادؑ علیہ السلام سے تقریباً سنہ ۵۶ھ میں ہوا جس کے نتیجہ میں امام باقر علیہ السلام پیدا ہوئے، لہٰذا امام باقرؑ وہ امام ہیں کہ جو ماں باپ کی جانب سے آل علی و فاطمہ سلام اللہ علیہا میں شامل ہیں۔

جناب فاطمہ بنت حسنؑ اپنے شوہر اور فرزند کے ساتھ کربلا تشریف لائیں، اور اسیری کے ستم سے، اور جب مدینے واپس لوٹیں تو اللہ نے سنہ ۶۲ھ میں آپ کو ایک اور فرزند عطا کیا کہ جن کا نام عبد اللہ الباہر تھا۔

فاطمہ صغریٰ بنت الحسینؑ بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشیہ:

آیت اللہ محمد صادق الکرباسی کے نزدیک فاطمہ وسطی بنت الحسینؑ علالت و بیماری کی وجہ سے کربلا میں حاضر نہ ہو سکیں جبکہ فاطمہ صغریٰ وکبریٰ دونوں کربلا میں موجود تھیں، فاطمہ وسطی کی مادر گرامی کا نام ملومۃ البلویۃ القضاعیۃ تھا۔

فاطمہ صغریٰ سنہ ۵۱ھ کو مدینہ منورہ میں متولد ہوئیں، آپ کی مادر گرامی کا نام ام اسحاق تھا، آپ جناب علی اصغر کی سگی بہن تھیں، سنہ ۶۰ ھ میں حسن مثنیٰ [1] بن امام حسن علیہ السلام سے آپ کا عقد ہوا، جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ دونوں کو عبد اللہ المحض (ولادت سنہ ۷۰ھ) حسن مثلث (ولادت سنہ ۷۷ھ) ابراہیم الغمر (ولادت سنہ ۷۸ھ) اور زینب وام کلثوم عطا کئے، آپ [2] اپنے شوہر کے ساتھ کربلا تشریف لائیں کہ جہاں آپ نے اسیری کی تمام مشقتوں کو تحمل فرمایا۔

جناب فاطمہ صغریٰ کو علم حدیث میں راویہ کے نام سے جانا جاتا ہے کہ جنھوں نے امام حسینؑ، امام سجادؑ، زینب بنت علی، فاطمہؑ بنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، بلال عبد اللہ بن عباس، اسماء بنت عمیس سے روایات نقل کیں، اور آپ سے بھی بہت سے راویوں نے روایات نقل کی ہیں کہ جن میں عبد اللہ المحض، ابراہیم الغمر، حسن مثلث، زینب بنت حسن مثنیٰ، محمد الدیباج، زیاد بن ابی یزید المدنی، ام ہشام بن زیاد المدنی، مصعب بن محمد العبدری شامل ہیں۔

جناب فاطمہ صغریٰ کی وفات سنہ ۱۱۷ھ میں واقع ہوئی، علی الظاہر آپ کو بقیع میں دفنایا گیا ہے۔

---

[1]- حسن مثنیٰ سنہ ۲۹ھ میں متولد ہوئے، آپ کی مادر گرامی کا نام خولہ بنت منظور تھا، حسن مثنیٰ کربلا میں اپنے چچا کے ساتھ تشریف لائے تھے، امام حسین علیہ السلام نے اپنی بیٹی فاطمہ صغریٰ سے آپ کا عقد فرمایا، مورخین لکھتے ہیں کہ کربلا میں آپ نے انیس ۱۹ دشمنوں کو واصل جہنم کیا، اس جنگ میں آپ کے بدن پر ۱۸ ضربتیں وارد ہوئیں جن کی وجہ سے آپ غش کھاکر زمین پر گر گئے، جب سب شہدا کے سر جدا کئے جا رہے تھے تو لوگوں نے آپ کے بدن میں رمق حیات پائی، لشکر دشمن سے اسماء بن خارجہ فزاری نے آپ کی شفاعت کی اور اس طرح حسن مثنیٰ کربلا میں شہید نہیں ہوئے، ولید بن عبد الملک نے آپ کو زہر دیا جس کے نتیجہ میں آپ سنہ ۹۲ھ ہجری کو اس دار فانی سے وداع کر گئے۔

[2]- آیت اللہ محمد صادق الکرباسی کے نزدیک فاطمہ وسطیٰ بنت الحسینؑ علالت وبیماری کی وجہ سے کربلا میں حاضر نہ ہوسکیں جبکہ فاطمہ صغریٰ وکبریٰ دونوں کربلا میں موجود تھیں، فاطمہ وسطیٰ کی مادر گرامی کا نام ملومۃ البلویۃ القضاعیۃ تھا۔

کتاب 'امام حسینؑ علیہ السلام کی مددگار خواتین' تین جلدوں پر مشتمل ہے جس کی تیسری جلد (کہ جو ۳۴۵ صفحات پر مشتمل ہے) سنہ ۲۰۰۳ء کو لکھی گئی اور سنہ ۲۰۱۱ء کو زیور طبع سے آراستہ ہوئی، قارئین کرام اس کتاب میں موجود مطا کی تلخیص کو آنے والے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

کربلا میں خواتین کا کردار (حصہ سوم)
(امام حسینؑ علیہ السلام کی مددگار خواتین)

بشریت اس مخلوق خداوندی کا نام کہ جس کی خلقت کو ذات باری نے دو صنفوں پر تقسیم فرمایا ہے، بشریت کی پہلی صنف مرد اور دوسری عورت کے نام سے جانی جاتی ہے، یہ دونوں صنفیں انسانیت میں تو ایک دوسرے کے شریک ہیں لیکن ظاہری خلقت اور مزاج میں ان کے درمیان زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نوع بشریت میں یہ فرق اس لئے رکھا تاکہ اس ذریعہ سے انسانیت میں تنوع کے ساتھ ساتھ بنی آدم کے سکون کے وسائل بھی فراہم ہوجائیں، اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ذات باری نے قرآن مجید میں فرمایا:

و من آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا و جعل بینکم مودۃ و رحمۃ ان فی ذالک لآیات لقوم یتفکرون (روم، آیت ۲۱)

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارا جوڑا تم ہی میں سے پیدا کیا ہے تاکہ تمہیں اس سے سکون حاصل ہو اور پھر اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت قرار دی ہے کہ اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔

اس مقصد (سکون) کو قائم رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کی خلقت کو مد نظر رکھتے ہوئے کچھ قانون وضع کئے جن میں بعض قوانین مردوں سے مخصوص ہیں تو بعض عورتوں سے اور کچھ قوانین میں دونوں ایک دوسرے کے شریک ہیں، جہاں تک کہ اسلام وایمان وعلم کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت میں سے ہرایک کو مساوی قرار دیا ہے جس پر گواہ قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

ان المسلمین و المسلمات و المومنین والمومنات و القانتین و القانتات و الصادقین و الصادقات و الصابرین و الصابرات و الخاشعین و الخاشعات و المتصدقین و المتصدقات و الصائمین و الصائمات و

الحافظین فروجهم و الحافظات و الذاکرین الله کثیرا و الذاکرات اعد الله لهم مغفرة و اجرا عظیما(احزاب آیت ۳۵)

بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور اطاعت گزار مرد اور اطاعت گزار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صابر مرد اور صابر عورتیں اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی عفت کی حفاظت کرنے والے مرد اور عورتیں اور خدا کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں، اللہ نے ان سب کے لئے مغفرت اور عظیم اجر مہیا کر رکھا ہے۔

لیکن بعض امور ایسے ہیں جو صرف مرد سے تعلق رکھتے ہیں مثلا معاش کی تلاش، عورت کے لئے گھر، لباس اور ان جیسے وسائل کا اہتمام کرنا مرد کی ذمہ داری ہے، شوہرداری، خانہ داری اور بچوں کی نگہداشت و تربیت جیسے امور کو عورتوں کے سپرد کیا گیا ہے، قابل ملاحظہ بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالی کی جانب سے دین مبین اسلام میں یہ تقسیم بندی دونوں صنفوں کی صلاحیتوں کو مد رکھتے ہوئے طے کی گئی ہے۔

لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ دور حاضر میں اغیار کی طرح مسلمانوں نے بھی دنیا کے حصول کی غرض سے اسلامی خانہ داری کے نظام کو ترک کر کے غربی رویہ اختیار کر لیا ہے کہ جہاں ایک عورت مرد کے شانہ بہ شانہ معاش کی تلاش میں صبح سے شام تک در بہ در ٹھوکریں کھاتی پھرتی ہے، جبکہ وہ لوگ کہ جو خود کو پیشرفتہ اور عورتوں کے حقوق کے پاسبان کہتے ہیں وہی ان سے بھرپور کام لینے کے باوجود انہیں مردوں کی نسبت بیں فیصد کم تنخواہ دیتے ہیں۔

وہ ممالک کہ جہاں عورتوں کے کام کرنے کو ان کے ترقی یافتہ ہونے کی دلیل سمجھا جاتا ہے وہیں پر جب ایک عورت اپنے کام سے فارغ ہو کر گھر لوٹتی ہے تو چونکہ فطری طور پر چھوٹے بچے باپ کی نسبت ماں سے زیادہ لگاؤ رکھتے ہیں، لہذا ان کے لئے لازم ہو جاتا ہے کہ وہ ان کی غذا اور دوسری ضروریات کو پورا کریں، جس کی وجہ سے عورت پر ذمہ داریوں کا بوجھ مرد کی نسبت دو برابر ہو جاتا ہے، اس تفصیل کے تناظر میں اگر اچھی طرح غور کیا جائے تو یہ نتیجہ سامنے آئے گا کہ آج کے دور میں ترقی و پیشرفت کے نام پر عورتوں کے ساتھ کھل کر ظلم کیا جا رہا ہے۔

اسلام اس جگہ کہ جہاں عورت کا کام کرنا ناگزیر ہو اسے کام کرنے کی پوری اجازت دیتا ہے، لیکن جہاں مرد کی آمدنی کافی ہو تو ایسی صورت میں مزید روپیوں کے حصول کے لئے اولاد کو بے بی سیٹر (دایہ) کے حوالے کر کے عورت کو گھر سے بے گھر کرنا اسلامی خانہ داری کے نظام کو تباہ کرنے کے برابر ہے۔

وہ گھرانے کہ جہاں عورتیں کام پر جاتی ہیں اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ ان کی اولاد کی تربیت اسلامی اقدار پر نہیں ہوتی اور نہ ہی ایسے گھروں میں زن و شوہر کے درمیان اتفاق رائے پائی جاتی ہے، چہ بسا کام ہی کے مسئلہ کو لے کر زن و شوہر میں طلاق واقع ہو جاتی ہے، میں نے ایسے خاندان بھی دیکھے ہیں کہ جن میں صرف گھر کے ڈکوریشن کے مسئلہ پر زن و شوہر میں نا اتفاقیاں وجود میں آگئیں اور وہ گھر ٹوٹ گیا، بات صرف اتنی تھی کہ باورچی خانہ کو کس طرح ڈکوریٹ کیا جائے، جب مرد نے اپنی رائے پر اصرار کیا اور عورت نے کہا کہ میں بھی کماتی ہوں لہذا میری بھی بات مانی جائے، تو اسی بات کو لے کر اس قدر ناگواریاں آگے بڑھیں کہ فریقین میں طلاق واقع ہو گئی۔

لہذا اسلام کی رو سے عورت سے وہ کام نہ کروائے جائیں کہ جن کے لئے وہ ذمہ دار نہیں ہیں، حضرت امیرؑ کے قول کے مطابق (کہ عورت ایک پھول کی طرح ہے) ان کا بہترین مقام گھر اور بہترین کام خانہ داری ہے۔

خواتین کے لئے یہ بات باعث غور و فکر ہے کہ دنیا کی سب سے مقدس خواتین کہ جن میں جناب فاطمہ زہراؑ، جناب ہاجرہ (زوجۂ حضرت ابراہیم)، جناب آسیہ بنت مزاحم (زوجۂ فرعون)، جناب اُفاحیہ (مادر حضرت موسیٰ)، جناب صفیراء (زوجۂ حضرت موسیٰ)، جناب بلقیس (ملکۂ صبا)، جناب حنہ (مادر حضرت مریم)، حضرت مریم (مادر حضرت عیسیٰ) شامل ہیں نے بھی خانہ داری، شوہر داری (باستثناء حضرت مریمؑ) اور تربیت اولاد میں اپنی زندگی کو بسر فرمایا، جس کی وجہ سے آج بھی انہیں طاہرہ، عالمہ، محدثہ و صدیقہ، حورائے انسیہ (انسانی حور) جیسے القاب سے یاد کیا جاتا ہے، اسی طرح خواتین کی لئے دوسری مثال کربلائی خواتین ہیں کہ جنھوں نے گھر میں رہتے ہوئے اولاد کی ایسی تربیت کی کہ کربلا میں آنے والا ہر جوان بے درنگ موت کو گلے لگانے کے لئے تیار تھا، آج کے دور بلکہ ہر دور کی خواتین کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان ہستیوں کی زندگی کا جائزہ لیں اور اپنی زندگی کو ان کی حیات طیبہ کی روشنی میں سنواریں، تاکہ دور حاضر کی منفی تبلیغات سے محفوظ رہیں۔

اسی مقصد کے پیش نظر آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے تین جلدوں پر مشتمل معجم انصار حسین (النساء جلد اول) میں کربلا میں تشریف لانے والی بی بیوں کی سوانح حیات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، ہم اس مقام پر جلد سوم (کہ جو ۳۴۵ صفحات پر مشتمل ہے اور سنہ ۲۰۱۱ میں چھپ چکی ہے) میں موجود کربلائی خواتین کی حیات طیبہ پر اجمالی روشنی ڈالتے ہیں۔

فاطمہ صغری بنت علی بن ابیطالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشیۃ:

جناب فاطمہ صغری بنت علی (کہ جن کی کنیت ام ابیہا تھی) تقریباً سنہ ۳۵ھ کو متولد ہوئیں، حضرت علی علیہ السلام کی ایک اور بیٹی تھیں کہ جن کا نام فاطمہ کبری[1] تھا لہذا فاطمہ کبری کے مقابلہ میں آپ کو فاطمہ صغری کہا گیا ہے، جناب فاطمہ صغری نے ابوسعید بن عقیل[2] سے عقد فرمایا جن سے اللہ نے آپ کو حمیدہ نامی بیٹی عطا کی، آپ اپنے شوہر کے ساتھ کربلا تشریف لائیں جہاں ابوسعید بن عقیل امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید کئے گئے۔

راویان حدیث کی ایک کثیر تعداد نے حضرت علی علیہ السلام کی ان دونوں بیٹیوں سے احادیث بیان کی ہیں کہ جن میں حارث بن کعب کوفی، حکم بن عبد الرحمان البجلی، زرین بن حبیب الجھنی، عروہ بن عبد اللہ الجعفی، عیسی بن عثمان، موسی بن عبد اللہ الجھنی، نافع بن عبد الرحمان القاری، ابوبصیر (یحیی بن اسحاق الاسدی)، ابراہیم الغمر بن الحسن المثنی بن امام حسن علیہ السلام شامل ہیں۔

---

[1]- فاطمہ کبری بنت علی کہ جن کی کنیت ام حسین یا ام حسن تھی سنہ ۱۲ھ کو متولد ہوئیں، گرچہ آپ کی وفات سنہ ۶۰ھ کے بعد واقع ہوئی لیکن آپ کربلا میں حاضر نہ تھیں۔

[2]- ابوسعید بن عقیل سنہ ۱۶ھ کو متولد ہوئے۔

فاطمہ بنت عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ بن اسیرۃ بن عسیرۃ بن عطیہ بن جدارۃ بن عوف بن الحارث بن الخزرج الانصاریہ:

جناب فاطمہ بنت عقبہ الخزرجیہ تقریباً سنہ ۷ھ کو متولد ہوئیں، آپ کے والد نے آپ کی کنیت ام بشیر رکھی جبکہ آپ کی اولاد میں سے کسی کا نام بشیر نہ تھا، آپ کے ایک بھائی بھی تھے کہ جن کا نام بشیر تھا، لگتا ہے کہ آپ کے والد کو بشیر نام کافی پسند تھا اسی لئے انہوں نے اپنی بیٹی کی کنیت ام بشیر اور بیٹے کا نام بشیر رکھا۔

عقبہ الخزرجیہ کا شمار ان اصحاب رسولؐ گرامی قدر میں ہوتا ہے کہ جو مکہ میں حضورؐ پر ایمان لائے، ظاہراً آپ نے ہجرت سے ایک سال قبل اسلام قبول فرمایا اور رسولؐ گرامی قدر کے ساتھ اسلام کی پہلی جنگ، جنگ بدر، میں شرکت کی اسی شمولیت کی وجہ سے آپ کو بدری لقب دیا گیا، حضورؐ کی وفات کے بعد آپ حضرت علیؑ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ جنگ صفین میں بھی شرکت کی، آپ نے امام علی علیہ السلام کے بارے میں ایسے قصیدے کہے کہ جن سے آپ کی اہلبیتؑ کی نسبت محبت واضح ہوتی ہے۔

اسی محبت کی بنیاد پر جناب عقبہ الخزرجیہ کی بیٹی فاطمہ کا عقد امام حسن علیہ السلام سے ہوا جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو زید (ولادت سنہ ۲۰ھ، وفات سنہ ۱۲۰ھ)، ام الخیر، احمد (ولادت سنہ ۴۴ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ، بمقام کربلا)، ام الحسن (ولادت تقریباً سنہ ۴۷ھ شہادت سنہ ۶۱ھ بمقام کربلا)، ام الحسین (ولادت سنہ ۴۹ھ، وفات سنہ ۶۱ھ بمقام کربلا) نامی اولاد عطا کی۔

جناب فاطمہ بنت عقبہ امام حسین علیہ السلام اور اپنے فرزندوں کے ہمراہ کربلا تشریف لائیں کہ جہاں جناب زید نے امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ جنگ کی اور مجروح ہوکر اسیر بنائے گئے، جناب احمد کربلا میں شہید ہوئے، اور آپ کی دو بیٹیاں یعنی ام الحسن اور ام الحسین گھوڑوں کی ٹاپوں میں آکر شہید ہوگئیں، سلام ہو فاطمہ بنت عقبہ پر کہ جن کی چار اولاد کربلا میں شہید کی گئیں۔

فاطمہ الکبریٰ بنت الحسینؑ بن علیؑ بن ابیطالب بن عبد المطلب بن ہاشم القرشیہ:

جناب فاطمہ کبریٰ [1] سنہ ۴۰ھ کو متولد ہوئیں، آپ کی مادر گرامی کا نام رباب بنت امری ء القیس تھا، جناب سکینہ (ولادت سنہ ۴۲ھ، وفات سنہ ۱۱۷)، حضرت رقیہ (ولادت سنہ ۵۷ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ) اور جناب عبد اللہ رضیع (ولادت دس محرم سنہ ۶۱ھ، شہادت دس محرم سنہ ۶۱ھ) آپ کے سگے بھائی بہن تھے، آپ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا تشریف لائیں، بعد از شہادت امام حسین علیہ السلام جب آپ کو اسیر بنا کر کوفہ لایا گیا تو آپ نے فصیح و بلیغ خطبہ [2] پڑھا کہ جسے تاریخ نے اپنے اوراق میں کچھ اس طرح سے رقم کیا ہے:

۱۔ امام حسین علیہ السلام کی ایک اور بیٹی تھیں کہ جن کا فاطمہ صغریٰ تھا جو سنہ ۵۱ھ کو مدینہ منورہ میں متولد ہوئیں، آپ کی مادر گرامی کا نام ام اسحاق تھا، آپ جناب علی اصغر کی سگی بہن تھیں، سنہ ۶۰ھ میں حسن مثنیٰ * بن امام حسن علیہ السلام سے آپ کا عقد ہوا، جس کے نتیجہ میں اللہ تعالی نے آپ دونوں کو عبد اللہ المحض (ولادت سنہ ۷۰ھ) حسن مثلث (ولادت سنہ ۷۷ھ) ابراہیم الغمر (ولادت سنہ ۷۸ھ) اور زینب و ام کلثوم عطا کئے، آپ اپنے شوہر کے ساتھ کربلا تشریف لائیں کہ جہاں آپ نے اسیری کی تمام مشقتوں کو تحمل فرمایا۔

* حسن مثنیٰ سنہ ۳۹ھ کو متولد ہوئے، آپ کی مادر گرامی کا نام خولہ بنت منظور تھا، حسن مثنیٰ کربلا میں اپنے چچا کے ساتھ تشریف لائے تھے، امام حسین علیہ السلام نے اپنی بیٹی فاطمہ صغریٰ سے آپ کا عقد فرمایا، مورخین لکھتے ہیں کہ کربلا میں آپ نے انیس ۱۹ دشمنوں کو واصل جہنم کیا، اس جنگ میں آپ کے بدن پر ۱۸ ضربتیں وارد ہوئیں جن کی وجہ سے آپ غش کھا کر زمین پر گر گئے، جب سب شہدا کے سر جدا کئے جا رہے تھے تو لوگوں نے آپ کے بدن میں رمق حیات پائی، لشکر دشمن سے اسماء بن خارجہ فزاری نے آپ کی شفاعت کی اور اس طرح حسن مثنیٰ کربلا میں شہید نہیں ہوئے، ولید بن عبد الملک نے آپ کو زہر دیا جس کے نتیجہ میں آپ سنہ ۹۲ھ ہجری کو اس دار فانی سے وداع کر گئے۔

۲۔ گرچہ صاحب کتاب ملہوف نے اس خطبہ کو جناب فاطمہ صغریٰ کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن آیت اللہ محمد صادق الکرباسی کے نزدیک یہ قول دو دلیلوں کی بناء پر ضعیف ہے:

۱۔ جناب فاطمہ صغریٰ کی عمر اسیری کے وقت ۱۰ سال تھی، گرچہ خاندان اہل بیت کا بچہ بچہ فصیح و بلیغ خطبہ دینے کی قدرت و توانائی رکھتا ہے لیکن چونکہ فاطمہ کبریٰ بھی دربار ابن زیاد میں موجود تھیں لہذا بڑی بہن کے ہوتے ہوئے چھوٹی بہن کا خطبہ دینا اور بڑی بہن کا سکوت کرنا قابل تأمل ہے۔

الحمد لله عدد الرمل والحصى، وزِنة العرش إلى الثرى، أحمده وأؤمنُ به وأتوكّل عليه، وأشهد أن لا إله إلاّ الله وحده لا شريك له، وأنّ محمداً عبده ورسوله، وأن ذرّيته ذبحوا بشط الفرات بغير ذحل ولا ترات.

اللهمّ إنّي أعوذ بك أن أفتري عليك الكذب، وأن أقول عليك خلاف ما أنزلت من أخذ العهود لوصيّة عليّ بن أبي طالب ، المسلوب حقّه، المقتول بغير ذنب ـ كما قتل ولده بالأمس ـ في بيتٍ من بيوت الله، فيه معشر مسلمة مسلمة: صفة على صيغة المؤنث لاسم الجمع «معشر». بألسنتهم، تعساً لرؤوسهم، ما دفعت عنه ضيماً في حياته ولا عند مماته، حتّى قبضته إليك محمود النقيبة، طيّب العريكة، معروف المناقب، مشهود المذاهب معروف المواقف. ، لم تأخذه في الله لومة لائم ولا عذل عاذل، هديته يا ربّ للإسلام صغيراً، وحمدتَ مناقبه كبيراً، ولم يزل ناصحاً لك ولرسولك صلواتك عليه وآله حتّى قبضته إليك، زاهداً في الدنيا، غير حريص عليها، راغباً في الآخرة، مجاهداً لك في سبيلك، رضيته فاخترته وهديته إلى صراطٍ مستقيم.

أما بعد، يا أهل الكوفة، يا أهل المكر والغدر والخيلاء الخُيلاء: العجب والكبر. ، فإنّا أهل بيتٍ ابتلانا الله بكم، وابتلاكم بنا، فجعل بلاءنا حسناً، وجعل علمه عندنا وفهمه لدينا، فنحن عيبة علمه ووعاء فهمه وحكمته وحجّته على أهل الأرض في بلاده لعباده، أكرمنا الله بكرامته وفضّلنا بنبيّه محمد على كثير ممّن خلق تفضيلاً بيّناً.

فكذّبتمونا، وكفّرتمونا، ورأيتم قتالنا حلالاً وأموالنا نهباً، كأننا أولاد ترك أو كابل، كما قتلتم جدّنا بالأمس، وسيوفكم تقطر من دمائنا أهل البيت، لحقد متقدّم، قرّت بذلك عيونكم، وفرحت قلوبكم، افتراءً على الله ومكراً مكرتم، والله خير الماكرين.

فلا تدعونّكم أنفسكم إلى الجذل بما أصبتم من دمائنا ونالت أيديكم من أموالنا، فإنّ ما أصابنا من المصائب الجليلة والرزايا العظيمة في كتاب من قبل أن نبرأها، إنّ ذلك على الله يسير، لكيلا تأسوا على ما فاتكم ولا تفرحوا بما أتاكم، والله لا يحبّ كلّ مختال فخور.

۲۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب کربلا میں امام سجاد علیہ السلام کی طبیعت ناساز تھی تو امام حسین علیہ السلام نے ایک کتاب اور اپنی وصیت فاطمہ کبری کے حوالے کی تاکہ بعد میں وہ ان دونوں چیزوں کو امام سجاد علیہ السلام کے حوالے کردیں، جناب فاطمہ کبری نے وصیت کے مطابق عمل کیا اور وہ کتاب و وصیت میرے (امام باقرؑ) بابا سے مجھ تک پہنچی، امام حسین علیہ السلام کا ان اماتوں کو جناب فاطمہ کبری کے حوالے کرنا ان کے کمال کی طرف اشارہ ہے اور یہ بات بعید ہے کہ ایسی باکمال بڑی بہن کے ہوتے ہوئے جناب فاطمہ صغری خطبہ دیں اور وہ سکوت اختیار کریں، لہذا مذکورہ خطبہ جناب فاطمہ کبری سے منسوب ہے۔

اس خطبہ کو فاطمہ بنت علی علیہ السلام سے بھی منسوب کیا گیا ہے، لیکن یہ رائے بھی قابل قبول نہیں چونکہ اس خطبہ میں جناب فاطمہ کبری نے حضرت علی کو اپنا جد کہا ہے: فتبّاً لكم يا أهل الكوفة، أيّ ترات لرسول الله قبلكم ونحول له لديكم بما عندتم بأخيه علي بن أبي طالب جدّي۔

تباً لكم، فانتظروا اللعنة والعذاب، فكأن قد حلّ بكم، وتواترت من السماء نقمات، فيسحتكم بعذاب ويذيق بعضكم بأس بعض ثم تخلّدون في العذاب الأليم يوم القيامة بما ظلمتمونا، ألا لعنة الله على الظالمين.
ويلكم، أتدرون أيّة يدٍ طاعنتنا منكم؟! وأيّة نفسٍ نزعت إلى قتالنا؟! أم بأيّة رِجلٍ مشيتم إلينا تبغون محاربتنا؟!

قست والله قلوبكم، وغلظت أكبادكم، وطبع على أفئدتكم، وختم على أسماعكم وأبصاركم، وسوّل لكم الشيطان وأملى لكم وجعل على بصركم غشاوة فأنتم لا تهتدون.

فتبّاً لكم يا أهل الكوفة، أيّ تراتٍ لرسول الله قبلكم وذحول له لديكم بما عندتم بأخيه علي بن أبي طالب جدّي وبنيه وعترة النبيّ الأخيار صلوات الله وسلامه عليهم، وافتخر بذلك مفتخركم فقال:
قد قتلنا عليّاً وبنيه بسيوفٍ هندية ورماحِ
وسبينا نساءهم سبي تُركٍ ونطحناهمُ فأيُّ نِطاحِ
بفيك أيّها القائل الكثكث والأثلب الكثكث: فتات الحجارة، والتراب، وكذلك الأثلب. ، افتخرت بقتل قوم زكّاهم الله وأذهب عنهم الرجس وطهّرهم تطهيراً، فاكظم واقْعَ كما أقعى أبوك، فإنّما لكلّ امرء ما اكتسب وما قدّمت يداه.

أحسدتمونا ويلاً لكم على ما فضّلنا الله عليكم.
فما ذنبنا إن جاش دهراً بحورُنا وبحرُك ساجٍ لا يواري الدّعامِصا
ذلك فضل الله يؤتيه مَن يشاء، والله ذو الفضل العظيم، ومَن لم يجعل الله له نوراً فما له من نور.

ترجمہ:

حمد ہے اللہ کے لئے، ذروں اور کنکریوں کی تعداد اور زمین وآسمان کے وزن کے برابر، میں اس کی حمد بجا لاتی ہوں اور اس پر ایمان کے ساتھ اسی پر توکل کرتی ہوں، اور میں گواہی دیتی ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور حضرت محمدؐ اس کے عبد اور اس کے رسولؐ ہیں، اور آنحضرتؐ کی ذریت و اولاد کو کسی جرم و خطا کے بغیر نہر فرات کے کنارے ذبح کیا گیا۔ اے اللہ، میں اس سے تیری پناہ چاہتی ہوں کہ تجھ پر جھوٹی تہمت لگاؤں اور اس کے بر خلاف بات کروں جو کچھ تو نے امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی وصایت و امامت کے عہد کے بارے میں نازل فرمایا ہے، وہ اپنے حق سے محروم کئے گئے، اور انھیں اللہ کے گھروں میں سے ایک گھر میں کہ جس میں زبانی دعویدار مسلمانوں کی کثیر تعداد موجود تھی بلا جرم قتل کیا گیا جس طرح ان کی اولاد کو کل کسی جرم کے بغیر قتل کر دیا گیا، ان پر ڈھائے جانے والے مصائب کا سلسلہ ان کی پوری زندگی اور ان کی رحلت تک جاری رہا یہاں تک کہ بالآخر

تو نے انہیں اپنی طرف بلا لیا، وہ پاکیزہ خصلتوں کے حامل، پاک سیرت و کردار کے مالک، فضائل و مناقب میں معروف اور اپنے نظریات و مواقف میں مشہور تھے، انہیں اللہ کے معاملے میں کسی کی بھی پرواہ نہیں ہوتی تھی، خواہ کوئی جس قدر بھی ان کے بارے میں ناگوار الفاظ کیوں نہ کہے، اور نہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کو کوئی اہمیت دیتے تھے، پروردگارا، تو نے انہیں بچپن ہی سے اسلام کی نعمت سے نوازا اور زندگی بھر انہیں پاکیزہ صفات پر لائق ستائش قرار دیا، وہ ہمیشہ لوگوں کو اللہ اور اس کے رسولؐ کے بارے میں نصیحت فرماتے رہے یہاں تک کہ ان کا وصال ہو گیا، وہ دنیا میں زاہد و بے رغبت تھے، آخرت میں کوشاں تھے، تیری راہ میں جہاد کرنے والے تھے، تو ان پر راضی تھا، تو نے انہیں چنا اور صراط مستقیم پر گامزن فرمایا۔

اما بعد، اے اہل کوفہ، اے دھوکہ و فریب اور دغا کرنے والو، اے مکاری و تکبر کے حامل لوگو، ہم اہلبیتؑ کا امتحان لیا ہے اللہ نے تمہارے ذریعے اور تمہیں آزمایا ہے ہمارے ذریعے، تو اس نے ہمیں اس امتحان میں اچھا پایا، اس نے اپنا علم و فہم ہمارے پاس قرار دیا، ہم اس کے علم کے خزینے اور اس کے فہم و حکمت کا ظرف ہیں، اور ہم روئے زمین پر اس کے بندوں میں اس کی حجتیں ہیں، اللہ نے ہمیں اپنی عنایات کے ساتھ عزت عطا کی، اور ہمیں اپنے نبی محمدؐ کے ذریعے اپنی کثیر مخلوق پر برتری عطا فرمائی، مگر تم نے ہماری تکذیب کی، ہمارا انکار کیا اور ہم سے جنگ کرنے کو حلال اور ہمارے اموال لوٹنے کو روا جانا، گویا ہم ترک یا کابلیوں کی اولاد ہیں، تم نے کل ہمارے جد کو قتل کیا، اور تمہاری تلواریں ہم اہلبیتؑ کے خون سے تر ہیں، یہ سب کچھ کسی پرانی دشمنی کا نتیجہ ہے کہ تم نے ہمارے ساتھ ایسا سلوک کر کے اپنے دلوں کو خوش کیا اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیں، تم نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور مکر و فریب کیا، اللہ بہتر تدبیریں کرنے والا ہے، تم ہمارا خون بہا کر خوش نہ ہو اور ہمارے اموال لوٹ کر شاداں نہ ہو، جو تکلیفیں اور مصیبتیں ہم پر آئی ہیں وہ ہماری کتاب تقدیر میں لکھی تھیں، سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے تاکہ تم اس پر افسوس نہ کرو جو تمہارے ہاتھوں سے چلا گیا اور جو تمہارے ہاتھ آیا اس پر نہ اتراؤ، کہ اللہ کسی غرور و تکبر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا، تم پر اللہ کا عذاب ہو، تم اس کی لعنت اور عذاب کے منتظر رہو کہ جو تم پر نازل ہو چکا ہے، تم پر آسمانی آفتیں آگئی ہیں اور اللہ کے

عذاب نے تمہیں گھیر لیا ہے، تم ایک دوسرے کے عذاب کا مزہ چکھوگے، پھر تم نے جو ہم پر ظلم کیا ہے اس کے نتیجہ میں قیامت کے دن دردناک عذاب میں مبتلا ہوگے، یاد رکھو، ظالوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

تم تباہ ہو جاؤ کیا تم جانتے ہو کہ تم میں سے کس کا ہاتھ ہم پر پڑا ہے، اور تم میں سے کون ہمارے مقابلے میں جنگ کرنے نکلا ہے؟ اور تم کن قدموں سے ہم سے جنگ کرنے کو میدان میں آئے ہو؟ خدا کی قسم تمہارے دل سخت ہوگئے ہیں، تمہارے سینوں میں تنگی آگئی ہے، تمہارے دلوں پر مہریں لگ گئی ہیں، تمہارے کانوں اور آنکھوں پر پردے پڑ چکے ہیں، تمہیں شیطان نے بہکا دیا ہے اور تمہیں اپنے دام میں پھنسا لیا ہے، اور اس نے تمہاری آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے کہ تم ہدایت کی راہ دیکھ ہی نہیں سکتے۔

تمہارے لئے تباہی ہو اے اہل کوفہ، تمہیں رسولؐ اللہ سے کیا دشمنی تھی کہ تم نے ان کے بھائی علی بن ابیطالب جو کہ میرے جد ہیں اور ان کی اولاد عترت رسولؐ سے عناد مول لیا ہے کہ تمہارے ایک متکبر شخص نے ایسا کرنے پر غرور کے ساتھ یہ کہا کہ ہم نے ہندی تلواروں اور نیزوں سے تمہیں اور تمہارے بچوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے اور تمہاری عورتوں کو ترکی عورتوں کی مانند پابند سلاسل کیا اور کس طرح انھیں پچھاڑ دیا

(قد قتلنا عليّكُمْ وبنيه بسيوفِ هندية ورماحٍ وسبينا نساءهم سبي تُركٍ ونطحناهمُ فأيُّ نِطاحٍ)۔

تیرا منہ ٹوٹ جائے اے اس طرح کی گھٹیا باتیں کرنے والے اور پست فکر شخص، تیرے منہ میں خاک مٹی، تو نے ان لوگوں کو قتل کرنے پر فخر کیا ہے جنہیں اللہ نے پاکیزہ قرار دیا اور انھیں ہر طرح کے رجس و ناپاکی سے پاک کیا جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے تو اپنے غصہ اور غضب کی آگ میں جل کر مرجا جس طرح تیرا باپ مرا ہے کہ ہر شخص اپنے کئے کا صلہ و نتیجہ پائے گا۔

کیا تم اس پر ہمارے ساتھ حسد کرتے ہو جو اللہ تعالی نے ہمیں اپنے فضل و کرم سے عطا فرمایا ہے، اس میں ہمارا کیا قصور ہے کہ ہمارا دریائے کرم و فضیلت رواں دواں ہے جبکہ تیرا دریا اپنی جگہ رک گیا ہے کہ اس میں روانی کی رمق بھی دکھائی نہیں دیتی

(أحسدتمونا ويلاً لكم على ما فضّلنا الله عليكم.فما ذنبنا إن جاش دهراً بحورُنا وبحرُك ساج لا يواري الدّعامِصا)

یہ تو اللہ کی عنایت ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اللہ عظیم عنایت کرنے والا ہے، اور جس کے لئے اللہ نور قرار نہ دے تو اسے کوئی نور نہیں مل سکتا۔ (یہاں پر خطبہ کا ترجمہ ختم ہوا)۔

تاریخ میں جناب فاطمہ کبری کی شادی کے حوالہ سے ہمیں کچھ نہیں ملتا چونکہ آپ کی وفات سنہ ۱۱۰ھ میں واقع ہوئی ہے لہذا بعید ہے کہ اس عمر تک آپ کا عقد نہ ہوا ہو، لہذا احتمال یہ ہے کہ آپ نے اولاد جعفر و عقیل میں سے کسی کے ساتھ عقد فرمایا ہو۔

جب جناب زینبؑ سلام اللہ علیہا مدینہ سے مصر کی جانب روانہ ہوئیں تو امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کے ہمراہ فاطمہ بنت الحسینؑ اور سکینہ بنت الحسینؑ تھیں، امام عالی مقام کی حدیث سے یہ احتمال وجود میں آتا ہے کہ جناب زینبؑ کے ساتھ جانے والی بی بی فاطمہ کبری ہوں جو شاید بعد از سنہ ۶۲ھ مدینہ واپس لوٹیں کہ جہاں ان کی وفات واقع ہوئی ہو، اگر اس قول کو قبول کیا جائے تو علی الظاہر آپ کو جنت البقیع میں دفنایا گیا ہوگا۔ واللہ العالم۔

فاطمہ وسطی بنت الحسینؑ بن علیؑ بن ابیطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشیہ:

جناب فاطمہ وسطی بنت امام حسین علیہ السلام تقریبا قبل از سنہ ۵۰ھ کو متولد ہوئیں، آپ کی مادر گرامی کا نام ملومۃ البلویۃ القضاعیۃ تھا، امام حسین علیہ السلام نے بیماری و علالت کی وجہ سے آپ کو زوجہ رسولؐ اللہ جناب ام سلمہ کے پاس مدینہ میں چھوڑا تھا، جبکہ فاطمہ کبری و صغری دونوں کربلا تشریف لائیں تھیں، جناب فاطمہ وسطی کے عقد کے متعلق جناب فاطمہ کبری کی طرح کوئی تذکرہ نہیں ملتا، ممکن ہے کہ آپ نے بھی اولاد جعفر و عقیل میں سے کسی کے ساتھ عقد فرمایا ہو[1]، جناب فاطمہ وسطی کی وفات سنہ ۱۲۶ھ میں واقع ہوئی۔

۱۔ معجم انصار الحسین (النساء) جلد سوم، صفحہ ۶۳، سطر ۵۔

فضہ نوبیہ:

جناب فضہ تقریباً سنہ ۲۵ قبل از ہجرت متولد ہوئیں، جب آپ رسولؐ گرامی قدر کے پاس تشریف لائیں اور مسلمان ہو ئیں تو حضورؐ نے آپ کو آزاد فرمایا لیکن جناب فضہ نے آزادی کے باوجود رسولؐ وآل رسولؐ کی کنیزی میں اپنی زندگی بسر کردی۔

مورخین لکھتے ہیں کہ ایک روز جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے رسولؐ گرامی قدر سے کنیز کی درخواست کی تو حضورؐ نے فرمایا: اے میری لخت جگر میں آپ کو خدمتگزار سے بہتر ایک تسبیح عطا کرتا ہوں کہ جسے اگر آپ ہر نماز کے بعد پڑھیں تو اس میں آپ کے لئے خیر دنیا و ما فیہا ہوگا، جس کے بعد حضورؐ نے اپنی بیٹی کو تسبیح فاطمہؑ کی تعلیم دی اور فرمایا اے میری دختر آپ ہر نماز کے بعد ۳۴ بار اللہ الاکبر، ۳۳ بار الحمد للہ، ۳۳ بار سبحان اللہ پڑھیں اور اسے ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ پر ختم کریں۔

ایک اور روایت کے مطابق جب حضورؐ اپنی بیٹی کی خواہش سن کر بی بی کے گھر سے باہر تشریف لائے تو آنحضرت پر وحی نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

و اما تعرضن عنهم ابتغاء رحمة من ربک ترجوها فقل لهم قولا میسورا (الاسراء آیت ۲۸)

اور اگر تمہیں ان لوگوں سے پہلوتہی کرنی پڑے اس انتظار میں کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے رحمت آئے جس کے تم امیدوار ہو تو ان سے نرم انداز میں بات کرو، اس آیت کے نزول کے بعد حضورؐ نے جناب فضہ کو حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی خدمتگزاری کے لئے سنہ ۵ھ میں معین فرمایا۔

ایک اور روایت میں وارد ہوا ہے کہ ایک روز حضورؐ نے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کو ایک ہاتھ سے چکی پیستے ہوئے اور دوسرے ہاتھ سے امام حسن علیہ السلام کو دودھ پلاتے ہوئے دیکھا، جب حضورؐ نے احوال پرسی کی تو جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے عرض کی:

الحمد لله علی نعمائه و اشکره علی آلائه اللہ کی نعمتوں پر اس کی حمد ہے اور اس کی عنایت پر اس کا شکر ادا کرتی ہوں، جب آپ نے اس طرح شکر ادا کیا تو اللہ تعالیٰ نے آیہ **ولسوف یعطیک ربک فترضی** (اور عنقریب آپ کا

پروردگار آپ کو اتنا عطا کرے گا کہ آپ خوش ہو جائینگے) نازل فرمائی جس کے کچھ عرصہ بعد حضورؐ نے جناب فضہ کو آپ کی خدمت گزاری کے لئے معین فرمایا، حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے جناب فضہ کے ساتھ اس طرح دن تقسیم کئے کہ ایک روز خود بی بی خانہ داری فرماتیں اور دوسرے دن یہی ذمہ داریاں جناب فضہ کے سپرد ہوتیں۔

جناب فضہ کی عظمت کے لئے یہی کافی ہے کہ خود رسولؐ اسلام نے آپ کا نام فضہ رکھا اور آپ کو مشکلات کے موقع پر اس دعا کے پڑھنے کا حکم فرمایا:

ا واحد لیس کمثلہ احد، تمیت کل احد، و تفنی کل احد، و انت علی عرشک واحد، لاتاخذک سنۃ و لا نوم۔

جناب فضہ نے رسولؐ گرامی قدر کے علاوہ اہلبیت اطہار کی ہر فرد سے علمی استفادہ کیا یہاں تک کہ واقعہ الطعام مسکین و یتیم و اسیر میں آپ نے حسنین علیہما السلام کی شفایابی کے لئے روزے رکھے اور تین روز مسلسل اہلبیتؑ کی پیروی کرتے ہوئے یتیم و مسکین و اسیر کو اپنے حصہ کی روٹیاں عطا کیں۔

آپ نے اہلبیتؑ اطہار سے اس قدر کسب فیض فرمایا کہ چالیس سال تک صرف قرآن مجید کی آیات کے ذریعہ گفتگو کی، مورخ ابو القاسم القشیری لکھتے ہیں کہ جناب فضہ نے قافلہ سے بچھڑنے کے موقع پر ایک اجنبی مرد سے قرآنی آیات کے ذریعہ یوں گفتگو فرمائی:

اجنبی مرد: آپ کون ہیں؟

جناب فضہ: وقل سلام فسوف یعلمون، اور سلام کو عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا (سورہ زخرف آیت ۸۹)۔

اجنبی مرد: سلام ہو آپ پر، آپ اس صحرا میں کیا کر رہی ہیں؟

جناب فضہ: من یھد اللہ فما لہ من مضل، جسے خدا ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے (سورہ زمر آیت ۳۷)۔ یعنی میں قافلہ سے بچھڑ گئی ہوں۔

اجنبی مرد: کیا آپ جنات میں سے ہیں یا انسانوں میں سے؟

جناب فضہ: یا بنی آدم خذوا زینتکم، اے اولادِ آدم! ہر نماز کے وقت زینت کرو (سورہ اعراف آیت ۳۱)۔ یعنی میں انسانوں سے ہوں۔

اجنبی مرد: آپ کہاں سے تشریف لائیں؟

جناب فضہ: ینادون من مکانٍ بعید اور ان لوگوں کو بہت دور سے پکارا جائے گا (سورہ فصلت آیت ۴۴)۔ یعنی میں بہت دور سے آئی ہوں۔

اجنبی مرد: کہاں کا قصد رکھتی ہیں؟

جناب فضہ: وللهِ علی الناس حِجُّ البیت اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا واجب ہے (آل عمران آیت ۹۷)، یعنی میں حج کے لئے جا رہی ہوں۔

اجنبی مرد: آپ قافلہ سے کب جدا ہوئیں؟

جناب فضہ: ولقد خلقنا السماوات والأرض وما بینهما في ستة أیام اور ہم نے آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی مخلوقات کو چھ دن میں پیدا کیا ہے (سورہ ق آیت ۳۸۔)، یعنی مجھے قافلے سے بچھڑے ہوئے چھ دن ہوگئے ہیں۔

اجنبی مرد: کیا آپ کھانا تناول فرمائیں گی؟

جناب فضہ: وما جعلناهم جسداً لا یأکلون الطعام اور ہم نے ان لوگوں کے لئے بھی کوئی ایسا جسم نہیں بنایا تھا جو کھانا نہ کھاتا ہو(سورة الأنبیاء آیت ۸) یعنی میں کھانا کھانا چاہتی ہوں۔

اجنبی مرد: میں نے انہیں کھانا کھلایا اور کہا میرے پیچھے جلدی چلیں۔

جناب فضہ: لا یکلّف الله نفساً إلاّ وسعها اللہ کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا (سورہ البقرہ آیت ۲۸۶)۔ یعنی میں اپنے تئیں تیز چلنے کی کوشش کروں گی۔

اجنبی مرد: کیا میں آپ کے ساتھ ایک سواری پر بیٹھ سکتا ہوں؟

جناب فضہ: لو کان فیهما آلهةٌ إلاّ الله لفسدتا اگر زمین وآسمان میں اللہ کے علاوہ اور خدا بھی ہوتے تو زمین وآسمان دونوں برباد ہوجاتے (سورہ انبیاء آیت ۲۲)، یعنی نامحرم کے ساتھ ایک سواری پر بیٹھنا موجب فساد ہوسکتا ہے۔

اجنبی مرد: میں سواری سے اتر آیا اور پھر انہیں سوار کیا۔

جناب فضہ: سبحان الذي سخر لنا هذا۔ پاک و بے نیاز ہے وہ خدا جس نے اس سواری کو ہمارے لئے مسخر کر دیا ہے۔۔۔ (سورۂ زخرف آیت ۱۳)، (دعائے سفر)۔

دونوں نے سفر شروع کیا یہاں تک کہ قافلے سے جا ملے۔

اجنبی مرد: کیا قافلہ میں آپ کا کوئی ساتھی ہے؟

جناب فضہ: یا داؤد إنا جعلناك خليفة في الأرض اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں اپنا جانشین بنایا ہے (سورۂ ص آیت ۲۶)، وما محمدٌ إلا رسول اور محمدؐ تو صرف ایک رسولؐ ہیں (سورۂ آل عمران آیت ۱۴۴)، یا یحیی خُذ الکتاب بقوۃٍ اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے تھام لو (سورہ مریم آیت ۱۲)، یا موسی... إنني أنا الله اے موسیٰ ۔۔۔۔۔۔ بے شک میں ہی وہ اللہ ہوں جو۔۔۔ (سورہ طٰہٰ آیات ۱۱۔۱۴)۔ یعنی جناب فضہ کے چار فرزندوں کے نام مذکورہ آیات میں موجود ہیں۔

اجنبی مرد: میں نے یہ چار نام پکارے تو چار جوان آئے، میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟

جناب فضہ: المال والبنون زينة الحياة الدنيا مال اور اولاد زندگانی دنیا کی زینت ہیں (سورۂ کہف آیت ۴۶)، یعنی یہ میرے فرزند ہیں۔

جب بیٹے ماں سے ملنے کے لئے قریب ہوئے تو جناب فضہ نے فرمایا: یا أبتِ استأجره إنّ خير من استأجرتَ القويُّ الأمين اے بابا! اس کو اجرت پر رکھ لیجئے کیونکہ اچھا مزدور جسے آپ اجرت پر رکھیں وہی ہے جو طاقت ور بھی ہو اور امانت دار بھی (سورۂ قصص آیت ۲۶)۔

یہ سن کر بیٹوں نے مجھے کچھ ہدایا بطور اجرت دیئے۔

جناب فضہ: والله يضاعف لمن يشاء اور خدا جس کے لئے چاہتا ہے اور بڑھا دیتا ہے (سورہ بقرہ آیت ۲۶۱)، یعنی اجرت میں اضافہ کیا جائے۔

اجنبی مرد: جب بچوں نے ہدایا میں اضافہ کیا تو میں نے ان سے پوچھا کہ یہ خاتون کون ہیں؟

توانہوں نے کہا کہ یہ ہماری مادرگرامی جناب فضہ کنیز حضرت زہراء سلام اللہ علیہا ہیں جو بیس سال سے قرآنی آیات کے ذریعہ گفتگو کرتی ہیں (بحار الانوار جلد ۴۳ ص ۸۶)۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ عبد اللہ مبارک سے بھی منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں حج کی نیت سے مکہ کی طرف جا رہا تھا کہ میں نے ایک خاتون کو صحرا میں پایا، میں نے انہیں سلام کیا تو اس خاتون نے فرمایا: سلامٌ قولاً من ربٍّ رحیم ان کے حق میں ان کے مہربان پروردگار کا قول صرف سلامتی ہوگا (سورۂ یس آیت ۵۸)۔

عبد اللہ مبارک: اللہ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے آپ اس جگہ کیا کر رہی ہیں؟

خاتون: من یضلل اللہ فلا ھادی لہ جسے خدا ہی گمراہی میں چھوڑ دے اس کا کوئی ہدایت کرنے والا نہیں ہے (سورۂ اعراف آیت ۱۸۶)۔ یعنی میں قافلے سے بچھڑ گئی۔

عبد اللہ مبارک: آپ کہاں جانے کا قصد رکھتی ہیں؟

خاتون: سبحان الذي أسرى بعبده ليلاً من المسجد الحرام إلى المسجد الأقصى پاک و پاکیزہ ہے وہ پروردگار جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا (سورۂ اسراء آیت ۱)۔

عبد اللہ مبارک: میں سمجھ گیا کہ انہوں نے حج کر لیا ہے اور اب بیت المقدس جانا چاہتی ہیں، لہذا میں نے پوچھا: آپ کو قافلہ سے بچھڑے ہوئے کتنے دن گزر گئے؟

خاتون: ثلاث لیالٍ سویاً تم مسلسل تین دنوں تک (سورہ مریم آیت ۱۰)۔ یعنی تین دن ہوئے ہیں۔

عبد اللہ مبارک: کیا آپ کے پاس اس مدت میں کھانے کو کچھ تھا؟

خاتون: و الذی ھو یطعمني ویسقین وہی کھانا دیتا ہے اور وہی پانی پلاتا ہے (سورۂ شعراء آیت ۷۹)۔

عبد اللہ مبارک: آپ وضو کس طرح کرتی ہیں جبکہ یہاں پانی کا نام و نشان تک نہیں؟

خاتون: فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیداً طیباً تو پاک مٹی سے تیمم کر لو (سورۂ مائدہ آیت ۶)، یعنی میں وضو کے بدلے تیمم کرتی ہوں۔

عبد اللہ مبارک: میرے پاس کچھ کھانا ہے کیا آپ تناول فرمائیں گی؟

خاتون: أتموا الصيام إلى الليل پھر رات تک روزہ کو پورا کرو (سورۂ بقرہ آیت ۱۸۷)، یعنی اس وقت میں روزہ سے ہوں۔

عبداللہ مبارک: یہ تو ماہ مبارک رمضان نہیں ہے پھر روزے کی کیا وجہ ہے؟

خاتون: فمن تطوع خيرا فهو خير له اور جو اپنی مرضی سے کچھ (زیادہ) بھلائی کرے تو وہ اس کیلئے بہتر ہے (سورۂ بقرہ آیت ۱۸۴)۔

عبداللہ مبارک: سفر میں کھانا پینا ہم پر جائز کیا گیا ہے۔

خاتون: وأن تصوموا خيرٌ لكم اور اگر تم روزہ رکھو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے (سورۂ بقرہ آیت ۱۸۴)۔

عبداللہ مبارک: آپ میری طرح گفتگو کیوں نہیں کرتیں؟

خاتون: ما يلفظ من قولٍ إلا لديه رقيبٌ عتيد وہ کوئی لفظ بھی نہیں بولتا مگر یہ کہ اس کے پاس نگران تیار موجود ہوتا ہے (سورۂ ق آیت ۱۸)۔

عبداللہ مبارک: آپ کا تعلق کس قبیلے سے ہے؟

خاتون: ولا تقفُ ما ليس لكَ به علمٌ إن السمعَ والبصرَ والفؤادَ كلُّ أولئك كان عنه مسؤولا اور جس چیز کا تمہیں علم نہیں ہے اس کے پیچھے نہ پڑو یقیناً کان، آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں تم سے بازپرس کی جائے گی (سورہ اسراء آیت ۳۶)

عبداللہ مبارک: میں اپنے سوال سے شرمندہ ہوں مجھے معاف فرمائیں۔

خاتون: قال لا تثريبَ عليكمُ اليومَ يغفر الله لكم آپ (ع) نے کہا آج تم پر کوئی الزام (اور لعنت ملامت) نہیں ہے اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ بڑا رحم کرنے والا (مہربان) ہے۔ (سورۂ یوسف آیت ۹۲)۔

عبداللہ مبارک: کیا آپ میرے ناقے پر سوار ہونا چاہیں گی؟

خاتون: قُل للمؤمنين يغضُوا من ابصارهم اے رسول (ص) آپ مؤمن مردوں سے کہہ دیجئے! کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں (سورہ نور آیت ۳۰)۔

عبداللہ مبارک: میں نے اپنی آنکھوں کو بند کر لیا، وہ سوار ہونا چاہتی تھیں کہ ناقہ آگے بڑھا اور آپ کا لباس پارہ ہوگیا۔

خاتون: وما أصابكم من مصيبةٍ فبما كسبت ايديكم اور تم تک جو مصیبت بھی پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے (سورہ شوری آیت ۳۰)۔

عبداللہ مبارک: تھوڑا صبر کریں تاکہ میں ناقہ کو آپ کے لئے روک لوں۔

خاتون: ففهمناها سليمان پھر ہم نے سلیمان علیہ السلام کو صحیح فیصلہ سمجھا دیا (سورہ انبیاء آیت ۷۹)۔

عبداللہ مبارک: میں نے ان کے لئے ناقہ کو مہیا کیا یہاں تک کہ وہ سوار ہوگئیں۔

خاتون: سبحانَ الذي سخّر لنا هذا وما كنّا له مقرنين وإنا إلى ربنا لمنقلبون پاک و بے نیاز ہے وہ خدا جس نے اس سواری کو ہمارے لئے مسخر کر دیا ہے ورنہ ہم اس کو قابو میں لاسکنے والے نہیں تھے اور بہرحال ہم اپنے پروردگار ہی کی بارگاہ میں پلٹ کر جانے والے ہیں (سورہ زخرف آیات ۱۳۔۱۴)۔

عبداللہ مبارک: میں نے ناقہ کی رسی کو تھاما اور جھومتے ہوئے چلنے لگا۔

خاتون: واقصد في مشيك واغضض من صوتك اور اپنی رفتار میں میانہ روی سے کام لو اور اپنی آواز کو دھیما رکھو (سورہ لقمان آیت ۱۹)۔

عبداللہ مبارک: میں آرام سے چلنے لگا اور ترنم میں شعر پڑھنے لگا۔

خاتون: فاقرؤوا ما تيسّر من القرآن جس قدر قرآن ممکن ہو اتنا پڑھ لو (سورہ مزمل آیت ۲۰)۔

عبداللہ مبارک: اللہ نے آپ کو خیر کثیر عطا کیا ہے۔

خاتون: وما يذّكّرُ إلا أولوا الألباب اور اس بات کو صاحبانِ عقل کے علاوہ کوئی نہیں سمجھتا ہے (سورہ بقرہ آیت ۲۶۹)۔

عبداللہ مبارک: کچھ سفر طے کرنے کے بعد میں نے پوچھا کیا آپ شادی شدہ ہیں؟

خاتون: يا أيها الذين آمنوا لا تسألوا عن أشياء إن تُبدَ لكم تسؤكم اے ایمان والو ان چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو جو تم پر ظاہر ہوجائیں تو تمہیں بری لگیں (سورہ مائدہ آیت ۱۰۱)۔

عبداللہ مبارک: میں سفر طے کرتا رہا یہاں تک کہ ہم نے قافلہ کو پالیا، میں نے پوچھا کیا اس قافلہ میں آپ کا کوئی عزیز و رشتہ دار موجود ہے؟

خاتون: **المال والبنون زينة الحياة الدنيا** مال اور اولاد زندگانی دنیا کی زینت ہیں (سورہ کہف آیت ۴۶)۔

عبداللہ مبارک: میں سمجھ گیا کہ آپ کے فرزند اس قافلہ میں موجود ہیں لہذا میں نے پوچھا ان کی کیا پہچان ہے؟

خاتون: **وعلاماتٍ وبالنجم هم يهتدون** اور علامات معین کردیں اور لوگ ستاروں سے بھی راستے دریافت کر لیتے ہیں (سورہ نحل آیت ۱۶)۔

عبداللہ مبارک: آپ کے اس کلام سے میں سمجھ گیا کہ آپ کے متعلقین اس قافلہ کے سرداروں میں سے ہیں لہذا میں نے عماریوں کی طرف جانے سے پہلے ان افراد کے نام دریافت کئے۔

خاتون: **واتخذ الله إبراهيم خليلا** اور اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل اور دوست بنایا ہے (سورہ نساء آیت ۱۲۵)، **وكلّم الله موسى تكليما** اور اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے باقاعدہ گفتگو کی ہے (سورہ نساء آیت ۱۶۴)، **يا يحيى خذ الكتاب بقوة** اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے تھام لو (سورہ مریم آیت ۱۲)۔

عبداللہ مبارک: میں نے ابراہیم، موسیٰ، یحییٰ کے نام سے آواز دی تو دیکھا کہ کچھ خوبصورت جوان آگے آئے اور جب انہوں نے اپنی ماں سے ملاقات کی تو انکی ماں نے کہا: **فابعثوا أحدكم بورقكم هذه إلى المدينة فلينظر أيُّها أزكى طعاماً فليأتكم برزقٍ منه** اب تم اپنے سکے دے کر کسی کو شہر کی طرف بھیجو وہ دیکھے کہ کون سا کھانا بہتر ہے اور پھر تمہارے لئے رزق کا سامان فراہم کرے (سورہ کہف آیت ۱۹)، آپ کے ایک فرزند گئے اور انہوں نے کھانا مہیا کیا، غذا کو دیکھ کر انہوں نے فرمایا: **كلوا واشربوا هنيئا بما أسلفتم في الأيام الخالية** اب آرام سے کھاؤ پیو کہ تم نے گزشتہ دنوں میں ان نعمتوں کا انتظام کیا ہے (سورہ حاقہ آیت ۲۴)۔

عبداللہ مبارک: اب مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے کہا یہ کھانا مجھ پر اس وقت تک حرام ہے جب تک کہ میں یہ نہ جان لوں کہ یہ بی بی کون ہیں، تب جناب فضہ کے فرزندوں نے فرمایا یہ ہماری مادر گرامی جناب فضہ ہیں جو چالیس سال سے قرآن مجید کی آیات کے ذریعہ گفتگو کررہی ہیں (زہر الربیع ص ۱۸۰، اعیان النساء ص ۵۱۳)۔

ان دونوں واقعات سے جناب فضہ کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، پہلی روایت کے مطابق بیس سال اور دوسری روایت کے مطابق چالیس سال تک آپ نے قرآنی آیات کے ذریعہ گفتگو کی، یہ وہ فیض ہے کہ جسے یقینا آپ نے اہلبیتؑ کے ساتھ زندگی گزارنے سے حاصل کیا ہے۔

جناب فضہ رسول گرامی قدر کی وفات کے بعد تمام مظالم میں جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی مددگار ثابت ہوئیں، جب در فاطمہؑ پر حملہ کیا گیا تب آپ بھی گھر میں موجود تھیں، جناب فاطمہؑ کو بھی حضرت فضہ سے بڑی قربت تھی یہی وجہ ہے کہ جب بی بی کی شہادت کا وقت قریب ہوا تو آپ نے مولا علیؑ سے فرمایا کہ اے علی بن ابیطالب میری موت کی خبر عورتوں میں صرف ام سلمہ، ام ایمن، اور فضہ کو دی جائے، بی بی کی شہادت کے بعد جناب فضہ مولا علیؑ اور آپ کے تمام فرزندوں اور بیٹیوں کی خدمت میں رہیں، یہاں تک کہ جب حضرت علیؑ اپنے دور حکومت میں مدینہ سے کوفہ تشریف لائے تو جناب فضہ بھی آپ کے ساتھ تھیں جو آپ کے لئے غذا مہیا فرماتی تھیں، آپ نے حضرت امیر کی اس قدر خدمت کی کہ حضرت علیؑ نے آپ کے لئے دعائیہ جملوں میں فرمایا: **اللھم بارک لنا فی فضتنا** اے اللہ ہماری فضہ کو ہمارے لئے مبارک قرار دے۔

حضرت علیؑ نے آپ کا عقد ابوثعلبہ الحبشی سے فرمایا جن سے اللہ نے آپ کو ایک فرزند عطا کیا، ابوثعلبہ کی وفات کے بعد آپ کا عقد ابوملیک الغطفانی سے ہوا، آپ کی اولاد کے نام تاریخ میں کچھ اس طرح سے درج ہیں:

۱۔ داود، ۲۔ محمد ۳۔ یحیی ۴۔ موسی ۵۔ ابراہیم ۶۔ مسکۃ (بیٹی)۔

اولاد اور شوہر کی ذمہ داریوں کے باوجود جناب فضہ امام حسینؑ اور اہل بیت حرم علیہم السلام کے ساتھ کربلا تشریف لائیں، جس کے بعد آپ نے اسیری کے ستم سہے اور جناب زینب کی خدمت میں رہیں یہاں تک کہ بی بی زینب نے وفات پائی۔

آپ کی وفات سنہ ۶۲ھ کے بعد شہر دمشق میں واقع ہوئی، آج بھی آپ کی قبر اسی شہر میں موجود ہے۔

فکیہۃ (اسم مصغر) کنیز امام حسین علیہ السلام:

جناب فکیہۃ تقریبا سنہ ٦ھ کو متولد ہوئیں، آپ جناب رباب بنت امریء القیس کی خدمت میں تھیں اور احتمال ہے کہ آپ جناب رباب کے عقد کے موقع سے آپ کی خدمت میں رہی ہوں، آپ اپنے فرزند قارب کے ساتھ کربلا تشریف لائیں جہاں آپ کے فرزند حملۂ اول میں شہید کئے گئے جن پر امام حسن عسکری علیہ السلام نے زیارت ناحیہ میں یوں سلام بھیجا: السلام علی قارب مولی الحسین،جناب فکیہۃ نے شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد اسیری کے ستم سہے۔

قفیرۃ (اسم مصغر) بنت علقمہ بن عبداللہ بن ابی قیس الحبشیہ:

جناب قفیرہ قبل از سنہ ۷ قبل از ہجرت کو متولد ہوئیں، آپ جناب جعفر طیار کی کنیز تھیں، جب جعفر طیار حبشہ سے مدینہ واپس لوٹے تو آپ نے قفیرۃ کو ہدیہ کے طور پر اپنے بھائی حضرت علی کی خدمت میں پیش کیا، جناب امیر نے بھی قفیرۃ کو جناب فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی خدمت کے لئے معین فرمایا، جناب زہراء کی شہادت کے بعد آپ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے گھر منتقل ہوئیں یہاں تک کہ آپ کے ساتھ کربلا تشریف لائیں، جہاں بعد از شہادت امام حسین علیہ السلام آپ نے اسیری کے ستم سہے اور جناب زینب کے ساتھ مدینے واپس ہوئیں۔

قمر ام وھب [1] بنت عبد النمریہ (نمر بن قاسط) العدنانیہ:

---

[1] مقتل میں ایک اور ام وھب کا تذکرہ ملتا ہے جو وہب کی بیٹی تھیں اور تقریبا سنہ ٢٦ھ کو متولد ہوئیں، آپ کے شوہر اور فرزند کا نام بھی وہب تھا،آپ اور آپ کے فرزند نصرانی تھے جنھوں نے امام حسین علیہ السلام کے ہاتھوں پر اسلام قبول فرمایا،شیخ صدوق (محمد بن علی بن حسین قمی) نقل فرماتے ہیں کہ روز عاشورا جب وھب بن وھب میدان کازار میں تشریف لے گئے اور ایک عظیم جنگ کے بعد شربت شہادت نوش فرمایا تو عمر سعد نے آپ کا سر کٹوا کر خیام حسینی کی طرف اچھال دیا، یہ دیکھ کر آپ کی مادر گرامی ام وہب نے تلوار اٹھائی اور مقتل کی طرف جانے لگیں اس وقت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے ام وھب عورتوں پر جہاد واجب نہیں ہے، واپس چلی آو، بیشک تمھارا

جناب قمر تقریباً سنہ ۲۰ھ کو متولد ہوئیں، آپ کے شوہر عبداللہ بن عمیر کلبی، فرزند وہب بن عبداللہ اور بہو ہانیہ کوفیہ تھیں، کربلا سے پہلے آپ سب کے سب مسلمان تھے جناب قمر، آپ کے شوہر، آپ کے بیٹے اور بہو کربلا میں شہید کئے گئے، ام وہب نے اپنے فرزند کی شہادت کے بعد اپنے ہی فرزند کے کٹے ہوئے سر کے ذریعہ دشمنوں کو واصل جہنم کیا جس کے بعد شمر کے غلام نے عمود سے حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا۔

کبشہ (کاف مفتوح، باء ساکن، شین مفتوح) ام سلیمان:

جناب کبشہ قبل از سنہ ۲۵ھ کو متولد ہوئیں، آپ کو امام حسن علیہ السلام نے ہزار درہم میں خرید کر اپنی زوجہ ام اسحاق کی خدمت کے لئے معین فرمایا تھا، امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد جناب ام اسحاق نے امام حسین علیہ السلام سے عقد فرمایا تو آپ کی یہ کنیز امام حسین علیہ السلام کے گھر منتقل ہوئیں، آپ کے شوہر کا نام ابو رزین مسعود بن مالک کوفی تھا جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلیمان نامی فرزند عطا کیا، امام حسین علیہ السلام نے سلیمان بن ابو رزین کو اپنے قاصد کے طور پر بصرہ کی جانب روانہ کیا جہاں وہ ماہ ذی الحجہ سنہ ۶۰ھ کی ابتداء میں ابن زیاد کے حکم سے شہید کر دیئے گئے۔

جناب کبشہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا تشریف لائیں اور بعد از معرکہ کربلا اسیری کے ستم سے اور تقریباً سنہ ۹۰ھ میں وفات پا گئیں۔

اور تمہارے فرزند کا مقام جنت میں میرے نانا رسول اللہ کے ساتھ ہے، پھر امام نے آپ کو شہادت کی بشارت دی اور اس طرح آپ نے بھی کربلا میں شہادت پائی، قابل ذکر بات یہ ہے کہ آپ کے فرزند جناب وہب بن وہب کا شہادت کے وقت غیر شادی شدہ تھے۔

لیلیٰ بنت ابی مرۃ بن عروۃ بن مسود بن متعب بن مالک بن کعب الثقفیہ:

جناب لیلیٰ سنہ ۲۰ھ کو مدینہ میں متولد ہوئیں، آپ کے والد ابو مرۃ جناب مختار بن ابوعبیدہ ثقفی کے چچازاد بھائی تھے، سنہ ۳۵ھ میں امام حسین علیہ السلام نے آپ سے عقد فرمایا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ۱۱ شعبان سنہ ۳۸ھ میں علی اکبر جیسا فرزند عطا فرمایا کہ جو صورت و سیرت میں رسولؐ گرامی قدر سے شباہت رکھتے تھے۔

جناب لیلیٰ کے کربلا حاضر ہونے کے سلسلہ میں مؤرخین کے درمیان شدید اختلاف پایا جاتا ہے آیت اللہ کرباسی نے اس مقام پر ان تمام مورخین کا تذکرہ کیا ہے کہ جو جناب لیلیٰ کے کربلا حاضر ہونے کو قبول یا رد کرتے ہیں، مصنف نے ان کے اقوال کا بھی تذکرہ کیا ہے جس کے بعد آپ نے نتیجہ گیری فرمائی ہے، ہم اس مقام پر صرف فریقین کے نام اور ان کی کتب کا تذکرہ اور شیخ کرباسی کی رائے کو بیان کرتے ہیں:

درج ذیل کتب میں مؤرخین نے جناب لیلیٰ کے کربلا میں حاضر ہونے کو یا تو قبول نہیں فرمایا یا پھر اس میں شک و تردید کی ہے:

۱۔ قمقام زاخر (تألیف: حاج فرہاد بن عباس القاجاری: ولادت سنہ ۱۲۳۳ھ وفات سنہ ۱۳۰۵ھ)۔ ۲۔ لؤلؤ و مرجان (تألیف: شیخ حسین بن محمد تقی النوری: ولادت سنہ ۱۲۵۴ھ وفات سنہ ۱۳۲۰ھ)۔ ۳۔ منتخب التواریخ (تألیف: شیخ محمد ہاشم بن محمد علی الخراسانی: ولادت تقریباً سنہ ۱۳۰۹ھ وفات سنہ ۱۳۵۲ھ)۔ ۴۔ الکبریت الاحمر (تألیف: شیخ محمد باقر بن حسن البیرجندی: ولادت سنہ ۱۲۷۶ھ وفات سنہ ۱۳۵۲ھ)۔ ۵۔ منتہی الاعمال (تألیف: شیخ عباس قمی بن محمد رضا: ولادت سنہ ۱۲۹۴ھ وفات سنہ ۱۳۵۹ھ)۔ ۶۔ نفس المہموم (تألیف: شیخ عباس قمی بن محمد رضا: ولادت سنہ ۱۲۹۴ھ وفات سنہ ۱۳۵۹ھ)۔ ۷۔ وقائع الایام: (تألیف: شیخ علی بن عبد العظیم الخیابانی: ولادت سنہ ۱۲۸۲ھ وفات سنہ ۱۳۶۷ھ)۔ ۸۔ علی الاکبر ابن الشہید (تألیف: سید عبد الرزاق بن محمد المقرم: ولادت سنہ ۱۳۱۶ھ وفات سنہ ۱۳۹۱ھ)۔ ۹۔ الملحمۃ الحسینیۃ (تألیف: شیخ مرتضی بن محمد حسین المطہری: ولادت سنہ ۱۳۳۸ھ وفات سنہ ۱۴۰۰ھ)۔ ۱۰۔ فرسان الہیجاء (تألیف: شیخ ذبیح اللہ بن محمد علی المحلاتی: ولادت سنہ ۱۳۱۰ھ وفات سنہ ۱۴۰۶ھ)۔ ۱۱۔ قاموس الرجال (تألیف: شیخ محمد تقی بن کاظم التستری: ولادت سنہ ۱۳۲۰ھ وفات سنہ ۱۴۱۵ھ)۔

درج ذیل کتب میں مورخین نے جناب لیلی کے کربلا میں حاضر ہونے کو یا قبول فرمایا ہے:

۱۔ الاقبال (تألیف: ابن طاوس سید علی بن موسی: ولادت سنہ ۵۸۹ھ وفات سنہ ۶۶۴ھ)۔ ۲۔ نور العین فی مشہد الحسین (تألیف: شیخ یعقوب بن اسحاق الاسفرائینی: ولادت سنہ ۲۳۰ھ وفات سنہ ۳۱۶ھ)۔ ۳۔ الاغانی (تألیف: علی بن حسین (ابو الفرج) الاصفہانی: ولادت سنہ ۲۸۴ھ وفات سنہ ۳۵۶ھ)۔ ۴۔ مناقب آل ابیطالب (تألیف: شیخ محمد بن علی (ابن شہر آشوب) المازندرانی: ولادت سنہ ۴۸۸ھ وفات سنہ ۵۸۸ھ)۔ ۵۔ روضۃ الشہداء (تألیف: ملا حسین بن علی الکاشانی: ولادت تقریبا سنہ ۸۳۰ھ وفات سنہ ۹۱۰ھ)۔ ۶۔ تہذیب الفوادح الحسینیۃ (تألیف: شیخ حسین بن محمد الرازی: ولادت سنہ ـــــ وفات سنہ ۱۲۱۶ھ)۔ ۷۔ اسرار الشہادۃ (تألیف: شیخ آغا بن عابد الدربندی: ولادت سنہ ۱۲۰۸ھ وفات سنہ ۱۲۸۵ھ)۔ ۸۔ مہیج الاحزان (تألیف: شیخ حسن بن محمد علی الیزدی: ولادت تقریبا سنہ ۱۱۸۸ھ وفات سنہ ۱۲۴۵ھ)۔ ۹۔ تذکرۃ الشہداء (تألیف: شیخ حبیب اللہ بن علی مدد الکاشانی: ولادت سنہ ۱۲۶۲ھ وفات سنہ ۱۳۰۱ھ)۔ ۱۰۔ ذخیرۃ الدارین (تألیف: سید عبد المجید بن محمد رضا الحسینی: ولادت سنہ ۱۲۸۰ھ وفات سنہ ۱۳۵۶ھ)۔ ۱۱۔ معالی السبطین (تألیف: شیخ محمد مہدی بن عبد الہادی المازندرانی: ولادت سنہ ۱۲۹۳ھ وفات سنہ ۱۳۸۴ھ)۔ ۱۲۔ اسرار الشہادۃ (تألیف: شیخ محمد بن محمد مہدی الاشرفی: ولادت سنہ ۱۲۹۱ھ وفات سنہ ۱۳۱۵ھ)۔ ۱۳۔ مشہد الحسین (تألیف: شیخ عبد المجید بن حمید الحر: ولادت سنہ ۱۳۲۸ھ وفات سنہ ۱۴۰۹ھ)۔

آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے فریقین کی کتب میں بیان کئے گئے مطالب پر دقیق تحقیق و بررسی کے بعد یہ نتیجہ اخذ فرمایا کہ جناب لیلی امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا تشریف لائیں کہ جہاں آپ کے اکلوتے فرزند علی اکبر اور آپ کے شوہر امام حسین علیہما السلام شہید کئے گئے، جس کے بعد آپ نے اسیری کی مشکلات کو تحمل فرمایا اور قافلے کے ساتھ مدینہ واپس لوٹیں، مدینہ لوٹنے پر آپ اکثر گریہ و بکاء کرتیں یہاں تک کہ، ربیع الثانی سنہ ۶۳ھ کو مدینہ منورہ میں اس دار فانی کو وداع کر گئیں، ظاہرا آپ کو جنت البقیع میں دفنایا گیا ہے۔

لیلیٰ بنت مسعود بن خالد بن مالک بن ربعی بن سلم النھشلیہ الدارمیہ التیمیہ:

جناب لیلیٰ بنت مسعود قبل از سنہ ۲۲ھ متولد ہوئیں، آپ کا عقد حضرت علیؑ سے تقریبا سنہ ۳۶ھ کو شہر بصرہ میں ہوا، حضرت علی علیہ السلام سے آپ کو عبداللہ الاصغر (ولادت: سنہ ۳۷ھ، شہادت: سنہ ۶۱ھ بمقام کربلاء)، ابوبکر (ولادت: سنہ ۳۸ھ، شہادت: سنہ ۶۱ھ بمقام کربلاء)، عبیداللہ (ولادت: سنہ ۳۹ھ، شہادت: سنہ ۶۷ھ بمقام مزار) نامی تین فرزند متولد ہوئے۔

حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد شعبان سنہ ۴۱ھ میں آپ نے جناب عبداللہ بن جعفر طیار سے عقد فرمایا جن سے موسیٰ، ہارون، یحییٰ، ام ابیہا متولد ہوئے، مورخ مازندرانی نے آپ کا تذکرہ کربلا میں حاضر ہونے والی خواتین میں کیا ہے، آپ کی وفات مدینہ میں واقع ہوئی اور قوی احتمال یہ ہے کہ آپ کو جنت البقیع میں دفنایا گیا ہو۔

ملیکہ بنت الاحنف بن القیس بن معاویہ بن حصین السعدیہ التیمیہ:

جناب ملیکہ تقریبا سنہ ۲۰ھ کو متولد ہوئیں، آپ کے والد کا نام ضحاک یا صخر اور کنیت ابو بحر تھی اور احنف آپ کا لقب تھا، جو رسولؐ گرامی قدر کے صحابی اور اہلبیتؑ اطہار کے چاہنے والوں میں سے تھے۔

جناب ملیکہ کا عقد امام حسن علیہ السلام سے ہوا جن سے ابوبکر (ولادت تقریبا سنہ ۴۴ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ بمقام کربلاء) اور ام الحسن الوسطیٰ (ولادت سنہ ۴۲ھ) پیدا ہوئے، صاحب کتاب معالی[1] نے آپ کا تذکرہ کربلا میں حاضر ہونے والی خواتین کے ذیل میں کیا ہے۔

[1]- محمد مہدی بن عبدالہادی المازندرانی۔

ملیکۃ المدنیۃ:

جناب ملیکہ تقریباً سنہ ۵ھ کو متولد ہوئیں، آپ سیدہ رباب بنت امری ء القیس کی کنیز تھیں کہ جو امام حسین علیہ السلام سے عقد کے بعد ان کی خدمت گزاری کے لئے معین کی گئیں، جناب رباب کے ایک اور غلام تھے کہ جن کا نام عقبہ بن سمعان تھا، امام حسین علیہ السلام نے آپ کا عقد عقبہ[1] سے فرمایا، یہ دونوں کربلا تشریف لائے جہاں جناب ملیکہ نے اسیری کے ستم سے، آپ کے شوہر کی شہادت کے متعلق مورخین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے بعض نے آپ کو شہداء میں اور بعض دیگر نے اسرائے کربلا میں، شامل کیا ہے۔

میمونہ بنت علیؑ بن ابیطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشیۃ:

جناب میمونہ بنت علیؑ تقریباً سنہ ۲۱ھ کو متولد ہوئیں، تقریباً سنہ ۳۶ھ میں آپ کا عقد جناب عبداللہ الاکبر بن عقیل الہاشمی (ولادت: تقریباً سنہ ۲۰ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ بمقام کربلاء) سے ہوا جن سے رقیہ (ولادت: سنہ ۳۷ھ)، عقیل (ولادت: سنہ ۳۸ھ) اور ام کلثوم (ولادت: سنہ ۳۹ھ) پیدا ہوئے۔

آپ دونوں زن و شوہر کربلا میں حاضر ہوئے جبکہ کسی بھی مقتل میں آپ کی اولاد کے حاضر ہونے کا تذکرہ نہیں ملتا، جس سے یہ احتمال ہوتا ہے کہ کربلا سے پہلے آپ کی اولاد انتقال کر گئی ہو، جناب عبداللہ الاکبر بن عقیل کربلا میں شہید ہوئے اور آپ کی زوجہ میمونہ نے سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے ساتھ تمام اسیری کی سختیوں کو تحمل فرمایا۔

میمونہ ام عبداللہ بن یقطر الحمیری:

جناب میمونہ قبل از سنہ ۵ قبل از ہجرت کو متولد ہوئیں، آپ حضرت علیؑ کے گھر کی خادمہ تھیں، ایسی خادمہ کہ جو کنیز نہ تھیں، آپ نے امام حسین علیہ السلام کی ولادت سے آپ کی خدمت کی، شہادت حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے بعد

---

[1] - انشاء اللہ آپ کا تذکرہ معجم انصار حسین غیر الہاشمیین کے ذیل میں کیا جائے گا۔

آپ امام حسین علیہ السلام کے گھر منتقل ہوئیں، یہاں تک کہ امام عالی مقام کے ساتھ کربلا تشریف لائیں کہ جہاں آپ نے اسیری کے ستم سہے۔

آپ کے عبداللہ نامی ایک فرزند تھے کہ جنہیں جب امام حسین علیہ السلام نے خط دے کر جناب مسلم ابن عقیل کی طرف کوفہ روانہ کیا تھا، مقام قادسیہ پر حصین بن نمیر تمیمی نے آپ کو اسیر کر کے ابن زیاد کے پاس کوفہ روانہ کر دیا جہاں ابن زیاد نے آپ کو حکم دیا کہ قصر سے تمام اہل کوفہ کے سامنے نعوذ باللہ امام حسین علیہ السلام پر سب شتم کریں، جب عبداللہ اونچائی پر پہنچے تو انہوں نے لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا: اے لوگو میں حسینؑ ابن علیؑ کا فرستادہ ہوں، اس ابن مرجانہ کی مخالفت میں حسینؑ ابن علیؑ کی مدد و نصرت کرو، یہ سن کر ابن زیاد سے رہا نہ گیا اور اس نے حکم دیا کہ آپ کو دار الامارہ سے نیچے پھینک دیا جائے، آپ کو دار الامارہ سے پھینکا گیا، ابھی آپ کے بدن میں رمق حیات باقی تھی کہ عبداللہ بن عمیر اللخمی نے آپ کو ذبح کر دیا۔

نفیسہ بنت علیؑ بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم القرشیہ:

جناب نفیسہ سنہ ۲۲ھ کو متولد ہوئیں، آپ کی مادر گرامی کا نام ام شعیب المخزومیہ تھا، آپ کی اور دو سگی بہنیں تھیں کہ جن کا نام زینب صغری (ولادت سنہ ۲۳ھ، جو زوجۂ محمد بن عقیل تھیں) رقیہ صغری (ولادت سنہ ۲۴ھ، جو زوجۂ مسلم بن عقیل تھیں) تھا۔

جناب نفیسہ کا عقد عبداللہ الاوسط بن عقیل سے ہوا جن سے ام عقیل پیدا ہوئیں، آپ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا تشریف لائیں اور کربلا کی تمام سختیوں کو تحمل فرمایا۔

نفیلہ (ام ابی بکر بن حسنؑ) المدنیہ:

جناب نفیلہ کی ولادت تقریبا سنہ ۲۹ ھ میں ہوئی، آپ امام حسن علیہ السلام کی کنیز تھیں جن سے ابوبکر نامی فرزند پیدا ہوئے۔ کربلا میں شہید ہونے والے فرزندان امام حسن علیہ السلام میں ابوبکر کا نام بھی ملتا ہے، جو اپنی مادر گرامی نفیلہ کے ساتھ کربلا تشریف لائے تھے۔

ہانیہ الکوفیہ:

جناب ہانیہ تقریبا سنہ ۴۰ھ کو متولد ہوئیں، آپ کے شوہر وہب بن عبداللہ بن عمیر الکلبی تھے جن کے والد عبداللہ اور والدہ قمر بنت عبد النمریہ کربلا میں شہید ہوئے، جناب وہب نے ۲۳ ذی الحجہ سنہ ۶۰ھ کوفہ میں آپ سے عقد فرمایا، یہ تمام خانوادہ آٹھ محرم کو کربلا میں امام حسین علیہ السلام سے جا ملا، جہاں خود جناب ہانیہ اور آپ کے شوہر، ساس اور سسر شہید کیے گئے۔

یہ تھا ان تمام بیبیوں کا مختصر سا بیان کہ جن کا تذکرہ آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے کتاب معجم انصار الحسینؑ النساء کی تین جلدوں میں تفصیل کے ساتھ فرمایا ہے، مصنف نے معجم انصار الحسینؑ میں اس بات کو ثابت فرمایا ہے کہ دین اسلام کے اصول عدالت پر مبنی ہیں لہذا اللہ کی نظر میں عورت اور مرد میں کوئی فرق نہیں پایا جاتا، عبادت و بندگی میں اللہ کے نزدیک یہ دونوں انسانی صنفیں یکساں ہیں، جس کا ثبوت ہمیں کربلا میں حاضر ہونے والی فداکار خواتین سے ملتا ہے، کہ جنھوں نے مردوں کے ساتھ ساتھ ہر قسم کی قربانی پیش کرنے میں کسی بھی قسم کی کوتاہی نہ کی اور دین اسلام کی بقاء اور مقصد حسینیؑ کو آنے والی نسلوں تک منتقل فرمایا ہے۔

ہم اس مقام پر خلاصہ کے طور پر محترم قارئین کی خدمت میں سات فہرستیں پیش کرتے ہیں کہ جن سے کربلا میں حاضر ہونے والی خواتین کی تعداد کو وضاحت کے ساتھ درک کیا جا سکتا ہے، جس کے بعد امام حسنؑ اور امام حسینؑ علیہما السلام کی ازواج و اولاد کے دو نقشے بھی پیش کیے جائیں گے۔

(پہلی فہرست۔کربلا میں شہید ہونے والی بیبیاں)

۱۔ ام الحسن بنت الحسن الہاشمیہ (ولادت تقریبا سنہ ۴۸ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۲۔ ام الحسین بنت الحسن الہاشمیہ (ولادت تقریبا سنہ ۴۹ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۳۔ عاتکہ بنت مسلم الہاشمیہ (ولادت سنہ ۵۳ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۴۔ قمر (ام وہب) بنت عبد النمریہ (ولادت تقریبا سنہ ۲۰ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۵۔ ہانیہ الکوفیہ (ولادت تقریبا سنہ ۳۰ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

۶۔ ام وہب بنت وہب نصرانی (ولادت تقریبا سنہ ۲۶ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ)۔

(دوسری فہرست۔کربلا سے باہر شہید ہونے والی بی بی)

۱۔ رقیہ بنت الحسینؑ الہاشمیہ (ولادت سنہ ۵۷ھ، شہادت سنہ ۶۱ھ بمقام دمشق)۔

(تیسری فہرست۔ وہ بی بیاں کہ جن کی کربلا میں شہادت آیت اللہ کرباسی کے نزدیک ثابت نہیں)

۱۔ ام کلثوم بنت الحسین الہاشمیہ (ولادت تقریبا سنہ ۳۲ھ، شہادت سنہ ۶۳ھ بمقام موصل)۔

۲۔ خولہ بنت الحسین الہاشمیہ (ولادت ۔۔۔، شہادت سنہ ۶۱ھ بمقام بعلبک)۔

۳۔ زینب بنت الحسین الہاشمیہ (ولادت تقریبا سنہ ۳۱ھ، شہادت قبل از سنہ ۴۵ھ بمقام حلب)۔

(چوتھی فہرست۔ وہ بیبیاں کہ جن کا کربلا میں حاضر ہونا غیر یقینی ہے)

۱۔ اُمامہ بنت ابی العاص العبشمیہ (ولادت تقریبا سنہ ۶ قبل از ہجرت، وفات تقریبا سنہ ۴۹ھ)۔

۲۔ ام سعید بنت عروہ الثقفیہ (ولادت قبل از سنہ ۵ھ، وفات تقریبا سنہ ۳۵ھ)۔

۳۔ حمیدہ بنت ابی سعید بن عقیل الہاشمیہ (ولادت ۔۔۔، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۴۔ حمیدہ بنت عبد الرحمان الاکبر ابن عقیل الہاشمیہ (ولادت ۔۔۔، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۵۔ زینب بنت الحسن الہاشمیہ (ولادت قبل از سنہ ۴۳ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۶۔ عاتکہ بنت (سعد بن زید) العدویہ (ولادت تقریبا سنہ ۳۷ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

(پانچویں فہرست۔ وہ بیبیاں کہ جو کربلا میں حاضر ہوئیں اسیر بنائی گئیں)

۱۔ ام احمد بن عقیل الہاشمی (ولادت قبل از سنہ ۳۰ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۲۔ ام اسحاق بنت طلحہ التیمیہ (ولادت تقریبا سنہ ۳۰ھ، وفات بعد از سنہ ۹۳ھ)۔

۳۔ ام الحسن بنت علی الہاشمیہ (ولادت تقریبا سنہ ۲۱ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۴۔ ام خدیجہ بنت علی الہاشمی (ولادت قبل از سنہ ۲۵ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۵۔ ام رافع سلمہ القبطیہ (ولادت تقریبا سنہ ۱۰ قبل از ہجرت، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۶۔ ام شعیب المخزومیہ (ولادت تقریبا سنہ ۱۰ قبل از ہجرت، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۷۔ ام فاطمہ بنت علی الہاشمی (ولادت قبل از سنہ ۹ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۸۔ ام قاسم بن محمد الطیار (ولادت قبل از سنہ ۲۳ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۹۔ ام الکلثوم الصغری بنت عبد اللہ الطیار الہاشمیہ (ولادت تقریبا سنہ ۴۰ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۱۰۔ ام کلثوم بنت عباس الہاشمیہ (ولادت تقریبا سنہ ۱۲ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۱۱۔ ام کلثوم الکبری بنت علی الہاشمیہ (ولادت سنہ ۹ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۱۲۔ ام محمد بن ابو سعید الہاشمی (ولادت قبل از سنہ ۲۰ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۱۳۔ برہ بنت النوشجان الفارسیہ (ولادت قبل از سنہ ۲۰ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۱۴۔ بحریہ بنت مسعود الخزرجیہ (ولادت تقریبا سنہ ۳۶ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۱۵۔ جمانہ بنت ابی طالب الھاشمیہ (ولادت سنہ ۳۸ قبل از ہجرت، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۱۶۔ حبیبہ (ام عبدالرحمان بن الحسن) المغربیہ (ولادت تقریباً سنہ ۲۸ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۱۷۔ حسنیہ (ام منج بن سمم المدنی)، (ولادت قبل از سنہ ۵ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۱۸۔ حمیدۃ بنت مسلم الھاشمیہ (ولادت سنہ ۴۹ھ، وفات تقریباً سنہ ۱۴۲ھ)۔

۱۹۔ خدیجہ بنت علی الھاشمیہ (ولادت تقریباً سنہ ۳۹ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۲۰۔ خلیلۃ ام عبداللہ الھاشمیہ (ولادت قبل از سنہ ۶ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۲۱۔ الخوصاء بنت حفصہ الوائلیہ (ولادت تقریباً سنہ ۱۱ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۲۲۔ الخوصاء بنت عمرو الحصائیہ (ولادت تقریباً سنہ ۱ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۲۳۔ رباب بنت امرئ القیس الکلبیہ (ولادت سنہ ۶ھ، وفات بعد از سنہ ۶۲ھ)۔

۲۴۔ رقیہ الصغری بنت علی الھاشمیہ (ولادت سنہ ۲۴ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۲۵۔ رملۃ الکبری بنت علی الھاشمیہ (ولادت تقریباً سنہ ۲۲ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۲۶۔ رملۃ (ام القاسم ابن الحسن) الرومیہ (ولادت قبل از سنہ ۳۱ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۲۷۔ روضہ (خادمۃ الرسولؐ) المدنیہ (ولادت قبل از سنہ ۵ قبل از ہجرت، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۲۸۔ زینب الصغری بنت علی الھاشمیہ (ولادت سنہ ۲۳ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۲۹۔ زینبؑ الکبری بنت علی الھاشمیہ (ولادت تقریباً سنہ ۶ھ، وفات سنہ ۶۲ھ)۔

۳۰۔ سکینہ بنت الحسینؑ الھاشمیہ (ولادت سنہ ۴۲ھ، وفات بعد از سنہ ۱۱۷ھ)۔

۳۱۔ سلافۃ مربیۃ الامام السجادؑ علیہ السلام (ولادت تقریباً سنہ ۱۴ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۳۲۔ سلمی ام الرافع القبطیہ (ولادت تقریباً سنہ ۱۰ قبل از ہجرت، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۳۳۔ ہانیہ (ام فاطمہ بنت الحسن) الزنجیہ (ولادت تقریباً سنہ ۵ قبل از ہجرت، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۳۴۔ صفیہ بنت علی الھاشمیہ (ولادت تقریباً سنہ ۲۱ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۳۵۔ الصہباء بنت عباد التغلبیہ (ولادت تقریباً سنہ ۳ قبل از ہجرت، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۳۶۔ غزالۃ ام عبد اللہ (امۃ الامام السجاد) (ولادت تقریباً سنہ ۱۴ھ، وفات بعد از سنہ ۶۵ھ)۔

۳۷۔ فاختۃ بنت علی الہاشمیہ (ولادت سنہ ۳۴ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۳۸۔ فاطمہ بنت الحسن الہاشمیہ (ولادت تقریباً سنہ ۴۰ھ، وفات تقریباً سنہ ۷۰ھ)۔

۳۹۔ فاطمۃ الصغریٰ بنت الحسین الہاشمیہ (ولادت سنہ ۵۱ھ، وفات سنہ ۱۱۷ھ)۔

۴۰۔ فاطمۃ الصغریٰ بنت علی الہاشمیہ (ولادت تقریباً سنہ ۳۵ھ، وفات تقریباً سنہ ۱۲۵ھ)۔

۴۱۔ فاطمہ بنت عقبۃ الخزرجیہ (ولادت تقریباً سنہ ۷ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۴۲۔ فاطمۃ الکبریٰ بنت الحسین الہاشمیہ (ولادت تقریباً سنہ ۲۰ھ، وفات بعد از سنہ ۱۱۰ھ)۔

۴۳۔ فضہ (خادمۃ الزہراء) النوبیہ (ولادت تقریباً سنہ ۲۵ قبل از ہجرت، وفات سنہ ۶۲ھ)۔

۴۴۔ فکیہہ (امۃ الحسین) (ولادت تقریباً سنہ ۶ھ، وفات بعد از سنہ ۶۲ھ)۔

۴۵۔ قفیرۃ بنت علقمۃ الہلالیہ (ولادت تقریباً سنہ ۷ قبل از ہجرت، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۴۶۔ کبشۃ المدنیہ (ولادت قبل از سنہ ۲۵ھ، وفات تقریباً سنہ ۹۰ھ)۔

۴۷۔ لیلیٰ بنت ابی مرۃ الثقفیہ (ولادت سنہ ۲۰ھ، وفات بعد از سنہ ۶۳ھ)۔

۴۸۔ لیلیٰ بنت مسعود النہشلیہ (ولادت قبل از سنہ ۲۲ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۴۹۔ ملیکۃ بنت الاحنف التمیمیہ (ولادت تقریباً سنہ ۲۰ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۵۰۔ ملیکۃ المدنیہ (ولادت تقریباً سنہ ۲ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۵۱۔ میمونہ بنت علی الہاشمیہ (ولادت تقریباً سنہ ۲۱ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۵۲۔ میمونہ (ام عبد اللہ بن یقطر الحمیری)، (ولادت قبل از سنہ ۱۰ قبل از ہجرت، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۵۳۔ نفیسہ بنت علی الہاشمیہ (ولادت سنہ ۲۲ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

۵۴۔ نفیلہ المدنیہ (ولادت سنہ ۲۹ھ، وفات بعد از سنہ ۶۱ھ)۔

(چھٹی فہرست۔ وہ بی بیاں جو کربلا میں حاضر نہ ہو سکیں)

۱۔ ام سلمہ بنت علی الھاشمیہ (ولادت قبل از سنہ ۳۴ ھ، وفات تقریباً سنہ ۳۵ھ)۔

۲۔ ام کلثوم بنت الحسین الھاشمیہ (ولادت تقریباً سنہ ۳۲ ھ، وفات سنہ ۳۳ھ)۔

۳۔ ام کلثوم الصغریٰ بنت علی الھاشمیہ (ولادت سنہ ۲۴ ھ، وفات قبل از سنہ ۴۰ھ)۔

۴۔ جمانہ بنت علی الھاشمیہ (ولادت تقریباً سنہ ۳۹ ھ، وفات سنہ ۴۰ھ)۔

۵۔ رقیہ الکبریٰ بنت علی الھاشمیہ (ولادت سنہ ۱۳ ھ، وفات بعد از سنہ ۴۵ھ)۔

۶۔ زینب بنت الحسین الھاشمیہ (ولادت تقریباً سنہ ۳۱ ھ، وفات قبل از سنہ ۳۵ھ)۔

۷۔ سلمیٰ بنت حجر الکندیہ (ولادت سنہ ۴۳ ھ، وفات بعد از سنہ ۶۴ھ)۔

۸۔ شاہ زنان بنت یزدجرد الساسانیہ (ولادت سنہ ۱۱ھ، وفات ۳۳ھ)۔

۹۔ فاطمہ الوسطیٰ بنت الحسین الھاشمیہ (ولادت قبل از سنہ ۵۰ ھ، وفات سنہ ۱۲۶ھ)۔

(ساتویں فہرست۔ وہ خواتین کہ جن کے اصل وجود میں شک ہے)

۱۔ زبیدہ بنت الحسین الھاشمیہ (ولادت ۔۔۔، وفات ۔۔۔)۔

۲۔ سکینہ بنت علی الھاشمیہ (ولادت ۔۔۔، وفات ۔۔۔)۔

۳۔ عاتکہ بنت الحسین الھاشمیہ (ولادت ۔۔۔، وفات ۔۔۔)۔
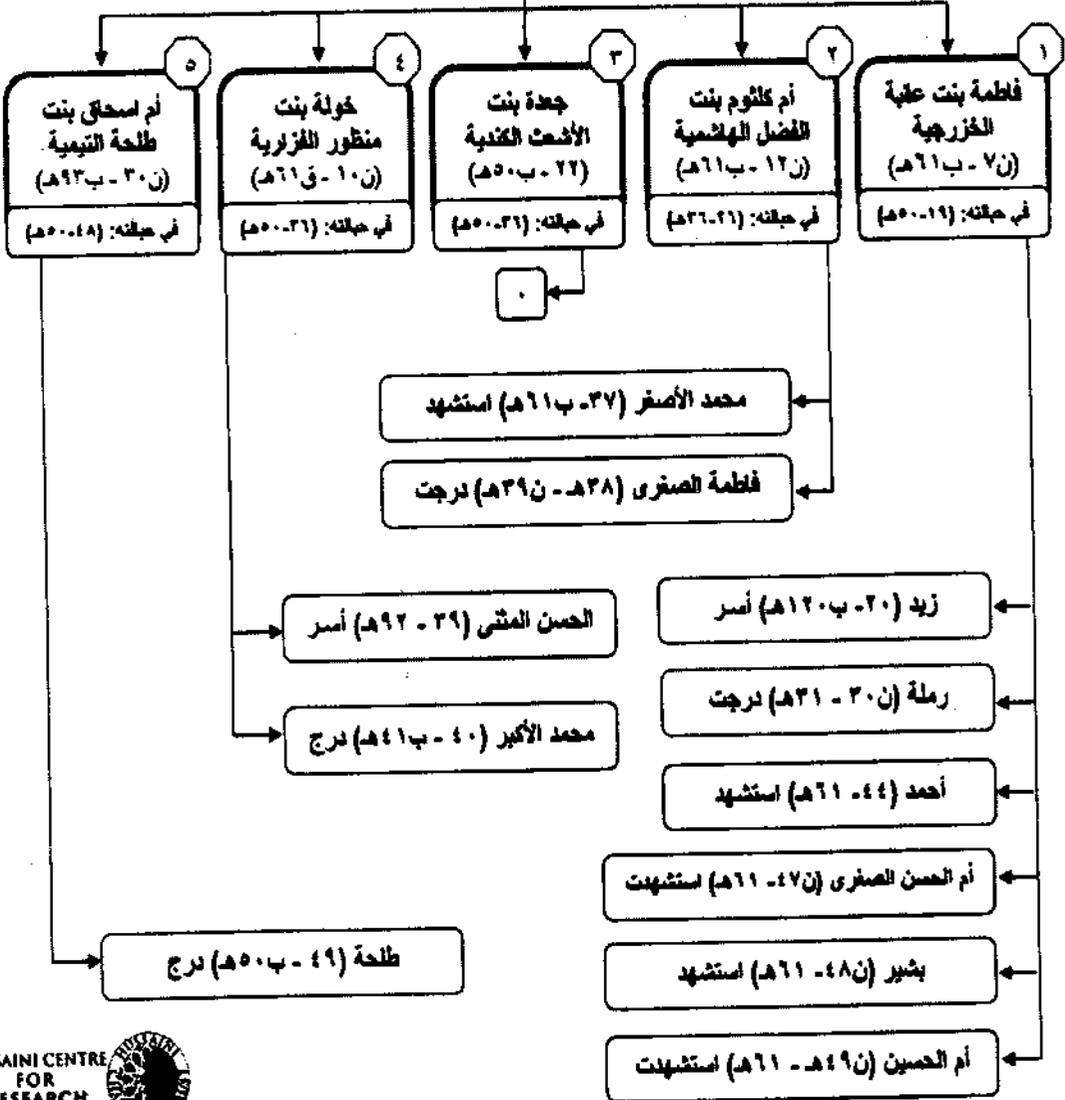
ازواج واولادامام حسن علیہ السلام
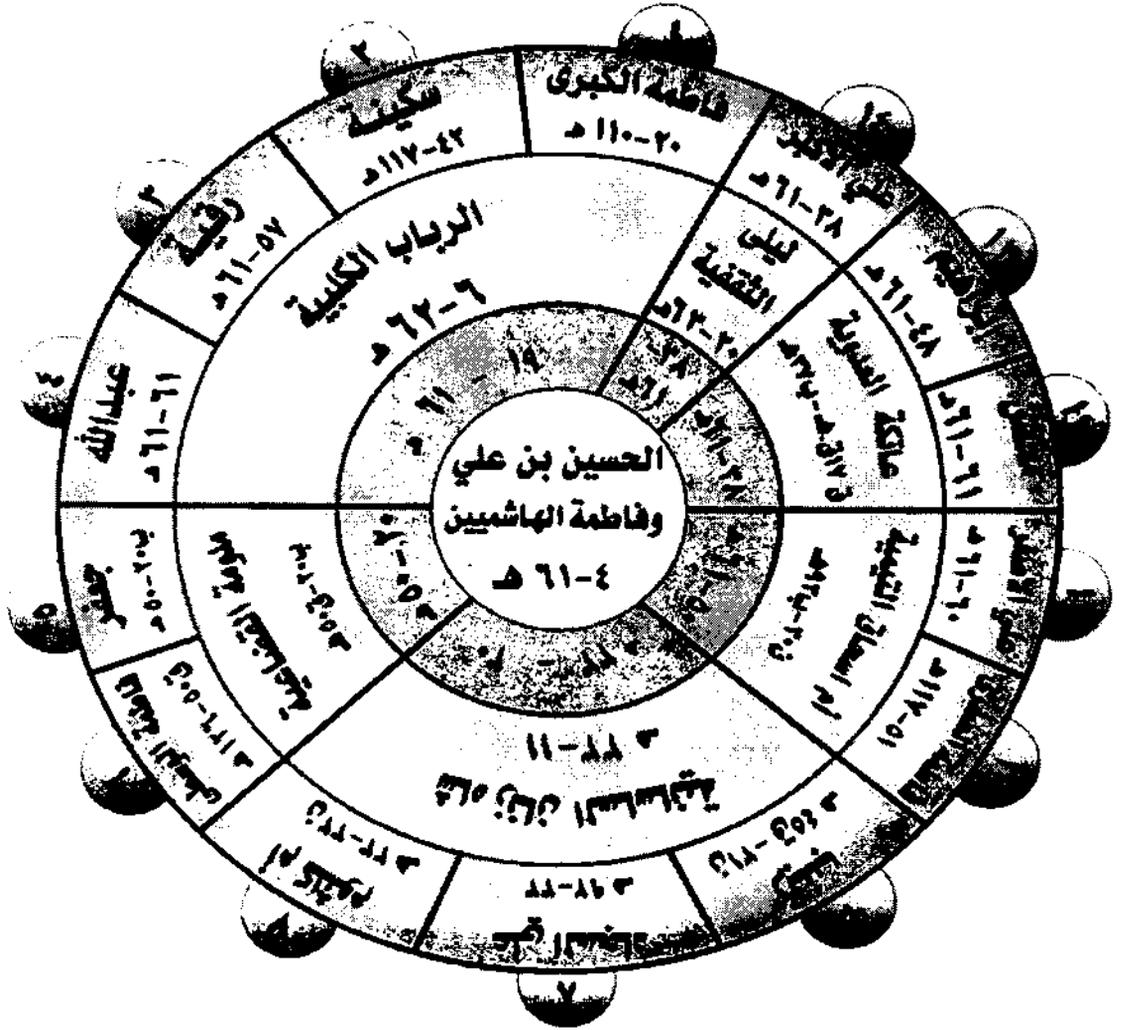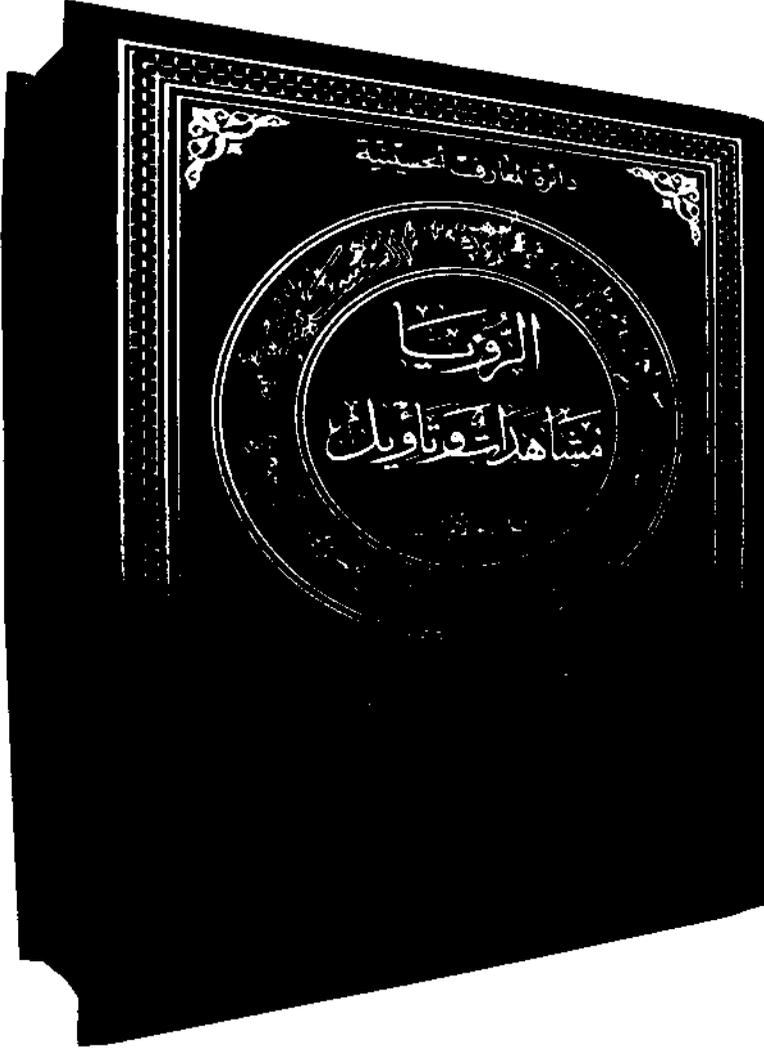
کتاب 'خواب، مشاہدے اور تعبیر' تین سے زائد جلدوں پر مشتمل ہے جس کی پہلی جلد (جو کہ ۵۲۸ صفحات پر مشتمل ہے) سنہ ۱۹۹۹ء میں لکھی گئی اور سنہ ۲۰۰۰ء کو زیور طبع سے آراستہ ہوئی، قارئین کرام اس کتاب میں موجود مطالب کی تلخیص کو آنے والے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

حسینیؑ خوابوں کی تعبیر

جس دنیا میں ہم زندگی بسر کرتے ہیں اس میں بعض امور مادیات اور بعض معنویات سے تعلق رکھتے ہیں، مادیات کو ظاہری اور معنویات کو باطنی حواس سے درک کیا جاتا ہے، معنویات سے ماوراء بھی کچھ ایسے امور ہیں کہ جنہیں صرف ایمان کامل کے ذریعہ سمجھا جاسکتا ہے جبکہ کچھ اور امور ایسے بھی ہیں کہ جن کا سمجھنا خلقت کی محدودیت کی وجہ سے ہمارے لئے محال ہے۔

خواب کا تعلق معنویات سے کہ جسے باطنی حواس سے درک کیا جاتا ہے جبکہ بعض خوابوں کا تعلق ماورائے معنویات سے بھی ہوتا ہے اس صورت میں ان خوابوں کے اشارات کا سمجھنا صرف ان کامل الایمان افراد کے لئے ممکن ہے جن پر اللہ تعالیٰ کی عنایت وکرم ہوتا ہے۔

خواب دیکھنے کے لئے انسان ناگزیر ہے کہ وہ سوئے تاکہ خواب دیکھ سکے، یعنی خواب سونے پر موقوف ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سونے کو اپنی نشانیوں میں سے جانا ہے حضرت باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

و من آیاتہ منامکم باللیل و النھار (سورۂ روم آیت ۲۳)

یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے کہ تم دن اور رات میں سوتے ہو۔

سونے کو عربی زبان میں نوم (نون مفتوح، واو میم ساکن) اور سونے کی جگہ کو منام کہتے ہیں لیکن مذکورہ آیت میں منام سے مراد سونا ہے، عربی لغت میں سونے یا نیند کے مراتب کے لئے ۸ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جنہیں خفقہ (خ مفتوح، ف ساکن، ق مفتوح)، نعاس (ن مضموم، ع مفتوح، س ساکن)، کری (ک مفتوح، ر مکسور، ی ساکن)، سنہ (س مکسور، ن مفتوح، ہ ساکن)، غفوۃ (غ مفتوح، ف ساکن، و مفتوح)، نوم (نون مفتوح، واو میم

ساکن) ، رقاد(ر مضموم، ق مفتوح، الف و دال ساکن)، سبات (س مضموم، ب مفتوح، الف و ت ساکن) کہا جاتا ہے، ان کلمات میں سے لفظ نعاس، سنہ، رقاد اور سبات کا قرآن مجید میں تذکرہ ہوا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ثم انزل علیکم من بعد الغم امنۃ نعاسا

اس کے بعد خدا نے ایک گروہ پر سکون نیند طاری کر دی (آل عمران، آیت ۱۵۴)

لاتاخذہ سنۃ ولا نوم

اسے نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ (بقرہ، آیت ۲۵۵)

و تحسبھم ایقاظا و ھم رقود

اور تم انہیں دیکھو تو خیال کرو کہ وہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں (کہف، آیت ۱۸)

وھو الذی جعل لکم اللیل لباسا و النوم سباتا

اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات کو پردہ پوش اور نیند کو (باعث) راحت بنایا (فرقان، آیت ۴۷)۔

نیند کی تعریف:

مذکورہ تمام الفاظ میں سے ہر ایک کی مخصوص تعریف ہے لیکن عام طور سے نیند کو نوم کہا جاتا ہے، گرچہ خود لفظ نوم کی تعریف بھی مختلف انداز میں کی گئی ہے، فقہائے کرام جب نوم کی تعریف کرتے ہیں تو فرماتے ہیں:

النوم ھو الغالب علی القلب و السمع و البصر

نیند وہ ہے کہ جو قلب، کان اور آنکھ پر غالب آجائے، جناب لقمان نے فرمایا:

انما النوم بمنزلۃ الموت

نیند موت کی طرح ہے، امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

فاذا نامت العینان و الاذنان انتقض الوضو

یعنی جب آنکھ اور کان دونوں سو جائیں تو اسے نیند کہتے ہیں اور اس حالت میں داخل ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اور وضو کے ٹوٹنے کی وجہ کو امام رضا علیہ السلام کی اس روایت سے سمجھا جا سکتا ہے کہ جہاں آپ نے فرمایا:

النائم اذا غلب علیہ النوم یفتح کل شیء منہ و استرخی

جب انسان سوتا ہے تو اس کے بدن کے سارے مخارج کھل کر سست پڑ جاتے ہیں (علل الشرائع صفحہ ۲۵۷)، جس کی وجہ سے بے اختیاری طور پر بچوں میں نجاست اور بڑوں میں ریح خارج ہوجاتی ہے۔

نیند کا فلسفہ:

اب رہی بات نیند کے فلسفہ کی تو نیند کا مقصد آرام و آسایش کا حصول اور تجدید قوا ہے یعنی دن بھر کی تھکان دور کرنے کے لئے اللہ تعالی نے نیند کو ہم پر مقرر فرمایا ہے اور سونا ایک ایسی فطری بات ہے کہ جو تمام جانداروں حتی نباتات و غیرہ میں بھی پائی جاتی ہے، اسی لئے امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ما من حی الا وھو ینام خلا اللہ وحدہ عز وجل

کوئی ایسی حیات ہی نہیں کہ جو نہ سوتی ہو سوائے خدائے واحد کے (سفینۃ البحار جلد ۸ صفحہ ۱۰۱)، اسی لئے اللہ تعالی نے اپنے متعلق فرمایا ہے:

لا تاخذہ سنۃ و لا نوم (بقرہ، آیت ۲۵۵)

اسے نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ، چونکہ انسان نیند میں اپنے امور کی تدبیر نہیں کرسکتا لہذا اگر خدا سو جائے تو عالم تدبیر الہی سے خارج ہوکر تباہ ہو جائے گا، لہذا اللہ کی ذات نہ سوتی ہے اور نہ ہی اونگھتی ہے بلکہ وہ لوگ جو سوتے ہیں ان کے امور کی تدبیر بھی اللہ تعالی کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔

سونے کے اوقات:

حضرت احدیت کا ہم پر یہ لطف وکرم ہے کہ اس نے نیند کے ساتھ ساتھ اس کے وقت کا بھی ہمارے لئے اہتمام فرمایا ہے، اس سلسلہ میں باری تعالی کا قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اللہ الذی جعل لکم اللیل لتسکنوا فیہ و النھار مبصرا (غافر، آیت ۶۱)

وہ خدا ہی ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ اس میں آرام کرو اور دیکھنے کے لئے دن کو روشن بنایا (تاکہ اس میں کام کرو)، اسی طرح ایک اور آیت میں فرمایا:

و جعلنا نومکم سباتا، وجعلنا اللیل لباسا، و جعلنا النھار معاشا (نبأ، آیت ۹-۱۱)

اور ہم نے تمہاری نیند کو آرام کا سامان قرار دیا ہے، اور رات کو پردہ پوش بنایا ہے، اور دن کو وقت معاش قرار دیا ہے۔

مذکورہ دونوں آیات سے واضح ہے کہ اللہ تعالی نے دن کو کام کاج کے لئے اور رات کو آرام کے لئے مقرر فرمایا ہے، لہذا روایات کی رو سے سوائے قیلولہ کے دن میں سونا مذموم ہے۔

رسولِ گرامی قدر سے ایک جامع روایت نقل ہوئی ہے کہ جس میں آپ نے دن میں سونے کے پانچ اوقات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

ان النوم فی النهار علی خمسة اقسام، نوم العیلولة و نوم الفیلولة و نوم القیلولة و نوم الحیلولة و نوم الغیلولة (السعد والرزق صفحہ ۳۰)

دن میں سونا پانچ قسموں پر مشتمل ہے، عیلولہ، فیلولہ، قیلولہ، حیلولہ، غیلولہ، ہم یہاں اجمال کے ساتھ ان ناموں کے معانی بیان کرتے ہیں:

۱۔ عیلولہ: طلوع فجر سے طلوع آفتاب کے درمیان سونے کو عیلولہ کہتے ہیں کہ جس کے معنی محتاجی کے ہیں حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

النوم قبل طلوع الشمس یورث الفقر

یعنی طلوع خورشید سے پہلے سوجانا فقر کا باعث ہے، دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے کہ:

ان النوم قبل طلوع الشمس و قبل صلاة العشاء یورث الفقر و شتات الامر

بیشک طلوع آفتاب اور نماز عشاء سے پہلے سونا فقر کا باعث ہے جس سے انسان کے امور پراکندہ ہوتے ہیں۔

۲۔ فیلولہ: بعد از طلوع شمس سونے کو فیلولہ کہتے ہیں، جس کی وجہ سے خستگی و ضعف انسان کے بدن پر طاری ہوتا ہے، اسی لئے اطباء نے اس وقت کو کام کاج کے لئے مفید جانا ہے لہذا کام کے وقت سونا مذموم ہے۔

۳۔ قیلولہ: زوال آفتاب سے کچھ دیر پہلے سونے کو قیلولہ کہتے ہیں، قیلولہ ایسا ممدوح عمل ہے کہ جس کے بارے میں روایات میں وارد ہوا ہے: **القیلولة من الغناء** قیلولہ غنی ہونے کا سبب ہے۔

چونکہ انسان صبح سے اس وقت تک بیدار رہتا ہے لہذا اس وقت سونے کو شریعت اسلام نے پسند فرمایا ہے تاکہ بیداری کے بعد نشاط و شادابی کے ساتھ دن کے بقیہ امور انجام دیئے جا سکیں، اور اس سونے کی مدت آدھے گھنٹہ سے ایک گھنٹہ ہے جوکہ ہر شخص کے لئے مختلف ہو سکتی ہے۔

۴۔ حیلولہ: بعد از زوال کی نیند کو حیلولہ کہتے ہیں چونکہ یہ نیند انسان اور نماز کے درمیان حائل ہوجاتی ہے۔

۵۔ غیلولہ: قبل از غروب سونے کو غیلولہ کہتے ہیں جس کی وجہ سے تھکان اور کسالت محسوس ہوتی ہے۔

مذکورہ پانچ اقسام میں سے صرف قلیلولہ ممدوح ہے جسے دور حاضر کے ڈاکٹرز بھی تجویز کرتے ہیں، اسی لئے امریکہ اور غربی ممالک میں Morning and afternoon shift رکھی جاتی ہے تاکہ دوپہر کے وقت کام کرنے والے قدرے آرام کر سکیں۔

نیند کے مراحل:

نیند کے اوقات کے ساتھ ساتھ نیند کے مراحل بھی بیان کئے گئے ہیں، محققین کا کہنا ہے کہ ہر سونے والا شخص نیند کے ان چھ مراحل سے گزرتا ہے:

۱۔ تمہیدی مرحلہ: اس مرحلہ میں شخص پر سستی اور غنودگی طاری ہوتی ہے۔

۲۔ ہلکی نیند: اس مرحلہ میں نیند اپنے ابتدائی مراحل میں ہوتی ہے۔

۳۔ متوسط نیند: اس مرحلہ میں سونے والا شخص نیند کے ابتدائی مراحل سے گزر کر نیند کے مرحلے میں داخل ہو جاتا ہے۔

۴۔گہری نیند: اس مرحلہ میں شخص سو چکا ہوتا ہے۔

۵۔گہری سے گہری تر نیند: اس مرحلہ میں شخص پوری طرح سو جاتا ہے۔

جب کوئی بھی انسان سوتا ہے تو (پہلے مرحلہ کو چھوڑ کر) دوسرے اور تیسرے مرحلے کی مدت ۴۰ منٹ اور چوتھے اور پانچویں مرحلے کی مدت ۵۰ منٹ ہوتی ہے، اس ۹۰ منٹ میں آنکھ میں کسی قسم کی حرکت (کہ جسے NREM کہا جاتا ہے) نہیں پائی جاتی۔

۶۔ جس کے بعد چھٹا مرحلہ آتا ہے کہ جو صرف ۱۰ منٹ کے لئے ہوتا ہے اس مرحلہ میں انسان کی آنکھ تیزی سے حرکت کرتی ہے (کہ جسے Ren کہتے ہیں)۔ اس دس منٹ میں ذہن کی امواج بھی غیر مرتب ہوجاتی ہیں جس کے فوری بعد انسان پھر سے دوسرے، تیسرے، چوتھے اور پانچویں مراحل طے کرتا ہے، اور یہ مراحل بار بار تکرار ہوتے ہیں، یہاں تک کے انسان خواب سے بیدار ہوجائے[1]۔

کس پہلو سویا جائے؟

سونے کے مراتب کے جاننے کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ کس پہلو سویا جائے، اس سلسلہ میں حضور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث قابل غور ہے کہ جس میں آپ نے فرمایا:

یا علی النوم اربعة: نوم الانبیاء علی اقفیتهم، و نوم المومنین علی ایمانهم، و نوم الکفار و المنافقین علی ایسارهم، و نوم الشیاطین علی وجوههم (بحار الانور جلد۴، صفحہ۵۵)

---

[1]- نیند کے مراحل کی یہ تحقیق فلوریڈا یونیورسٹی نے پیش کی ہے۔

اے علیؑ سونے کے پانچ طریقے ہیں:

ا۔ پیٹھ کے بل سونا جوکہ انبیاءٔ کا شعار ہے۔ ۲۔ داہنے پہلو سونا جوکہ مومنین کا طریقۂ کار ہے۔ ۳۔ بائیں پہلو سونا جوکہ کفار و منافقین کا کردار ہے۔ ۴۔ پیٹ کے بل سونا جوکہ شیاطین کا انداز ہے۔

حضورؐ کی اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں پیٹھ کے بل اور داہنے پہلو سونا ممدوح ہے، اطباء و ڈاکٹرز بھی اسی طرح سونے کو تجویز کرتے ہیں اور پیٹ کے بل یا بائیں پہلو سونے کو بیماریوں کی وجہ قرار دیتے ہیں۔

خواب کی تعریف

مذکورہ تمام مطالب کا نیند سے تعلق تھا اب آیئے دیکھتے ہیں کہ خواب کے بارے میں اسلام کیا کہتا ہے، اس سے پہلے کہ ہم خواب کے متعلق قرآنی آیات و احادیث کو پیش کریں، تھوڑی سے گفتگو لفظ خواب پر بھی کرتے ہیں۔

خواب کو عربی زبان میں رویا کہا جاتا ہے جو الرائی سے مشتق ہے، اور مصدر الرائی کا تعلق کبھی آنکھ سے کبھی عقل سے اور کبھی روح سے ہوتا ہے، جب آنکھ سے تعلق ہو تو ہم کہتے ہیں

رأیت الکتاب مفتوحا

یعنی میں نے کتاب کو کھلا ہوا دیکھا

جب مصدر الرائی کا تعلق عقل سے ہو تو ہم کہتے ہیں

رأیت الرجل عالما

میں نے اس مرد کو عالم پایا

اور جب اس مصدر کا تعلق روح سے ہو تو ہم کہتے ہیں

رأیت حلما اور رویا

ں نے خواب دیکھا

یہی وجہ ہے کہ جب مصدر الرای سے مقصود دیکھنا مراد ہو تو لفظ رویت اور جب اس سے مقصود خواب ہو تو رویا اور جب اعتقاد و علم ہو تو اسے رائے کہتے ہیں۔

خواب قرآن کی رو سے

کلمہ رؤیا قرآن مجید میں ، مقامات پر استعمال ہوا ہے، جبکہ دو اور لفظ یعنی علم اور منام بھی قرآن مجید میں وارد ہوئے ہیں جو لفظ رویا کے مترادف ہیں مثلا اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم کے کلام کو نقل کرتے ہوئے فرمایا:

قال یا بنی انی اری فی المنام انی اذبحک

اے بیٹا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں (صافات، آیت ۱۰۲)

قالوا اضغاث احلام و ما نحن بتاویل الاحلام بعالمین

ان لوگوں نے کہا کہ یہ تو ایک خواب پریشان ہے اور ہم ایسے خوابوں کی تعبیر سے باخبر نہیں ہیں (یوسف، ۴۴) ۔

لیکن ان تینوں الفاظ کے معانی میں فرق پایا جاتا ہے، اکثر اوقات رؤیا سچے اور علم جھوٹے خوابوں کو کہا جاتا ہے اور منام سونے کی جگہ کو کہتے ہیں لیکن یہ لفظ خواب کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، ہم اس مقام پر اجمال کے ساتھ ان سات آیات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ جس میں لفظ رؤیا یا اس کے مشتقات استعمال ہوئے ہیں:

۱۔ قال یا بنی انی أری فی المنام انی اذبحک

اے بیٹا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں (صافات، آیت ۱۰۲) ۔

۲۔ اذ قال یوسف لابیہ یا ابت انی رأیت احد عشر کوکبا و الشمس و القمر رأیتھم لی ساجدین، قال یا بنی لا تقصص رؤیاک علی اخوتک فیکیدوا لک کیدا ان الشیطان للانسان عدو مبین

اس وقت کو یاد کرو جب یوسف نے اپنے والد سے کہا کہ بابا میں نے خواب میں گیارہ ستاروں اور آفتاب و ماہتاب کو دیکھا ہے اور یہ دیکھا ہے کہ یہ سب میرے سامنے سجدہ کر رہے ہیں یعقوب نے کہا کہ بیٹا خبردار اپنا خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا کہ وہ لوگ تمہارے بارے میں الٹی سیدھی تدبیروں میں لگ جائیں گے کہ یقینا شیطان انسان کا بڑا کھلا ہوا دشمن ہے (یوسف آیت ۴۔۵)۔۔۔

و رفع ابویہ علی العرش و خروا لہ سجدا و قال یا ابت ھذا تأویل رؤیای من قبل قد جعلھا ربی حق

اور انہوں نے والدین کو بلند مقام پر تخت پر جگہ دی اور سب لوگ یوسف کے سامنے سجدہ میں گر پڑے یوسف نے کہا کہ بابا یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے جسے میرے پروردگار نے سچ کر دکھایا ہے (یوسف، آیت ۱۰۰)۔

۳۔ و دخل معہ السجن فتیان قال احدھما انی ارانی اعصر خمرا و قال الآخر انی ارانی احمل فوق راسی خبزا تاکل الطیر منہ نبئنا بتاویلہ انا نراک من المحسنین

ور قید خانہ میں ان کے ساتھ دو جوان اور داخل ہوئے ایک نے کہا کہ میں نے خواب میں اپنے کو شراب نچوڑتے دیکھا ہے اور دوسرے نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹیاں لادے ہوں اور پرندے اس میں سے کھا رہے ہیں، ذرا اس کی تاویل تو بتاؤ کہ ہماری نظر میں تم نیک کردار معلوم ہوتے ہو (یوسف، آیت ۳۶)۔

۴۔ اذ یریکھم اللہ فی منامک قلیلا ولو اراکھم کثیرا لفشلتم ولتنازعتم فی الامر و لکن اللہ سلم انہ علیم بذات الصدور

(وہ واقعہ یاد دلایئے) جب آپ کو اللہ نے آپ کے خواب میں ان کافروں (کے لشکر) کو تھوڑا کر کے دکھایا تھا اور اگر (اللہ) آپ کو وہ زیادہ کر کے دکھاتا تو (اے مسلمانو!) تم ہمت ہار جاتے اور تم یقیناً اس (جنگ کے) معاملے میں باہم جھگڑنے لگتے لیکن اللہ نے (مسلمانوں کو بزدلی اور باہمی نزاع سے) بچا لیا۔ بیشک وہ سینوں کی (چھپی) باتوں کو خوب جاننے والا ہے (انفال، آیت ۴۳)۔

۵۔ قال الملک انی اری سبع بقرات سمان یاکلھن سبع عجاف و سبع سنبلات خضر و اخر یابسات یا ملأ افتونی فی رؤیای ان کنتم للرؤیا تعبرون

اور پھر ایک دن بادشاہ نے لوگوں سے کہا کہ میں نے خواب میں سات موٹی گائیں دیکھی ہیں جنہیں سات پتلی گائیں کھائے جا رہی ہیں اور سات ہری تازی بالیاں دیکھی ہیں اور سات خشک بالیاں دیکھی ہیں تم سب میرے خواب کے بارے میں رائے دو اگر تمہیں خواب کی تعبیر کا علم ہو تو (یوسف، آیت ۴۳)۔

۶۔ لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ آمنین محلقین رؤوسکم و مقصرین لا تخافون فعلم ما لم تعلموا فجعل من دون ذالک فتحا قریبا

بیشک خدا نے اپنے رسولؐ کو بالکل سچا خواب دکھلایا تھا کہ خدا نے چاہا تو تم لوگ مسجد الحرام میں امن وسکون کے ساتھ سر کے بال منڈا کر اور تھوڑے سے بال کاٹ کر داخل ہوگے اور تمہیں کسی طرح کا خوف نہ ہوگا تو اسے وہ بھی معلوم تھا جو تمہیں نہیں معلوم تھا تو اس نے (فتح مکہ سے پہلے) ایک قریبی فتح قرار دے دی (فتح، ۲۷)۔

۷۔ و ما جعلنا الرؤیا التی أریناک الا فتنۃ للناس و الشجرۃ المعلونۃ فی القرآن و نخوفھم فما یزیدھم الا طغیانا کبیرا

(اے رسولؐ وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کے پروردگار نے لوگوں کو گھیرے میں لے لیا ہے اور جو منظر ہم نے آپ کو دکھایا تھا اس کو اور اس شجرہ کو جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے، ہم نے لوگوں کیلئے آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے اور ہم انہیں ڈراتے ہیں مگر یہ ڈرانا ان کی سرکشی میں اضافہ ہی کر رہا ہے (الاسراء، آیت ۶۰)۔

خواب احادیث کی رو سے

یہ تھے وہ سات موارد کہ جن میں اللہ تعالیٰ نے خواب کا تذکرہ فرمایا ہے، اب آیئے دیکھتے ہیں کہ حضورؐ اور ائمہ اطہارؑ نے اس سلسلہ میں کیا فرمایا ہے، رسولؐ گرامی قدر فرماتے ہیں:

الرؤیا ثلاث: رؤیا من اللہ و رؤیا من الملک و رؤیا من الشیطان

خواب تین طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ خواب ہے کہ جو اللہ کی طرف سے دوسرا وہ خواب ہے جو ملائکہ کی طرف سے اور تیسرا وہ خواب ہے جو شیطان کی جانب سے ہوتا ہے (تاریخ ابن خلدون جلد ۱ صفحہ ۱۰۴)۔

ایک اور حدیث شریف میں رسولؐ گرامی قدر فرماتے ہیں:

الرؤیا علی ثلاثۃ: منها تخویف من الشیطان لیحزن به ابن آدم، و منها الأمر یحدث به نفسه فی الیقظۃ فیراہ فی المنام، و منها جزء من ستۃ و اربعین جزء من النبوۃ

خواب تین طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ کہ جو شیطان کی طرف سے بنی آدم کو پریشان کرنے کے لئے ہوتا ہے، دوسرا وہ کہ جو انسان روز مرہ کے حالات کے پیش نظر دیکھتا ہے اور تیسرا وہ خواب ہوتا ہے جو اجزائے نبوت میں سے چھیالیسواں (۴۶) جزو ہے (بحار الانوار جلد ۵۸ صفحہ ۱۹۳)۔

اسی طرح حضورؐ نے فرمایا:

لا نبوۃ بعدی الا المبشرات قلوا یا رسول اللہ ما المبشرات؟ قال: الرؤیا الصالحۃ یراها الرجل او تری له

(میرے بعد نبوت ختم ہوجائے گی، سوائے مبشرات کے، لوگوں نے پوچھا یا رسولؐ اللہ مبشرات کیا ہیں؟ تو حضورؐ نے فرمایا وہ نیک خواب کہ جنھیں میرے بعد شخص دیکھے گا یا اس کے بارے میں دیکھا جائے گا (دار السلام جلد ۱ صفحہ ۱۶)۔

خواب کی ابتداء

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام خواب کی ابتداء کے متعلق فرماتے ہیں:

ان الاحلام لم تکن فی ما مضی فی اول الخلق، و انما حدثت ۔۔۔فقال: ان اللہ عز ذکرہ، اراد ان یحتج علیکم بهذا، هکذا تکون ارواحکم اذا متم، و ان بلیت ابدانکم تصیر الارواح الی عقاب حتی تبعث الابدان۔

ابتداء میں لوگ خواب نہیں دیکھتے تھے لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے خواب کے ذریعہ حجت قائم کرکے یہ بتلا دیا کہ جس طرح خواب میں تم اپنے آپ کو دیکھتے ہو اسی طرح موت کے بعد تمہاری ارواح وجود میں آئیں گی، جبکہ تمہارے بدن بوسیدہ ہوجائیں گے لیکن تمہاری ارواح جزاء و سزا پائیں گی (بحار الانوار جلد ۵۸ صفحہ ۱۸۹، کافی جلد ۸ صفحہ ۵۷)۔

سچے اور جھوٹے خواب

سچے اور جھوٹے خوابوں کے متعلق امام صادق علیہ السلام ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں:

اما الکاذبۃ المختلفۃ فان الرجل یراھا فی اول لیلۃ ـ و اما الصادقۃ اذا رآھا بعد الثلثین من اللیل ـ و ذلک قبل السحر فھی صادقۃ لا تخلف ان شاء اللہ الا ان یکون جنبا او یکون علی غیر طھر او لم یذکر اللہ عز و جل حقیقۃ ذکرہ فانھا تخلف و تبطیء علی صاحبھا

انسان جھوٹا خواب رات کے ابتدائی حصہ میں دیکھتا ہے ـ ـ ـ لیکن دو تہائی رات کے بعد دیکھے جانے والا خواب سچا ہوتا ہے ـ ـ ـ اور دو تہائی رات کے گزرنے سے مراد سحر کے وقت سے کچھ پہلے کا وقت ہے کہ جس میں خواب جھوٹا نہیں ہوتا، مگر یہ کہ سونے والا شخص مجنب یا ناپاک ہو یا اس نے اس طرح اللہ کا ذکر نہ کیا ہو کہ جو ذکر کرنے کا حق ہے تو اس صورت میں خواب جھوٹا ہو سکتا ہے یا پھر اس کی تعبیر دیر سے واقع ہوتی ہے (بحار الانوار جلد ۵۸ ص ۱۹۳، کافی جلد ۸ صفحہ ۹۱)۔

لیکن اگر کوئی شخص خواب میں رسولؐ گرامی قدر یا ائمہ اطہار علیہم السلام کو دیکھے تو گویا اس نے انہی کو دیکھا ہے، رسولؐ گرامی قدر اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

من رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لا یتمثل بی

جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا چونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا (دار السلام جلد ۱ صفحہ ۱۹)، دوسری حدیث میں حضورؐ نے فرمایا:

لایتمثل بی فی النوم و لا الیقظۃ ولا باحد من اوصیائی الی یوم القیامۃ

قیامت تک شیطان نہ خواب میں اور نہ ہی بیداری میں، نہ میری اور نہ میرے اوصیاء میں سے کسی کی شکل اختیار کر سکتا ہے (دار السلام جلد ۱ صفحہ ۵۹)۔

لیکن ایک بات قابل غور ہے کہ خواب میں دیکھے گئے اشارات سے حکم شرعی حاصل نہیں کیا جا سکتا بالخصوص اس وقت کہ جب وہ خواب حکم شرعی کے مخالف ہو چونکہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

ان دین اللہ تبارک و تعالی اعز من ان یری فی النوم

خدا کے دین کی شان اس سے بڑھ کر ہے کہ اس کی بنیاد ایک خواب پر ہو (بحار الانوار جلد ۵۸، صفحہ ۲۳۷)۔

خواب کی حقیقت

عام طور سے خواب کی حقیقت کے متعلق دو نظریات پائے جاتے ہیں وہ محققین جو روح کے وجود کی تردید کرتے ہیں وہ خواب کو عقل سے مربوط جانتے ہیں اس نظریہ کو مادی نظریہ کہا جاتا ہے، جبکہ صاحبان ایمان خواب کو روح کی طرف نسبت دیتے ہیں جسے روحی نظریہ سے جانا جاتا ہے، پہلا گروہ اپنی بات کو پایۂ ثبوت تک پہنچانے کے لئے جو دلیل پیش کرتا ہے وہ صرف یہی ہے کہ خواب میں انسان وہ سب کچھ دیکھتا ہے کہ جو روز مرہ کی زندگی میں اس پر گزرتی ہے جبکہ ان کی یہ دلیل کئی اعتبار سے قابل تردید ہے۔

مذکورہ نظریہ کی تردید میں سب سے پہلے یہ کہنا ہوگا کہ خواب کبھی ماضی، کبھی حال اور کبھی مستقبل سے تعلق رکھتا ہے لہذا اگر خواب کا تعلق صرف عقل سے ہو تو اس صورت میں خواب صرف ان چیزوں کے بارے میں آنے چاہئیں کہ جن کا تعلق ماضی یا حال سے ہے، لیکن بہت سارے لوگ ایسے ہیں کہ جو خواب میں آیندہ رونما ہونے والے واقعات و حادثات کو دیکھ لیتے ہیں کہ جو بالکل اسی طرح پورے ہوتے ہیں، یہاں تک کہ بعض افراد اپنی موت اور مرنے کے مقام یا مرنے کے سبب کو بھی خواب میں دیکھ لیتے ہیں لہذا اگر خواب آیندہ کی خبر دے تو اس کا تعلق عقل سے نہیں ہوسکتا کیونکہ عقل صرف ماضی اور حال کے حالات کے علاوہ مستقبل کے حالات کو درک کرنے سے معذور ہے، لہذا اسلامی اعتبار سے خواب کا تعلق عقل اور روح دونوں سے ہے بس اس فرق کے ساتھ کہ روح خواب دیکھتی ہے اور عقل اس خواب کو یاد رکھتی ہے۔

سونے کی حالت میں روح کے بدن سے جدا ہونے کو اللہ تعالی نے قرآن مجید میں بیان فرمایا:

اللہ یتوفی الانفس فی موتھا و التی لم تمت فی منامھا فیمسک الذی قضی علیھا الموت و یرسل الاخری الی اجل مسمی

اللہ ہی ہے جو روحوں کو موت کے وقت اپنی طرف بلا لیتا ہے اور جو نہیں مرتے ہیں ان کی روحوں کو بھی نیند کے وقت طلب کرلیتا ہے اور پھر جس کی موت کا فیصلہ کرلیتا ہے اس کی روح کو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقررہ مدت کے لئے آزاد کردیتا ہے، اس بات میں صاحبان فکر و نظر کے لئے بہت سی نشانیاں پائی جاتی ہیں (زمر، آیت ۴۲)، اس آیت کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ سوتے وقت انسان کی روح بدن سے خارج ہو جاتی ہے اور

ماضی، حال اور مستقبل میں سفر کرتی ہے جس کی معلومات کا انعکاس انسان کی عقل پر ہوتا ہے اور اس طرح انسانی دماغ میں وہ خواب محفوظ ہو جاتا ہے، امام صادق علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

ان المومن اذا نام خرجت من روحه حركة ممدودة صاعدة الى السماء، اما ترى الشمس فى السماء فى موضعها و ضوؤها و شعاعها فى الارض، فكذالك الروح اصلها فى البدن و حركتها ممدودة

بیشک جب مومن سوتا ہے تو اس کی روح کی شعائیں آسمان کی طرف حرکت کرتی ہیں، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ سورج آسمان میں ہے لیکن اسکی روشنی زمین پر، بالکل اسی طرح جب انسان سوتا ہے تو اسکی روح بدن اور اسکی شعائیں آسمانوں میں ہوتی ہے۔

خواب کسے بیان کیا جائے؟

خواب کسی ایسے شخص کو بتانا چاہیے کہ جو عالم، پرہیزگار اور خواب دیکھنے والے کے حالات سے باخبر ہو، اور جب ایسے شخص سے خواب بیان کیا جائے تو اسے خواب کی ساری تفاصیل بھی بتائی جائیں، ان تمام شرائط کی طرف کم و بیش حضورؐ نے اشارہ فرمایا ہے، ایک حدیث میں رسولؐ گرامی قدر فرماتے ہیں:

لا تُقُصَن رؤياك الا على عالم او ناصح اپنے خواب کو سوائے عالم یا نصیحت کرنے والے کے بیان نہ کرو (میزان الحکمۃ جلد ۳ صفحہ ۱۸)، اسی طرح سے کسی اور حدیث میں حضورؐ نے فرمایا:

الرؤيا لا تُقَصَن الا على مؤمن خلا من الحسد

صرف اس مومن کو اپنا خواب بیان کرو کہ جو دوسروں سے حسد نہیں کرتا (بحار الانوار جلد ۶۱، صفحہ ۱۷۴)۔

یہ تھے وہ تمام مطالب کہ جن کا تعلق سونے یا پھر خواب سے تھا اب ہم اس مقام پر حسینیؑ دائرۃ المعارف کی کتاب 'رؤیا، مشاہدات و تاویل' (جو ۵۲۸ صفحات پر مشتمل ہے اور ۲۰۰۰ عیسوی کو چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے) میں موجود ان خوابوں کا تذکرہ کرتے ہیں کہ جنہیں امام حسین علیہ السلام نے اپنی حیات طیبہ میں دیکھا تھا، اس کتاب کی پہلے باب میں مصنف آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے امام حسین علیہ السلام کے خوابوں کو بیان فرمایا ہے، جس کے بعد دوسرے اور تیسرے باب میں ان خوابوں کا تذکرہ ہے کہ جنہیں معصومین علیہم السلام یا ان کے علاوہ دیگر افراد

نے امام حسین علیہ السلام کے متعلق دیکھا ہے، قابل ذکر بات یہ ہے کہ ہر خواب کے آخر میں مصنف نے خواب کی تعبیر کو بھی بیان فرمایا ہے، لہذا ہم اس مقام پر ہر باب میں موجود بعض خوابوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

پہلا باب (وہ خواب کہ جو امام حسین علیہ السلام نے دیکھے)

۱۔ بروز جمعہ، ۲۷ رجب سنہ ۶۰ھ کی شام:

ابن اعثم کوفی روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ ابن زبیر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا، ولید ابن عتبہ والی مدینہ نے ہمیں چند بار قاصد کے ذریعہ بلا بھیجا ہے، کیا آپ کو خبر ہے کہ اس پیغام کے پیچھے کونسا راز پوشیدہ ہے؟ یہ سن کر امام عالی مقام نے فرمایا: اے عبد اللہ ابن زبیر کل شام میں نے خواب میں دیکھا کہ معاویہ کا منبر اس کے سر پر الٹ گیا ہے اور اس کے گھر میں آگ جل رہی ہے جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ یہ خواب اس کی موت کی خبر ہے، یہ سن کر عبد اللہ بن زبیر نے کہا، اللہ کرے ایسا ہی ہو۔

۲۔ بروز اتوار ۲۹ رجب المرجب سنہ ۶۰ھ کی سحر:

ابن اعثم کوفی اور دیگر مورخین نقل کرتے ہیں کہ ۲۹ رجب کی سحر کا وقت تھا کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے سر اقدس کو قبر رسولؐ پر رکھا اور آپ کو آنکھ لگ گئی، خواب میں آپ نے حضورؐ کو ملائکہ کے ایک گروہ کے ساتھ آتا ہوا دیکھا کہ جو آپ کے چاروں طرف تھے، حضورؐ قریب ہوئے اور آپ نے امام حسینؑ کو سینے سے لگاتے ہوئے آپ کی پیشانی کے بیچ بوسہ لے کر فرمایا: اے میرے محبوب حسینؑ میں دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب آپ اپنے خون میں نہائیں گے، اور سرزمین کربلا پر میری امت کے ایک گروہ کے سامنے آپ کو ذبح کیا جائے گا، اس حال میں کہ آپ پیاسے ہونگے اور کوئی آپ کو پانی پلانے والا نہ ہوگا، وہ گروہ اپنے اس عمل کے ذریعہ میری شفاعت کا خواہاں ہوگا، لیکن اللہ قیامت کے دن انہیں میری شفاعت سے محروم رکھے گا، اور اللہ کے نزدیک ان کے لئے کسی قسم کی پاداش نہ ہوگی۔

اے میرے چھیتے حسینؑ، بیشک آپ کے بابا، مادر گرامی، اور بھائی سب کے سب میرے ساتھ ہیں اور آپ کی زیارت کے مشتاق ہیں، جنت میں آپ کے لئے عظیم درجات ہیں کہ جن تک آپ شہادت کے بعد فائز ہونگے، یہ سنکر امام حسین علیہ السلام نے خواب ہی میں حضورؐ سے فرمایا: یا رسولؐ اللہ مجھے دنیا کی طرف لوٹ کر جانے کی تمنا نہیں ہے لہذا اسی خواب سے مجھے اپنے پاس بلالیجئے، یہ سن کر حضورؐ نے عرض کی: اے حسینؑ آپ کو خواب سے بیدار ہوکر شہادت کے درجہ پر فائز ہونا ہوگا، جس میں اللہ تعالی نے آپ کے لئے ثواب عظیم رکھا ہے، بیشک آپ کے والد و مادر گرامی، بھائی، چچا اور چچا زاد بھائی سب کے سب ایک ساتھ قیامت میں محشور ہونگے، یہاں تک کہ وہ سب ایک ساتھ بہشت میں وارد ہونگے، یہ سن کر امام حسین علیہ السلام خواب سے بیدار ہوئے اور اپنے خواب کو اہلبیت حرم کے سامنے بیان فرمایا جسے سن کر وہ اس طرح مغموم ہوئے کہ اس دن پوری کائنات میں کوئی اس قدر مغموم نہ ہوا ہوگا۔

۳۔ بروز اتوار ۲۹ رجب المرجب سنہ ۶۰ھ کی شام:

ابو مخنف روایت کرتے ہیں امام حسین علیہ السلام چند لمحوں کے لئے سوئے تھے کہ خواب میں آپ نے نانا رسولؐ اللہ کو دیکھا کہ وہ آپ کو سلام کرکے فرمارہے ہیں کہ اے میرے فرزند آپ کے والد و مادر گرامی اور بھائی سب میرے ساتھ ابدی مقام (دار الحیوان) میں ہیں اور آپ کے دیدار کے مشتاق ہیں لہذا جلدی ہماری جانب چلے آؤ اور اے میرے فرزند یہ بھی جان لو کہ جنت میں آپ کے لئے ایک مقام ہے جو نور خدا سے مملو ہے جس مقام پر آپ شہادت کے بعد فائز ہونگے، اور عنقریب آپ ہمارے پاس تشریف لانے والے ہیں۔

۴۔ ۸ ذی الحجہ سنہ ۶۰ھ بمقام مکہ، شب منگل:

ابن طاوس[1] نقل کرتے ہیں کہ ایک روز محمد بن حنفیہ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لجام فرس کو تھام کر فرمایا؟ کیا وجہ ہے کہ آپ سفر کو نکل چلے ہیں؟ امام نے فرمایا: رسولؐ گرامی قدر میرے خواب میں تشریف لائے تھے اور انہوں نے فرمایا:

یا حسین اخرج فان الله قد شاء ان یراک قتیلا

اے حسینؑ آپ قیام کریں چونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو مقتول دیکھنا چاہتا ہے، یہ سن کر محمد حنفیہ نے کہا انا لله و انا الیه راجعون، پھر محمد حنفیہ نے سوال کیا اگر آپ کے سفر کا مقصد شہادت کا حصول ہے تو پھر شاہ زادیوں کو ساتھ لے جانے کی کیا وجہ ہے؟ امام نے فرمایا:

ان الله قد شاء ان یراهن سبایا

اللہ تعالیٰ انہیں اسیر دیکھنا چاہتا ہے۔

۵۔ ۱۲ ذی الحجہ سنہ ۶۰ھ، شب ہفتہ:

ابو مخنف روایت کرتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام کو جناب مسلم ابن عقیل کی خبر نہ مل سکی تو آپ بے چین ہوئے اور اس بیقراری کی کیفیت کو اہلبیتؑ حرم سے بیان کرتے ہوئے انہیں حکم دیا کہ وہ امام کے ساتھ مدینے واپس لوٹیں، امام مع چند افراد کے مدینہ میں وارد ہوئے، قبر رسولؐ پر تشریف لے گئے، نانا کے روضہ کی زیارت کی، اس موقع جب آپ پر نیند کا غلبہ ہوا تو آپ نے خواب میں رسولؐ اللہ کو دیکھا کہ حضورؐ نے فرمایا:

یا ولدی العجل العجل، الوحا الوحا فبادر الینا فنحن مشتاقون الیک

اے میرے فرزند جلد اور شتاب کے ساتھ ہماری طرف چلے آؤ کیونکہ ہم سب تمہاری زیارت کے مشتاق ہیں۔

---

[1] ۔ آپ کا نام علی بن موسیٰ بن احمد بن محمد بن محمد بن طاوس الحسنی الحسینی تھا، آپ کی ولادت سنہ ۵۸۹ھ اور وفات سنہ ۶۶۴ھ کو ہوئی۔

۶۔ ۱۹ ذی الحجہ سنہ ۶۰ھ بمقام ثعلبیہ، بروز ہفتہ:

ابن طاووس نقل فرماتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام ظہر کے وقت مقام ثعلبیہ پر پہنچے تو کچھ دیر کے لئے آپ کی آنکھ لگ گئی جس کے بعد آپ بیدار ہوئے اور فرمایا کہ منادی نے ابھی ابھی ندا دیتے ہوئے کہا:

انتم تسرعون و المنایا تسرع بکم الی الجنۃ

آپ لوگ بڑی تیزی سے حرکت کر رہے ہیں اور موت لوگوں کے پیچھے ہے جو آپ سب کو جنت تک پہنچانے میں شتاب زدہ ہے، یہ سنکر جناب علی اکبر نے فرمایا:

یا ابہ افلسنا علی الحق؟

اے بابا کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ امام نے فرمایا بیٹا اس خدا کی قسم کہ جس کی جانب تمام انسانیت کی بازگشت ہے ہم حق پر ہیں، یہ سنکر جناب علی اکبر نے فرمایا:

یا ابہ لا نبالی بالموت

اے بابا پھر ہمیں موت کی پرواہ نہیں ہے، یہ سن کر امام نے دعائیہ جملوں میں فرمایا:

جزاک اللہ یا بنی خیر ما جزا ولدا عن والد

اے بیٹا خدا آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے جو کہ ایک باپ کی جانب سے اس کی اولاد کے لئے ہوتی ہے۔

۷۔ ۲۲ ذی الحجہ سنہ ۶۰ھ بمقام بطن العقبہ، بروز منگل بوقت شام:

ابن قولویہ[1] روایت فرماتے ہیں کہ جس وقت امام حسین علیہ السلام بمقام بطن العقبہ (کہ جسے عقبۃ البطن بھی کہتے ہیں) پر پہنچے تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا عنقریب مجھے شہید کیا جائے گا، جب اصحاب نے اس گفتار کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا:

رأیت کلابا تنھشنی اشدھا علی کلب ابقع

---

[1]۔ آپ کا نام جعفر بن محمد بن جعفر بن موسی بن قولویہ تھا، آپ کی ولادت تیسری صدی ہجری، اور وفات سنہ ۳۶۷ھ کو ہوئی۔

میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ کچھ کتے مجھ پر حملہ آور ہیں اور ان میں سے ایک کتا کہ جس پر سفید و سیاہ داغ ہیں وہ مجھ پر شدید حملے کر رہا ہے۔

۸۔ ۲۵ ذی الحجہ سنہ ۶۰ھ بروز جمعہ بوقت ظہر:

شیخ صدوق[1] روایت کرتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام بمقام عذیب وارد ہوئے، تو ظہر سے قبل آپ نے قیلولہ فرمایا، خواب سے بیدار ہوتے ہی آپ نے گریہ کیا جب آپ کے فرزند نے پوچھا بابا جان گریہ کا کیا سبب ہے؟ تو آپ نے فرمایا بیٹا یہ وہ وقت کہ جس کا خواب کبھی جھوٹا نہیں ہوتا، میں نے خواب میں سنا کہ ایک منادی کہہ رہا ہے:

انتم تسرعون السیر و المنایا تسرعون بکم الی الجنۃ

تم تیزی سے سفر کر رہے ہو جبکہ موت تمہیں تیزی سے جنت پہنچانے کی مشتاق ہے۔

۹۔ ۲۸ ذی الحجہ سنہ ۶۰ھ بروز پیر بوقت صبح:

شیخ مفید[2] بیان فرماتے ہیں کہ جس وقت امام حسین علیہ السلام قصر بنی مقاتل سے گزرے تو کچھ وقت کے بعد پشت فرس پر آپ پر غنودگی طاری ہوئی، جب افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا:

انا للہ و انا الیہ راجعون و الحمد للہ رب العالمین

آپ نے اس کلام کی دو یا تین بار تکرار کی، یہ سن کر جناب علی اکبر نے اپنے گھوڑے کو امام کے گھوڑے سے قریب کیا اور فرمایا بابا جان اس کلمہ استرجاع اور حمد باری تعالیٰ کی کیا وجہ تھی؟ تو امام نے فرمایا کہ ابھی ابھی مجھ پر غنودگی طاری ہوئی تو میں نے دیکھا کہ ایک سوار میرے سامنے رونما ہوا اور اس نے مجھ سے کہا:

القوم یسیرون والمنایا تسیر الیھم فعلمت انھا انفسنا نعیت الینا

1۔ آپ کا نام محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی تھا، آپ کی ولادت سنہ ۳۰۶ھ اور وفات ۳۸۱ھ کو ہوئی۔

2۔ آپ کا نام محمد بن محمد بن النعمان العکبری تھا، آپ کی ولادت سنہ ۳۳۸ھ اور وفات سنہ ۴۱۳ھ کو ہوئی۔

یہ قوم سفر کر رہی ہے جب کہ ان کی موت بھی ان کے پیچھے پیچھے سفر کر رہی ہے، بیشک یہ ہماری موت کی خبر ہے کہ جو ہمیں دی گئی ہے، یہ سن کر جناب علی اکبر نے فرمایا:

یا ابة لا اراک الله سوءا، السنا علی الحق

بابا جان خدا آپ کو ہر شر سے محفوظ فرمائے، کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ یہ سن کر امام نے فرمایا:

بلی، و الذی الیه مرجع العباد

اس خدا کی قسم کہ جس کی طرف ہر ایک بندہ کی بازگشت ہے بیشک ہم حق پر ہیں، یہ سن کر جناب علی اکبر نے فرمایا:

فاننا لا نبالی ان نموت محقین

چونکہ ہماری موت حق پر ہے لہذا ہمیں موت کی پرواہ نہیں۔

۱۰۔ ۹ محرم الحرام سنہ ۶۱ھ، بروز جمعرات، بوقت عصر، بمقام کربلاء معلی:

شیخ مفید بیان فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام ۹ محرم کو عصر کے وقت اپنے خیمہ کے سامنے تلوار کے سہارے زانو پر سر رکھے آرام فرمارہے تھے، اتنے میں جناب زینبؑ نے ایک بلند آواز سنی تو خوفزدہ بھائی کے قریب ہوئیں اور پوچھا اے بھائی یہ بلند آواز کیسی تھی؟ امام علیہ السلام نے اپنے سر کو بلند کرتے ہوئے فرمایا: ابھی میں نے خواب میں نانا رسولؐ اللہ کو دیکھا وہ فرمارہے تھے کہ اے حسینؑ عنقریب آپ ہمارے پاس تشریف لائیں گے۔

۱۱۔ ۱۰ محرم الحرام سنہ ۶۱ھ، بروز جمعہ، بوقت سحر، بمقام کربلاء معلی:

ابن شہر آشوب[1] بیان فرماتے ہیں کہ روز عاشوراء بوقت سحر امام حسین علیہ السلام پر غنودگی طاری ہوئی جس کے بعد آپ بیدار ہوئے تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: میں نے ابھی ابھی اپنے خواب میں دیکھا ہے کہ چند کتوں نے مجھ پر حملہ کیا ہے جس میں سے سیاہ و سفید رنگ کا کتا بڑی شدت کے ساتھ مجھ پر حملہ آور ہے جس سے اندازہ یہ ہوتا ہے

[1]- آپ کا نام محمد بن علی بن شہر آشوب السروی تھا، آپ کی ولادت سنہ ۴۸۹ھ اور وفات سنہ ۵۸۸ھ کو ہوئی۔

کہ میرا قاتل برص کی بیماری میں مبتلا ہے، پھر میں نے خواب میں نانا رسولؐ اللہ کو ان کے بعض اصحاب کے ساتھ دیکھا، حضورؐ نے مجھ سے فرمایا: اے حسینؑ آپ شہید آل محمدؐ ہیں، آسمان اعلی وادنی میں رہنے والے آپ کو شہادت کی بشارت دے رہے ہیں، آج رات آپ ہمارے یہاں افطار کریں گے، لہذا جلد ہمارے پاس چلے آئیں، یہ فرشتہ ہے کہ جو آسمان سے نازل ہوا ہے یہ آپ کے خون کو سبز بوتل میں جمع کرے گا، امام حسین علیہ السلام نے اس خواب کے بیانِ کرنے کے بعد فرمایا کہ بیشک میری شہادت مجھ سے قریب ہے اور کچھ ہی دیر میں مجھے اس دنیا سے رخصت ہونا ہے۔

۱۲۔ ۱۰ محرم الحرام سنہ ۶۱ھ، بروز جمعہ، بوقت صبح، بمقام کربلاء معلی:

مورخ طریحی[1] بیان فرماتے ہیں کہ روز عاشوراء جب جنات امام حسین علیہ السلام کی مدد اور نصرت کے لئے آئے تو آپ نے ان سے فرمایا، میں اپنے نانا رسولؐ اللہ کی مخالفت نہیں کرسکتا چونکہ انہوں نے مجھے جلد از جلد ملحق ہونے کا حکم فرمایا ہے، میں نے کچھ دیر پہلے نانا رسولؐ اللہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرمارہے تھے:

یا حسین ان اللہ عز وجل قد شاء ان یراک مقتولا، ملطخا بدمائک، مخضبا شیبک بدمائک، مذبوحا من قفاک، و قد شاء اللہ ان یری حرمک سبایا علی اقطاب المطایا و انی واللہ اصبر حتی یحکم اللہ بامرہ وھو خیر الحاکمین

اے حسینؑ، اللہ تعالی آپ کو شہید، خون میں غلطاں، اپنے ہی خون میں ڈاڑھی سے خضاب شدہ، اور گردن سے ذبح شدہ دیکھنا چاہتا ہے، اور وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ آپ کے اہل حرم اونٹ پر اسیر بنائے جائیں، اور بیشک میں اس حال میں صبر کرتا ہوں یہاں تک کہ اللہ فیصلہ فرمائے اور وہ بہترین حکم کرنے والا ہے۔

امام عالی مقام نے اس خواب کے بیان سے جنات کی مدد کو رد فرما دیا۔

---

[1]۔ آپ کا نام فخرالدین بن محمد بن علی بن احمد المسلمی الاسدی تھا، آپ کی ولادت سنہ ۹۷۹ھ اور وفات سنہ ۱۰۸۵ھ کو ہوئی، آپ شیعہ امامی تھے جو نجف اشرف میں پیدا ہوئے اور اسی شہر میں وفات پاگئے، آپ کی تالیفات میں کتاب مجمع البحرین، غریب القرآن، غریب الحدیث نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔

دوسرا باب (وہ خواب کہ جو امام حسین علیہ السلام کی حیات طیبہ میں آپ کے متعلق دیکھے گئے)

۔۱۔ ماہ صفر سنہ ۴ھ:

ابن طاووس اور دیگر مورخین نقل فرماتے ہیں کہ ایک روز ام الفضل زوجۂ عباس بن عبد المطلب نے رسولؐ اللہ سے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کے بدن کا ایک حصہ آپ سے جدا ہوکر میری آغوش میں آگیا ہے، رسولؐ گرامی قدر نے فرمایا کہ تمہارا خواب سچا ہے بیشک عنقریب فاطمہؑ کے بطن سے ایک فرزند پیدا ہوگا کہ جن کی رضاعت آپ کے سپرد ہوگی۔

۲۔ ماہ صفر سنہ ۴ھ:

شیخ صدوق بیان فرماتے ہیں کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک روز جناب ام ایمن کے پڑوسی رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ کل ساری رات جناب ام ایمن گریہ فرما رہی تھیں، حضورؐ نے یہ سن کر جناب ام ایمن سے ماجرا دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کل رات میں نے بڑا عجیب و غریب خواب دیکھا ہے کہ آپ کے بعض اعضائے بدن میرے گھر میں موجود ہیں، یہ سنکر رسولؐ اللہ نے انھیں دعا دی اور فرمایا عنقریب بطن فاطمہؑ سے حسینؑ نامی فرزند پیدا ہوگا کہ جن کی آپ پرورش فرمائیں گی، جب امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا گیا اور ام ایمن نے آپ کو کپڑے میں لپیٹ کر رسولؐ اللہ کی خدمت میں پیش کیا تو حضورؐ نے فرمایا: حامل و محمول دونوں کو مبارک ہو اور اے ام ایمن یہی آپ کے خواب کی تعبیر ہے۔

۳۔ دس ہجری:

ایک روز ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ زوجۂ ابوسفیان عائشہ کے پاس آکر کہنے لگی کہ میں نے ایک خواب دیکھا کہ جسے میں رسولؐ اللہ سے بیان کرنا چاہتی ہوں، عائشہ نے کہا کہ تم اپنا خواب مجھ سے بیان کرو تاکہ میں خود اسے رسولؐ اللہ تک

منتقل کروں، ہندہ نے کہا کہ میں نے خواب میں ایک درخشاں سورج دیکھا جس کا نور سارے عالم میں چھایا ہوا تھا، پھر اس سورج سے ایک منور چاند وجود میں آیا جس کا نور بھی ساری دنیا پر چھاگیا، پھر اس چاند سے دو ستارے نمودار ہوئے جن کی روشنی مشرق و مغرب میں پھیل گئی، پھر میں نے دیکھا کہ رات کی تاریکی کی مانند ایک سیاہ ابر نمودار ہوا جس سے ایک سیاہ رنگ کا سانپ متولد ہوا، جس نے ان دونوں ستاروں کو ڈس کر نگل لیا، اس منظر کو دیکھ کر لوگ گریہ کرنے لگے۔

جب عائشہ نے یہ خواب حضورؐ سے بیان کیا تو آنحضرتؐ کے چہرے کا رنگ بدلا اور آپ نے گریہ کرتے ہوئے فرمایا: اے عائشہ اس خواب میں سورج میں، قمر فاطمہؑ، دو ستارے حسنین علیہم السلام ہیں، اور سیاہ ابر سے معاویہ اور سانپ سے مراد یزید بن معاویہ لعنۃ اللہ علیہ ہے۔

۴۔ تقریباً سنہ ۱۱ھ:

محمد بن موسی دمیری (ولادت سنہ ۷۴۲ھ، وفات سنہ ۸۰۸ھ) بیان کرتے ہیں ایک روز امام صادق علیہ السلام سے خواب کی تاویل کی تاخیر کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا بعض خوابوں کی تعبیر پچاس سالوں کے بعد پوری ہوتی ہے، کیونکہ رسولؐ اللہ نے ایک دن خواب دیکھا کہ ایک سیاہ وسفید رنگ کا کتا آپ کے خون کو چاٹ رہا ہے، رسولؐ اللہ نے فرمایا اس خواب سے مراد شمر ذی الجوشن (مبروص) کا میرے فرزند حسینؑ کو شہید کرنا ہے، حضورؐ کا یہ خواب پچاس سال کے بعد سنہ ۶۱ھ میں پورا ہوا۔

۵۔ ۷ شوال سنہ ۳۶ھ:

امام حسین علیہ السلام نقل فرماتے ہیں کہ ہم بابا علیؑ ابن ابیطالب اور بھائی حسنؑ کے ساتھ صفین کے راستہ میں وارد سرزمین کربلا ہوئے، حضرت امیرؑ نے اپنے سر کو بھائی حسنؑ کی آغوش میں رکھا اور کچھ دیر آرام کرنے لگے، بابا خواب سے روتے ہوئے بیدار ہوئے اور فرمایا کہ میں نے ابھی اس وادی کربلا میں خون کا دریا دیکھا ہے کہ جس میں حسینؑ غرق ہو

رہے ہیں وہ مدد کو پکارتے ہیں لیکن کوئی ان کی نصرت نہیں کرتا، پھر امام عالی مقام نے امام حسین علیہ السلام سے پوچھا کہ اے بیٹا جب یہ واقعہ رونما ہوگا تو آپ کیا کریں گے تو امام حسینؑ نے فرمایا، بابا جان میں اس وقت صرف صبر سے کام لوں گا۔

پھر امام عالی مقام نے یہی خواب ابن عباس کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اے ابن عباس میں نے ابھی کچھ لوگوں کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا کہ جن کے ہاتھ میں سفید پرچم اور سفید و براق تیز تلواریں تھیں، انہوں نے اپنی تلواروں کے ذریعہ حدود کربلا کو معین فرمایا، پھر میں نے دیکھا کہ اس مقام کے درختوں کی شاخیں زمین میں گڑھ گئی ہیں جس کی وجہ سے زمین سے تازہ اور بے حد سرخ رنگ کا خون نکل رہا ہے جس میں میرا لال و پارۂ جگر حسینؑ غرق ہو رہا ہے، جو لوگوں کو مدد کے لئے پکارتا ہے لیکن کوئی بھی اس کی مدد و نصرت نہیں کرتا، اور وہ جو خوبصورت جوان آسمان سے اترے تھے وہ ندا دیتے ہیں کہ اے آل رسولؐ اس وقت صبر سے کام لیں، گرچہ امت کے شریر ترین لوگ آپ کو قتل کر رہے ہیں، لیکن اے حسینؑ یہ جنت آپ کے دیدار کی مشتاق ہے، پھر وہ مجھے تعزیت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے ابو الحسنؑ اللہ تعالی اس شہادت کے بدلے آپ کو قیامت میں سرخرو فرمائے وہ دن کہ جس کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا **یوم یقوم الناس لرب العالمین** وہ دن کہ جب تمام لوگ اللہ تعالی کی بارگاہ میں پیش کئے جائیں گے (مطففین، آیت ۶)، اے ابن عباس یہ وہی خواب ہے کہ جس کی خبر مجھے صادق و مصدق رسولؐ نے دی تھی کہ میں اس خواب کو اہل بغاوت سے جنگ کے راستہ میں دیکھوں گا، بیشک یہ زمین کرب و بلاء ہے کہ جس میں میرا حسینؑ اور میری اولاد سے ۱۷ جوان دفن کئے جائیں گے، یہ زمین آسمانوں میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس (مسجد اقصی) کی طرح مشہور و معروف ہے۔

۶۔ ۹ محرم الحرام سنہ ۶۱ھ، بوقت شام بمقام کربلا:

ابن اثیر[1] بیان فرماتے ہیں کہ روز عاشوراء جناب حر بن یزید ریاحی امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یابن رسولؐ اللہ میں نے کل خواب میں اپنے بابا کو دیکھا، انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ اے حر کیا کر رہے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ میں نے امام حسین علیہ السلام کا راستہ روکا ہے، جس پر یزید ریاحی نے کہا وائے ہو تجھ پر کہ تو نے رسولؐ کے فرزند کا راستہ روکا۔

اسی طرح کی ایک اور روایت کتاب وسیلۃ الدارین صفحہ ۲۷۱ میں وارد ہوئی ہے جس میں مذکورہ بیان کے بعد یزید بن ریاحی نے اپنے فرزند سے فرمایا کہ اے حر اگر تم ابدی عذاب کا مزہ چکھنا چاہتے ہو تو رسولؐ کے فرزند سے جنگ کرو لیکن اگر یہ چاہتے ہو کہ حسینؑ کے جد روز قیامت تمہاری شفاعت کریں اور تم ان کے ساتھ محشور ہو، تو حسینؑ کی مدد اور نصرت کرو۔

تیسرا باب (وہ خواب کہ جو امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپ کے متعلق دیکھے گئے)۔

۱۔ ۱۰ محرم الحرام سنہ ۶۱ھ، بروز جمعہ، بمقام مدینہ:

ابن شہر آشوب بیان کرتے ہیں کہ دس محرم سنہ ۶۱ھ کو ابن عباس اپنے گھر میں آرام فرما رہے تھے، اتنے میں انہوں نے جناب ام سلمہ کے گھر سے رونے کی آواز سنی اور انہیں یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے عبدالمطلب کی بیٹیو میرے ساتھ حسینؑ شہید پر گریہ کرو، کیونکہ ابھی ابھی تمہارے آقا و مولا شہید کر دیئے گئے، جب جناب ام سلمہ سے پوچھا گیا کہ آپ کو اس بات کا علم کیسے ہوا؟ تو آپ نے فرمایا ابھی ابھی میں نے رسولؐ اللہ کو اپنے خواب میں دیکھا اس حالت میں کہ آپ کے بال پریشان تھے (بروایت دیگر آپ کی داڑھی اور سر کے بال غبار آلود تھے)، میں نے جب حضورؐ کا یہ حال

---

[1]۔ آپ کا نام علی بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری تھا، آپ کی ولادت سنہ ۵۵۵ھ اور وفات سنہ ۶۳۰ھ کو ہوئی۔

دیکھا تو آنحضرتؐ نے فرمایا میرا بیٹا حسینؑ اور اس کے اہلبیتؑ ابھی ابھی شہید کئے گئے ہیں، بروایت بحرانی[1] جب جناب ام سلمہ خواب سے بیدار ہوئیں اور انھوں نے اس بوتل کو دیکھا کہ جس میں کربلا کی مٹی تھی تو وہ خون میں تبدیل ہو چکی تھی۔

۲۔ ۱۰ محرم الحرام سنہ ۶۱ھ بروز جمعہ، بمقام مدینہ:

حاکم نیشاپوری[2] بسند ابن عباس بیان فرماتے ہیں کہ روز عاشور جناب ابن عباس گھر میں آرام فرما رہے تھے کہ ایک مرتبہ خواب میں آپ نے رسولؐ اللہ کو دیکھا کہ آپ کے سر اور ڈاڑھی کے بال پراگندہ اور غبار آلود ہیں اور آپ کے ساتھ ایک بوتل ہے کہ جس میں خون ہے، میں نے رسولؐ اللہ سے پوچھا کہ یا رسولؐ اللہ یہ آپ کے ہاتھ میں کیا ہے؟ تو حضورؐ نے فرمایا یہ حسینؑ اور ان کے اصحاب کا خون ہے۔

۳۔ ۱۰ محرم الحرام سنہ ۶۱ھ، بروز جمعہ، بمقام کربلاء:

مورخ خوارزمی بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ جو نابینا ہے، جس کے دونوں ہاتھ پیر کٹے ہوئے ہیں اور وہ اس عالم میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہا ہے کہ **رب نجنی من النار** اے پروردگار مجھے آگ سے نجات دیدے، جب اس سے پوچھا گیا کہ تیری حالت تو قابل رحم ہے پھر تو اللہ سے گڑگڑا کر آتش جہنم سے نجات کیوں مانگ رہا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا شمار امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں میں ہوتا ہے جب امام حسین علیہ السلام کے بدن سے تمام چیزوں کو غارت کر لیا گیا تو میں نے دیکھا کہ امام کا شلوار اور کمربند بڑا قیمتی ہے، میں نے چاہا کہ اس کمربند کو اتار

---

[1]۔ ہاشم بن سلیمان بن اسماعیل التوبلی الکتکانی، تاریخ وفات ۱۱۰۷ھ، آپ کا شمار شیعہ علماء اعلام سے ہوتا ہے، آپ بحرین میں متولد ہوئے اور آپ نے اسی شہر میں وفات پائی، آپ کی تالیفات میں کتاب اثبات الوصیہ، احتجاج المخالفین، اور کتاب الانصاف شامل ہیں۔

[2]۔ آپ کا نام محمد بن عبداللہ معروف بہ حاکم نیشاپوری تھا، آپ کی ولادت سنہ ۳۲۱ھ اور وفات سنہ ۴۰۵ھ کو ہوئی۔

لوں لہذا جیسے ہی میں نے ہاتھ بڑھایا تو امام نے اپنا داہنا ہاتھ کمربند پر رکھا، جب میں آپ کے ہاتھ کو ہٹا نہ سکا تو میں نے اسے کاٹ دیا، اور کمربند کی طرف پھر سے ہاتھ بڑھایا اس بار امام نے اپنا بایاں بازو کمربند پر رکھا تاکہ میں کمربند نہ اتار سکوں لیکن میں نے پرواہ نہ کی اور امام کا بایاں بازو بھی قطع کردیا، پھر میں نے شلوار اتارنے کی کوشش کی تو ایک زلزلہ رونما ہوا جس کی وجہ سے میں اپنے قصد سے منصرف ہوگیا، اسی وقت مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور عالم خواب میں میں نے دیکھا کہ رسولؐ اللہ بمعہ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ علیہم السلام تشریف لائے ہیں، سب نے باری باری سر حسینؑ کو اٹھایا یہاں تک کہ بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے اپنے دلبند کے سر کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا:

یا بنی قتلوک قتلهم الله

اے میرے فرزند جن دشمنوں نے تمہیں شہید کیا ہے اللہ انہیں قتل و غارت کرے، اس وقت امام کے سر سے آواز آئی (اے مادر گرامی) میرے سر کو شمر اور بازوؤں کو اس شخص نے کاٹا، اس وقت جناب فاطمہؑ نے مجھ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

قطع الله یدیک و رجلیک و اعمی الله بصرک و ادخلک النار الله

(اے شخص) اللہ تیرے ہاتھوں اور پیروں کو جدا کرے، تیری بینائی تجھ سے چھین لے اور تجھے آتش جہنم کا مزہ چکھائے، جب میں خواب سے بیدار ہوا تو فورا حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی بددعا میرے حق میں قبول ہوئی، میری بینائی چلی گئی، میرے دونوں ہاتھ پیر بدن سے جدا ہوگئے، اور اب آتش جہنم کی بد دعا باقی ہے اسی لئے میں اللہ سے دعا مانگ رہا ہوں کہ وہ مجھے بخش دے

۴۔ گیارہ محرم سنہ ۶۱ھ کی شب:

عیوف بنت مالک الاسدیہ کہ جنہیں عیوف تغلبیہ وقضائیہ بھی کہا جاتا ہے[1] نے جب اپنے شوہر خولی بن یزید الاصبحی کو ایک مقدس سر کو تنور میں رکھتے ہوئے دیکھا تو سوال کیا کہ یہ سر کس کا ہے؟ خولی نے اس سوال پر جسارت کے ساتھ جواب دیتے ہوئے کہا: یہ ایک خارجی کا سر ہے کہ جس نے عبید اللہ ابن زیاد پر خروج کیا تھا، جب خولی کی زوجہ نے نام دریافت کیا تو اس نے بتانے سے انکار کر دیا، جب رات ہوئی تو عیوف نے دیکھا کہ ایک نور ہے کہ جو زمین سے آسمان تک ہر جگہ چھایا ہوا ہے، وہ کہتی ہے کہ جیسے ہی میں تنور کے قریب گئی تو میں نے دیکھا کہ اسی سر مبارک سے نور ساطع ہے کہ جسے خولی نے تنور میں رکھا تھا، جس کے قریب قرآن مجید کی تلاوت کی آواز بھی آرہی تھی، آخری آیت جو میں نے سنی وہ آیہ و **سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون** تھی، میں نے یہ بھی دیکھا کہ اس مکان پر ملائکہ کی تسبیح و تحلیل کی آواز بلند ہے، میں خولی کے پاس آئی اور سوال کیا اے خولی یہ کس کا سر ہے، اس وقت خولی نے بتلایا کہ یہ سر حسینؑ بن علیؑ کا ہے، یہ سن کر عیوف غش کھا کر زمین پر گر پڑیں اور جب غش سے افاقہ ہوا تو آپ نے کہا اے شریر ترین مجوس و نصرانی، وائے ہو تجھ پر کہ تو نے محمدؐ آل محمدؐ کو ایذاء پہنچائی اور اب سر امام حسینؑ کے بدلے ابن زیاد سے انعام لینا چاہتا ہے؟ یہ کہہ کر وہ سر امام حسینؑ کی طرف دوڑیں اور سر مبارک کو اٹھا کر بڑے احترام سے آپ کے سر کو گرد و غبار سے صاف کرتے ہوئے کہا کہ اے حسینؑ مظلوم، اللہ لعنت کرے اس شخص پر کہ جس نے آپ کو قتل کیا ہے، اسی گریہ کے عالم میں عیوف پر نیند کا غلبہ ہوا اور آپ نے خواب میں دیکھا کہ گھر کی چھت پھٹی اور ہر جگہ نور سے منور ہوئی اتنے میں ایک سفید ابر وارد ہوا کہ جس میں سے دو بیبیاں باہر تشریف لائیں جنہوں نے سر امام حسین علیہ

---

[1] آپ خولی کی دوسری زوجہ تھیں، خولی کی پہلی زوجہ کا نام نوار بنت مالک بن عقرب الحضرمیہ یا المرضیہ تھا، بعض روایات کے مطابق خولی سر امام حسینؑ کو پہلے نوار بنت مالک کے گھر لے آیا، جب نوار نے پوچھا یہ کس کا سر ہے تو اس نے کہا یہ حسینؑ بن علیؑ کا سر ہے جس پر اس نے کہا اے خولی خدا تجھے تباہ کرے تو نے اپنے اس عمل سے محمدؐ و آل محمدؐ سے دشمنی مول لی، اب میں تیرے ساتھ نہیں رہ سکتی چونکہ اب نہ میں تجھے اپنا شوہر سمجھتی ہوں اور نہ ہی میں تیری زوجہ ہوں، یہ کہہ کر نوار نے عمود آہنین سے خولی کے سر پر مارا جس کے بعد خولی اپنی دوسری زوجہ عیوف کے گھر چلا آیا (الرؤیا و تاویل و مشاهدات جلد اول صفحہ ۲۹۲ حاشیہ ۲)۔

السلام کو اٹھایا اور گریہ کرنے لگیں، مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے پوچھا اے بی بی آپ کون ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا : اے مومنہ میں خدیجہ اور یہ میری بیٹی فاطمہ زہراؑ ہیں، ہم تیرے شکرگزار ہیں کہ تو نے میرے فرزند کی خوب مہمانوازی کی بیشک تیرا مقام درجہ قدس میں ہمارے ساتھ ہوگا، عیوف کہتی ہے کہ یہ خواب دیکھتے ہی میں بیدار ہوئی، جب صبح ہوئی تو خولی سر امام حسینؑ کو لینے آیا، عیوف نے خولی کو سر دینے سے انکار کیا اور فرمایا اے خولی تو مجھے طلاق دے دے، خدا کی قسم میں اور تو ایک ایک چھت کے نیچے نہیں رہ سکتے، خولی نے سر سپرد کرنے پر اصرار کیا اور عیوف انکار کرتی رہی جس کے بعد خولی نے اپنی ہی زوجہ کو قتل کرکے سر امام حسینؑ کو حاصل کیا۔

۵۔ تقریباً ۱۳ محرم سنہ ۶۱ھ

حر بن رباح قاضی نقل کرتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن رباح قاضی کو نابینا پایا، اس حال میں لوگ اس کے پاس آرہے تھے اور اس سے نابینائی کا سبب پوچھ رہے تھے، عبد اللہ بن رباح نے کہا کہ میرا شمار کربلاء میں ان دس لوگوں میں تھا کہ جنہوں نے صرف لشکر ابن زیاد میں شرکت کی لیکن انہوں نے کربلاء میں نہ کسی پر نیزہ مارا نہ تلوار چلائی اور نہ ہی کسی کی طرف تیر پھینکا، جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوگئے تو ہم سب گھر واپس ہوئے، میں نے نماز عشاء ادا کی اور سوگیا، عالم خواب میں ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے بڑی سختی کے ساتھ مجھے رسولؐ اللہ کی خدمت میں پیش کیا، میں نے دیکھا کہ حضورؐ صحرا میں تشریف فرما ہیں، آپ کے ہاتھ میں نیزہ ہے اور ایک فرش بچھایا گیا کہ جس پر مجرموں کو سزا دی جاتی ہے، اور کچھ فرشتے حضورؐ کے سامنے سزا دینے کے لئے تیار کھڑے ہیں، میں نے ان ۹ افراد کو بھی دیکھا کہ جو میرے ساتھ کربلاء میں موجود تھے، ملائکہ جیسے ہی ان پر ضربت لگاتے انہیں آگ اپنے لپیٹ میں لیتی اور وہ مرکر دوبارہ زندہ ہوجاتے، اس طرح سات مرتبہ ملائکہ نے انہیں سزا دی، اس وقت میں حضورؐ کے قریب ہوکر دو زانو بیٹھ گیا اور میں نے آپ کو سلام کیا، حضورؐ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا اور کچھ دیر بعد فرمایا: اے دشمن خدا تو نے میری ہتک حرمت کی، میری عترت کو قتل کیا، اور میرے حق کی رعایت نہیں کی، یہ سنکر میں نے حضورؐ سے کہا، یارسولؐ اللہ گرچہ میں کربلاء میں موجود تھا لیکن میں نے : تلوار چلائی نہ نیزہ مارا اور نہ ہی کوئی تیر پھینکا، حضورؐ نے فرمایا

تو نے سچ کہا لیکن تو نے دشمنان حسینؑ کے لشکر میں شامل ہو کر دشمن کے لشکر کی تعداد بڑھائی، پھر مجھے حضورؐ کے قریب لے جایا گیا جب میں قریب ہوا تو میں نے سامنے ایک طشت دیکھا کہ جس میں امام حسین علیہ السلام کا خون ہے، حضورؐ نے خون حسینؑ کو سرمہ کی طرح میری آنکھ میں لگایا، جب میں اس خواب سے بیدار ہوا تو میں نے خود کو نابینا پایا، جس کے بعد مجھے کچھ نہیں دکھائی دیتا۔

۶۔ بعد از ۱۳ محرم الحرام سنہ ۶۱ھ:

شیخ طوسی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز سدی (سین مضموم دال مفتوح و مشدد، یا ساکن) نے ایک شخص سے پوچھا کیا تم قطران[1] بیچتے ہو؟ اس نے جواب میں کہا میں نے کبھی قطران دیکھا ہی نہیں، میرا قصہ یوں ہے کہ میں عمر سعد کے لشکر میں کیل بیچا کرتا تھا کہ جسے وہ گھوڑوں کی نعل پر لگانے کے لئے استعمال کرتے تھے، ایک روز میں نے خواب میں رسولؐ اللہ اور علیؑ ابن ابیطالب کو دیکھا کہ وہ شہدائے کربلا کو پانی پلا رہے تھے، میں نے بھی ان سے پانی مانگا، لیکن انہوں نے میری طرف توجہ نہ کی، اس وقت حضورؐ نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا تم نے ہمارے دشمنوں کا ساتھ نہیں دیا؟ میں نے کہا یا رسولؐ اللہ میں لشکر عمر سعد میں صرف کیلیں بیچا کرتا تھا، یہ سن کر حضورؐ غضبناک ہوئے اور آپ نے فرمایا، اسے قطران پلایا جائے، مجھے پکڑ کر قطران پلایا گیا، جب میں خواب سے بیدار ہوا تو تین دن تک بیت الخلا میں مجھے قطران آتا رہا جس بعد قطران کا خارج ہونا تو بند ہو گیا لیکن ابھی تک اس کی بدبو میرے جسم میں باقی ہے۔

[1]۔ قطران ایک ایسا بدبودار مادہ ہے جو درختوں سے نکالا جاتا ہے، اس مادہ کے ذریعہ اونٹ کی مالش کی جاتی ہے تاکہ اسے جلد کے امراض سے محفوظ رکھا جا سکے۔

۷۔ ۱۴ محرم الحرم سنہ ۶۱ھ:

مدائنی[1] اور شیخ صدوق اپنی اسناد کے ذریعہ قاسم بن اصبغ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے بنی دارم سے ایک شخص کو دیکھا کہ جس کا چہرہ سیاہ پڑ گیا تھا جب میں نے اس سے اس تبدیلی کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے کربلا میں اصحاب امام حسین علیہ السلام سے عباس الاصغر کو شہید کیا جن کا چہرہ منور اور جن کی پیشانی پر سجدہ کا نشان تھا، میں ان کا سر لے کر کوفہ لوٹا، آپ کو شہید کرنے کے بعد مجھے کسی رات چین سے نیند نہ آسکی یہاں تک کہ ایک رات عباس اصغر میرے خواب میں آئے اور مجھے گلے سے پکڑ کر جہنم میں کی طرف کشاں کشاں لے گئے اور مجھے صبح تک کے لئے جہنم میں رکھا، جب میں صبح کو خواب سے بیدار ہوا تو میرا چہرہ عذاب جہنم سے سیاہ ہو چکا تھا، قاسم کہتے ہیں کہ اس شخص کی زوجہ نے اپنے شوہر کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ وہ خواب میں ساری رات چلا رہا تھا۔

۸۔ ۶ صفر کی شب سنہ ۶۱ھ:

طریحی نقل فرماتے ہیں کہ جب اسرائے کربلاء کو شام میں وارد کیا گیا، تو اہلبیتؑ حرم صبح و شام گریہ فرماتے تھے، امام حسین علیہ السلام کی رقیہ نامی ایک بیٹی تھیں، جو اکثر حسینؑ کو یاد کر کے گریہ کرتی تھیں، ایک روز جب خواب سے بیدار ہو کر گریہ کرنے لگیں تو اہل حرم نے گریہ کا سبب پوچھا بچی نے کہا کہ ابھی بابا میرے خواب میں تشریف لائے تھے، یہ سن کر تمام اہل حرم بھی گریہ کرنے لگے اور اس گریہ کی آواز یزید تک پہنچی، جس وقت یزید کو خواب کے متعلق خبر دی گئی تو اس نے حکم دیا کہ امام حسین علیہ السلام کے سر کو اس بچی کے پاس بھیجا جائے۔

---

[1]۔ آپ کا نام علی بن محمد بن عبداللہ تھا آپ کی ولادت سنہ ۱۳۵ھ اور وفات سنہ ۲۲۵ھ کو ہوئی، آپ کا شمار مورخین و ادباء کرام میں ہوتا ہے، آپ نے دو سو سے زائد کتابیں تالیف فرمائیں جن میں سے کتاب خطب النبی، خطب امیرالمومنین کتاب الفاطمیات کو خاصی شہرت حاصل ہے، مدائنی بصرہ سے تعلق رکھتے تھے، آپ نے بصرہ سے مدائن اور مدائن سے بغداد ہجرت کی اور اسی شہر میں وفات پائی۔

۹۔ ۷ صفر سنہ ۶۱ھ:

ابن طاووس نقل کرتے ہیں کہ جب کاروان امام حسین علیہ السلام کو دربار یزید میں لایا گیا تو وہ وہاں بیٹھے ہوئے سفیر روم نے سر امام حسین علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا، جب یزید نے یہ بتلایا کہ یہ حسینؑ نواسۂ رسولؐ ہیں، تو اس نصرانی سفیر سے رہا نہ گیا اور اس نے یزید کی ملامت کرتے ہوئے کہا اے یزید تو نے اس حسینؑ کو شہید کر دیا کہ جس کے نانا کا تو کلمہ پڑھتا ہے؟ یزید سے سفیر روم کی ملامت برداشت نہ ہوئی لہذا اس نے اس کے قتل کا حکم صادر کر دیا، سفیر نے حکم کے سنتے ہیں کہا میں نے کل رسولؐ اللہ کو اپنے خواب میں دیکھا تھا وہ فرما رہے تھے کہ اے نصرانی تو بہشتی ہے، حضورؐ کے اس کلام سے مجھے حیرت تو ضرور ہوئی تھی لیکن اب مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ حضورؐ مجھے اس خواب کے ذریعہ بشارت دینا چاہتے تھے، یہ کہہ کر اس نصرانی نے کلمہ پڑھا اور دوڑ کر سر حسینؑ کو اٹھایا، اسے اپنے سینہ سے لگایا اور امام عالی مقام کا بوسہ لینے لگا، اسی عالم میں جلاد نے سفیر کے سر کو بدن سے جدا کر دیا۔

۱۰۔ شب ۲۹ جمادی الاول سنہ ۶۵ھ:

جناب سلیمان بن صرد خزاعی نے اپنی شہادت سے پہلے خواب میں دیکھا کہ وہ بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ میں ہیں کہ جس میں نہریں، درخت اور خوبصورت پرندے ہیں، پھر انہوں نے دیکھا کہ انہیں ایک قصر میں وارد کیا جا رہا ہے، جیسے ہی وہ قصر میں وارد ہوئے انہوں نے ایک محترم بی بی کو دیکھا جو ان سے کہہ رہی تھیں: اے سلیمان اللہ تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو جزائے خیر دے، بیشک قیامت میں آپ اور جو بھی ہماری محبت میں مارا جائے یا ہم پر گریہ کرے تو ان سب کا مقام ہمارے ساتھ بہشت میں ہوگا، جب سلیمان نے ان بی بی سے نام دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں خدیجہ کبریٰ اور یہ میری بیٹی فاطمہؑ زہراؑ اور یہ حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام ہیں یہ سب آپ کو بشارت دے رہے ہیں کہ کل آپ ہماری خدمت میں ہونگے، اے سلیمان اس پانی کو اپنے چہرے اور بدن پر چھڑک لو اور ہماری طرف آنے میں جلدی کرو۔

سلیمان کہتے ہیں کہ جیسے ہی میں خواب سے بیدار ہوا تو میں نے سرہانے پانی کا برتن دیکھا، جب میں نے وہ پانی اپنے بدن پر چھڑکا تو سارے بند کے زخم مندمل ہوگئے، یہ دیکھ کر سلیمان نے کہا: لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ، علی ولی اللہ، جب آپ کے اصحاب نے بلند آواز میں ان کلمات کے کہنے کا سبب پوچھا تو سلیمان نے پورا خواب اپنے اصحاب سے بیان فرمایا اور انہیں جنت کی بشارت دی۔

۱۱۔ قبل از سنہ ۹۵ھ۔

اسماعیل بن مسلم کہتے ہیں کہ جس وقت میرے بڑے بھائی کی شہادت واقع ہوئی تو میرے دل میں شہادت کی تمنا جاگ اٹھی، ایک روز میں نے مجلس ابو عبداللہ الحسینؑ میں شرکت کی اور لوگوں کے ساتھ امام حسین علیہ السلام پر گریہ کیا اور شہادت کی دعا مانگی، اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ عزائے امام حسین علیہ السلام برپا ہے اور ایک بزرگ کرسی پر بیٹھے ہوئے گریہ فرمارہے ہیں، میں نے جب اس بزرگ کے متعلق سوال کیا تو معلوم ہوا کہ وہ رسولِ اکرم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اتنے میں حضورؐ کی مجھ پر نظر پڑی تو آپ نے فرمایا اے اسماعیل کل رات تم نے شہادت کی دعا مانگی، اگر تم مرتبہ شہادت پر فائز ہونا چاہتے ہو تو حسینؑ پر گریہ کرو تاکہ تمہارا شمار بھی شہداء میں کیا جائے، جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میرے ذہن میں خیال آیا کہ شاید یہ خواب سچ نہ ہو، جیسے ہی میری ملاقات امام سجاد علیہ السلام سے ہوئی تو امام نے فرمایا: اے اسماعیل جو کچھ تم نے خواب میں دیکھا ہے اس میں شک نہ کرو، بیشک جو شخص میرے بابا حسینؑ پر گریہ کرتا ہے اس کا مقام شہداء کے برابر ہے اور اے اسماعیل جو بھی آنکھ امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرتی ہے اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ کو اس پر حرام کر دیتا ہے۔

۱۲۔ سنہ ۲۳۷ھ:

شیخ طوسی اپنی اسناد کے ذریعہ ہارون معری سے بیان کرتے ہیں کہ ایک روز متوکل عباسی نے مجھے اور ابراہیم بن سہل دیزج کو قبر امام حسین علیہ السلام کے منہدم اور اس جانب نہر کا رخ موڑنے کا حکم دیا، رات کو میں نے خواب

میں رسولؐ اللہ کو دیکھا کہ آپ فرمارہے تھے اے ہارون معری متوکل نے جو کام تمہیں سونپا ہے اس کے لئے کل دیرج کے ہمراہ نہ جانا، لیکن جب صبح ہوئی تو میں نے خواب کی پرواہ کئے بغیر دیزج کا ساتھ دیا اور جو کرنا تھا وہ کیا، جس کے بعد میں نے پھر سے خواب میں رسولؐ اللہ کو دیکھا، حضورؐ نے فرمایا اے ہارون معری تم نے وہی کیا کہ جس سے میں نے تمہیں روکا تھا یہ کہہ کر رسولؐ اللہ نے مجھے طمانچہ مارا اور میرے منہ پر تھوکا جس کے بعد میرا چہرہ سیاہ ہوگیا۔

یہ تھے وہ تمام مطالب جو حسینیؑ دائرۃ المعارف کی کتاب الرویا مشاھدات و تاویل کے میں پیش کئے گئے، بیشک خواب کی حقیقت اور تعبیر و تاویل کے بارے میں بنیادی معلومات سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے دائرۃ المعارف الحسینیہؑ کی اس جلد کے مطالعہ سے مقصود حاصل ہوسکتا ہے، مصنف آیت اللہ کرباسی نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے متعلق خوابوں کے حوالے سے نہایت علمی و معلوماتی بحث کی ہے جس سے خوابوں کے بارے میں اصل حقائق واضح ہوتے ہیں۔
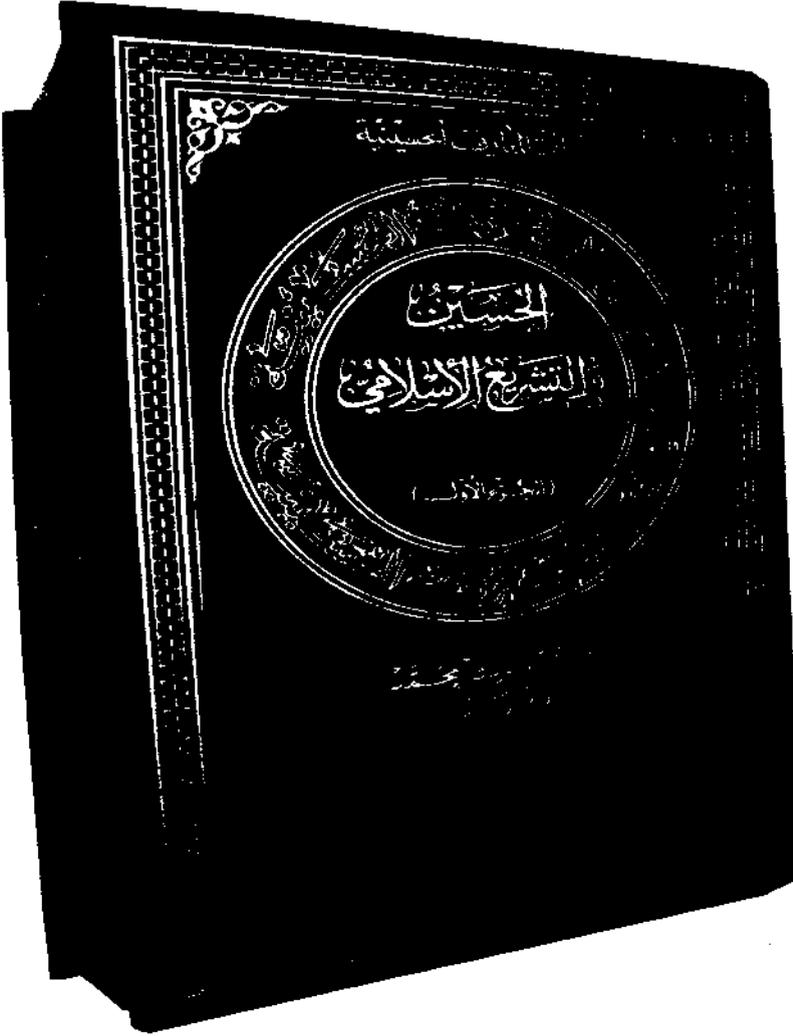
کتاب "امام حسینؑ اور شریعت اسلامی" دس سے زائد جلدوں پر مشتمل ہے، جس کی پہلی جلد (جو ۵۳۱ صفحات پر مشتمل ہے) سنہ ۱۹۹۷ء میں لکھی گئی اور سنہ ۲۰۰۰ء کو زیور طبع سے آراستہ ہوئی، قارئین کرام اس کتاب میں موجود مطالب کی تلخیص کو آنے والے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

قانون اور زندگی

قانون اور نظم دو ایسے اصول ہیں کہ جن کا انسانی زندگی اور معاشرے کے ساتھ گہرا ربط پایا جاتا ہے، جو زندگی قانون کے مطابق گذاری جائے، اس میں ترقی وپیشرفت یقینی ہوتی ہے، لیکن جس معاشرے میں قانون نہ ہو یا قانون تو پایا جائے لیکن اس پر عمل نہ ہو تو وہ معاشرہ تیزی سے زوال کی طرف گامزن ہوجاتا ہے،

اسی لئے فطرت انسانی نے ابتدائے خلقت سے اس بات کو درک کر لیا کہ زندگی گزارنے کے لئے قانون کا ہونا لازم و ضروری ہے لہذا ہر زمانے میں بشریت نے اپنے دور کی ضرورتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے قانون بنائے اور عوام الناس کو ان قوانین پر عمل کرنے کی ہدایات بھی دیں، لیکن چونکہ انسان خطا، نسیان اور سہو کا شکار ہے اور وہ بیک وقت بشریت کی تمام مشکلات کو جاننے سے قاصر بھی ہے لہذا اکثر یہ دیکھا گیا کہ کچھ ہی عرصے کے بعد تصویب شدہ قانون میں ترمیم کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، جس کے نتیجہ میں وہ قانون بدل دیا جاتا ہے، بعض وقت تو یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ایک ہی قانون میں کئی مرتبہ ترمیم واقع ہوتی ہے، لہذا اس مقام پر انسانی عقل یہ کہتی ہے کہ کوئی ایسا قانونگذار ہونا چاہیے جو خطا، سہو اور نسیان سے دور رہ کر ایسے قوانین بنائے جن میں کسی بھی قسم کا نقص نہ ہو، اور جن کی وجہ سے کسی پر نہ ظلم ہو اور نہ ہی کسی کا حق ضایع ہوجائے، گرچہ اس احساس کے ہونے کے باوجود آج بھی تمام قومیں دعوے دار ہیں کہ ہم ہی بہترین قانونگذار ہیں جبکہ ان میں سے ہر ایک یہ خوب جانتا ہے کہ ان کا یہ دعوی حقیقت سے کوسوں دور ہے، لیکن بیجا تکبر و نخوت انھیں اس حقیقت کو قبول کرنے سے روک دیتے ہیں، البتہ جو قومیں انصاف پسند ہیں وہ مختصر تحقیق و بررسی کے بعد اس نتیجہ تک پہنچ جاتی ہیں کہ پروردگار کی ذات ہی بہترین قانونگذار ہے چونکہ وہی انسان کا خالق ہونے کے اعتبار سے اسکی تمام ضرورتوں سے باخبر ہے۔

لہذا اصل قانونگذار اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات ہے کہ جس نے انبیاء کو ایسے قوانین (شریعت) کے ساتھ بھیجا کہ جن میں نہ کسی قسم کا نقص پایا جاتا ہے اور نہ ہی ان سے کسی کی حق تلفی ہوتی ہے، مختلف ادوار میں اللہ کی جانب سے شریعت کی شکل میں قوانین آتے رہے اور صاحبان شریعت انبیاء نے ان قوانین کو اجرا کیا، یہاں تک کے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری قانون کی کتاب یعنی قرآن مجید کے ساتھ ہمارے درمیان تشریف لائے۔

قرآن مجید وہ کتاب ہے جس میں مختصر و مفید انداز میں قیامت تک لئے قوانین موجود ہیں جن کا استخراج اور ان پر عمل کروانا ہر زمانے کے معصوم کا فریضہ ہے، کیونکہ یہی وہ افراد ہیں جو قرآن مجید کو صحیح معنی میں درک کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں "وما یعلم تاویله الا الله و الراسخون فی العلم" (آل عمران:۷) لہذا رسولؐ اسلام سے لے کر حضرت امام مہدی علیہم السلام تک تمام معصومین نے اپنے اپنے دور میں قرآن مجید کے قوانین سے لوگوں کی ضرورتوں کو پورا فرمایا ہے۔

چونکہ قرآن مجید کے قوانین کا ادراک معصومین علیہم السلام کی بیان کردہ احادیث کے بغیر ممکن نہیں، لہذا ہر زمانے میں انکی بیان کردہ احادیث پر بررسی و تحقیق کی ضرورت محسوس کی گئی تاکہ ان کے ذریعہ قوانین الٰہیہ کو صحیح طرح سمجھا جا سکے، اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے حسینی دائرۃ المعارف کی دس جلدوں کو 'الحسین والتشریع الاسلامی' سے مخصوص فرمایا ہے تاکہ امام حسین علیہ السلام کی ان احادیث پر بررسی و تحقیق کی جاسکے کہ جن سے اسلامی قوانین اخذ کئے جاتے ہیں۔

'الحسینؑ والتشریع الاسلامی' کی چار جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں جن میں مصنف نے اسلامی شریعت کے مقدمات و متعلقات پر گفتگو کی ہے، اور چوتھی جلد کے نصف آخر میں ان فقہی قوانین کو پیش کیا ہے کہ جو امام حسین علیہ السلام کے قول، فعل، اور تقریر سے اخذ گئے ہیں، ہم اس مقام پر جلد اول (جو ۵۳۶ صفحات پر مشتمل ہے اور سنہ ۲۰۰۰م میں چھپ کر منظر عالم پر آچکی ہے) میں پیش کردہ مقدماتی مباحث سے استفادہ کرتے ہوئے زندگی میں قانون کی

اہمیت و ضرورت اور افادیت و تاثیر پر روشنی ڈالتے ہیں اور اسلامی قوانین کی تدوین و عملی اجراء کا مرحلہ وار جائزہ لے کر حضرت امام حسینؑ کے ارشادات و فرمودات کے حوالے سے ہونے والے علمی و تحقیقی عمل پر نظر ڈالتے ہیں۔

تشریع اور مشرِع:

قانون گذاری کے عمل کو تشریع کہتے ہیں (التشريع هو وضع السنن و المناهج)، اور مختلف تعریفوں کو مد نظر رکھتے ہوئے شریعت کا اطلاق ان فقہی، اخلاقی اور اعتقادی احکام و قوانین پر ہوتا ہے کہ جنھیں خدا بشر کی سعادت کے لئے وضع کرتا ہے، لہذا اصل مشرِع (قانونگذار) خدا کی ذات ہے اور انبیاءؑ کو صاحب شریعت یا محافظ شریعت کہا جاتا ہے، جو الٰہی قوانین کے ذریعہ لوگوں کو سعادت کی راہ دکھا کر حکومت الٰہی برقرار کرتے ہیں تاکہ ان قوانین کو مرحلۂ اجراتک پہنچایا سکے۔

تشریع (قانونگذاری) کی تاریخ:

حضرت آدمؑ سے قیامت تک تشریع کے چھ ادوار ہیں:

۱۔ نزول آدمؑ سے بعثت نوحؑ تک۔

۲۔ بعثت نوحؑ سے بعثت ابراہیمؑ تک۔

۳۔ بعثت ابراہیمؑ سے بعثت موسیٰؑ تک۔

۴۔ بعثت موسیٰؑ سے میلاد مسیحؑ تک۔

۵۔ میلاد مسیحؑ سے بعثت رسولؐ اسلام تک۔

۶۔ بعثت رسولؐ سے اس جہان کے خاتمہ تک۔

اس آخری مرحلے کے تین ادوار ہیں:

۱۔ دور نبوت: یہ دور بعثت نبیؐ سے شروع ہو کر ۲۸/۲/۱۱ھ کو ختم ہوا۔

۲۔ دور امامت: یہ دور وفات رسولؐ سے شروع ہو کر غیبت کبریٰ ۳۲۹ھ پر ختم ہوا۔

۳۔ دور مرجعیت: یہ دور غیبت کبریٰ سے شروع ہوا اور ظہور امام زمانہ (ع) تک جاری رہے گا۔

شریعت آدمؑ:

اولین صاحب شریعت جناب آدمؑ تھے جو سنہ ۶۸۸۰ قبل از ہجرت کو پیدا ہوئے اور سنہ ۵۹۵۰ قبل از ہجرت میں وفات پائی، جناب آدمؑ اپنی نسل کے لئے نبیؑ اور رسولؐ تھے، جن پر اللہ نے ۲۱ صحیفوں کو نازل فرمایا۔

شریعت نوحؑ:

دوسرے صاحب شریعت نبی جناب نوحؑ تھے جن کے نام میں اختلاف پایا جاتا ہے بعض نے ان کا نام عبد الغفار ذکر کیا ہے تو بعض نے عبد الملک، اور بعض دیگر نے ان کو عبد الاعلیٰ کے نام سے بھی موسوم کیا ہے۔

جناب نوحؑ سنہ ۵۸۲۴ قبل از ہجرت کو پیدا ہوئے اور آپ نے سنہ ۳۳۲۴ قبل از ہجرت میں وفات پائی، جناب نوحؑ نجار تھے اور آپ نے ۹۵۰ سال تک اپنی قوم کو توحید کی طرف دعوت دی تھی جس کا کوئی فائدہ نہ ہوا، اس طرح اللہ نے ان کی قوم کو ۲۰۰ سال کی مہلت دے دی، جناب نوحؑ نے اسی مدت میں کشتی بنائی اور اس مہلت کے اختتام پر عذاب نازل ہوا، طوفان کے بعد آپ نے ۵۰۰ سال زندگی پائی، جناب نوحؑ کے اجداد پر ۸۰ صحیفے نازل ہوئے جن پر وہ خود عمل کر کے لوگوں کو ان کی تعلیم دیا کرتے تھے، یہ تمام صحیفے سریانی زبان میں نازل ہوئے۔

شریعت ابراہیمؑ (شریعت حنیفیہ):

تیسرے صاحب شریعت نبی جناب ابراہیمؑ بن تارخ بن ناحور تھے جو سنہ ۲۲۴۳ قبل از ہجرت کو متولد ہوئے اور سنہ ۲۰۶۸ قبل از ہجرت میں وفات پائی،

گرچہ جناب ابراہیمؑ کے پیروکار آج موجود نہیں ہیں لیکن ان کی شریعت یہودی، نصرانی، اور اسلامی شریعتوں کے لئے مرجعیت کی حیثیت رکھتی ہے، خود رسولؐ اسلام کو شریعت ابراہیمیؑ پر عمل کرنے کا حکم ہوا ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے:

ثم اوحینا الیک ان اتبع ملة ابراهیم حنیفا (نحل:۱۲۳)۔

جناب ابراہیمؑ کی شریعت میں دس سنتیں ایسی تھیں جو قیامت تک باقی رہیں گی اور وہ سنتیں یہ ہیں:

۱۔ سر کا منڈوانا، ۲۔ مونچھوں کا کاٹنا، ۳۔ داڑھی کا نہ مونڈنا، ۴۔ مسواک کرنا، ۵۔ دانتوں میں خلال کرنا، ۶۔ غسل جنابت کرنا، ۷۔ ناخن کاٹنا، ۸۔ شرمگاہ اور بدن سے اضافی بالوں کا نکالنا، ۹۔ ختنہ کرنا، ۱۰۔ پانی سے طہارت لینا۔

حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذکورہ ۱۰ سنتوں کو بحکم خدا اپنی شریعت میں شامل فرمایا ہے۔

شریعت موسیٰ (شریعت یہودیہ):

چوتھے صاحب شریعت نبی جناب موسیٰ تھے جو شہر مصر میں سنہ ۱۵۶۸ قبل از ہجرت کو پیدا ہوئے اور سنہ ۱۴۴۲ قبل از ہجرت میں وفات پائی، جناب موسیٰ پر عبرانی زبان میں توریت نازل ہوئی، اور آپ کے اوصیاء کی تعداد بارہ تھی جن کے اسامی یہ ہیں:

۱۔ یوشع بن نون بن افرائیم بن یوسف بن یعقوب۔

۲۔ کالب بن یوفنا۔

۳۔ حزقیل بن بوری بن العجوز۔

۴۔ اسماعیل بن حزقیل صادق الوعد۔

۵۔ الیاس بن لیس بن فنحاص بن عیزار بن ہارون بن عمران۔

۶۔ الیسع بن اخطوب بن فنحاص بن عیزار۔

۷۔ الیا۔

۸۔ عویدیا (ذوالکفل) بن ادریم۔

۹۔ اشموئیل بن بالی بن علقمہ بن ماجد بن عموصا بن النہر بن ضون بن علقمہ الماروفی۔

۱۰۔ داود بن ایشا بن عوفید بن یوعز بن سلمون بن نخشون، بن عمینوذب بن رم بن حضرون بن بارض بن یہوذا۔

۱۱۔ سلیمان بن داود

۱۲۔ زکریا بن برخیا بن نشوا بن نحرائیل بن سلون بن ارسوا بن شوئیل بن یعود بن موسیٰ بن عمران۔

گرچہ جناب داود اور سلیمان نبی تھے اور جناب داود پر زبور نازل ہوئی تھی لیکن اس کے باوجود وہ صاحب شریعت نہیں کہلائے اور ان کا شمار نبی ہونے کے ساتھ ساتھ اوصیاء ابراہیمؑ میں ہوتا ہے۔

شریعت عیسیٰ (شریعت نصرانیہ):

پانچویں صاحب شریعت نبی جناب عیسیٰ تھے جو سنہ ۶۴۲ قبل از ہجرت کو متولد ہوئے، آپ پر اللہ نے عبرانی زبان میں انجیل کو نازل فرمایا، اور سنہ ۶۰۹ قبل از ہجرت کو جناب عیسیٰ آسمان پر اٹھا لئے گئے۔

جناب عیسیٰ کے بارہ حواری تھے جو در حقیقت ان کے شاگرد اور ان کے مذہب کی تبلیغ کرنے والے تھے، ان بارہ افراد کے نام یہ ہیں:

۱۔ اندراوس، ۲۔ برتلماوس، ۳۔ بطرس، ۴۔ توما، ۵۔ الغیور، ۶۔ فلیبس، ۷۔ متی، ۸۔ یعقوب الکبیر، ۹۔ یعقوب الصغیر، ۱۰۔ یہودا تداوس، ۱۱۔ یہوذا، ۱۲۔ یوحنا۔

شریعت اسلام (شریعت محمدیہؐ):

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانچویں اور آخری صاحب شریعت نبی ہیں جو شریعت اسلام کے ساتھ ہمارے درمیان تشریف لائے، آپ کی ولادت سنہ ۵۳ قبل از ہجرت کو ہوئی اور آپ نے سنہ ۱۱ ہجری میں وفات پائی، آپکی شریعت قیامت تک باقی رہنے والی ہے۔

مذکورہ تمام شریعتوں کو بیان کرنے کے بعد مصنف نے اسلامی نظام پر بحث کی ہے اور فرمایا کہ اسلامی حکومت بارہ اصولوں پر استوار ہوتی ہے، ہم یہاں ان اصولوں کے نام ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:
احترام، عقل، علم، محبت، اتحاد، حریت، عدل، مساوات، نظم، مشورت، اخلاص، دانش و فرہنگ۔

شریعت اسلام کی تاریخ اور اس کی پیشرفت:

اسلامی قانونگذاری (کہ جسے تشریع کہا جاتا ہے) کی ابتدا رسول اکرم محمد مصطفی صلی اللہ علی وآلہ وسلم کے مبعوث برسالت ہونے سے شروع ہوئی، اس دور سے لے کر آج تک قانون گذاری کے دو مرحلے ہیں:

۱۔ اس مرحلہ کو عصر وحی کہا جاتا ہے جو، ۲۷ رجب سنہ ۱۳ قبل از ہجرت کو شروع ہوکر ۲۸ صفر سنہ ۱۱ ہجری کو رسولؐ اسلام کی رحلت کے ساتھ ختم ہوا، یہ وہ دور تھا کہ جس میں ہر قانون کو وحی الٰہی سے نسبت دی جاتی تھی چاہے وہ وحی، قرآن یا حدیث قدسی، یا پھر ان احادیث کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو کہ جن کا مضمون تو وحی الٰہی تھا لیکن الفاظ رسولؐ اسلام کے ہوا کرتے تھے۔

۲۔ اس مرحلے کو عصر امامت کہا جاتا ہے، جو ۱۱ ہجری سے شروع ہوا اور آج تک باقی ہے۔

تشریع کے مصادر:

تمام مسلمان، قرآن و سنت نبوی کو ہر قانون کا مصدر و مرجع جانتے ہیں لیکن جن مصادر میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے وہ ۱۶ مصدر ہیں، اس مقام پر آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے ان مصادر کے تمام جوانب پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالتے ہوئے انکی حجیت و عدم حجیت پر بحث کی ہے، اور وہ ۱۶ مصادر یہ ہیں:

۱۔ اہلبیت نبیؐ کی سنت، ۲۔ اجماع، ۳۔ عقل، ۴۔ قیاس، ۵۔ فقہاء کی آراء، ۶۔ استحسان، ۷۔ مصالح مرسلہ، ۸۔ ذرائع، ۹۔ عرف، ۱۰۔ گذشتہ شریعتیں، ۱۱۔ مذہب صحابی، ۱۲۔ قرعہ، ۱۳۔ حیل شرعیہ، ۱۴۔ شہرت، ۱۵۔ سیرت، ۱۶۔ اصول عملیہ۔

مصنف نے ان تمام مصادر پر علمی گفتگو کے بعد آخر میں ایک جدول پیش کیا ہے جس کے ذریعہ واضح ہوتا ہے کہ اباضیہ، امامیہ، حنفیہ، حنبلیہ، زیدیہ، شافعیہ اور مالکیہ میں سے کس مذہب کے نزدیک کونسا مصدر قابل قبول اور کونسا مصدر ناقابل قبول ہے۔

مدرسہ حدیث اور مدرسہ رائے:

پیغمبر اسلام کی وفات سے پہلے اصحاب رسولؐ میں اختلاف پیدا ہوا اور وہ دو فرقوں میں تقسیم ہوگئے، پہلے فرقے نے رائے پر تکیہ کیا تو دوسرے فرقے نے حدیث پر، مدرسہ رائے کے بانی عمر ابن خطاب اور مدرسہ حدیث کے بانی علی ابن ابیطالب (ع) تھے۔

یہ دو فکری مدارس اس وقت وجود میں آئے جب رسولؐ اسلام نے فرمایا:

انتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لاتضلوا بعده (صحیح مسلم جلد ا ص ۲۲۲، صحیح بخاری جلد ا ص ۳۹ باب کتاب العلم)،

تب عمر بن الخطاب نے کہا **ان النبی لیھجر حسبنا کتاب اللہ**

تاریخ اسلام میں سب سے پہلے حدیث رسولؐ کی مخالفت میں شخصی رائے عمر ابن الخطاب نے پیش کی اور **حسبنا کتاب اللہ** کا نعرہ بلند کیا جس کے بعد انھوں نے احادیث نبوی کی اس قدر مخالفت کی کہ ابوبکر کی خلافت کے ابتدائی دور میں تمام مسلمانوں کو حدیث نبوی کے جلانے کا حکم دے دیا، اور دوسری طرف احکام الٰہی میں اپنی رائے سے حکم دینے لگے ایک مقام پر وہ ارث جد کے باب میں فرماتے ہیں:

اقضی فی الجد برأیی واقول فیه برأیی

یعنی ارث جد میں میں اپنی رائے اور اپنے قول سے حکم کروں گا (الاحکام فی اصول الاحکام للآمدی: جلد ۳، صفحہ ۸۱۔)

اسی طرح ابوبکر نے کلالہ کے ارث کے بارے میں کہا:

اقول فیھا برأیی فان یکن صوابا فمن اللہ، و ان یکن خطأ فمنی و من الشیطان، واللہ و رسوله بریئان منه

اس امر سے متعلق میں اپنی رائے سے کام لوں گا جو اگر صحیح ہوئی تو اللہ کی جانب سے اور اگر غلط ہوئی تو میری اور شیطان کے جانب سے قرار پائے گی (روضۃ الناظر: ۱۴۸)

مذکورہ اقوال اور تاریخ کی بررسی سے واضح ہو جاتا ہے کہ مذہب رائے کے بانی اور اس کو پروان چڑھانے والے عمرو ابوبکر تھے اور پھر عثمان اور بنی امیہ نے اپنے دور میں اس مذہب کو تقویت دی۔

علی بن ابیطالب(ع) نے مدرسۂ حدیث کی بنیاد رکھی اور آپ نے ساری زندگی احادیث رسولؐ کو بیان فرمایا اور انھی احادیث کے ذریعہ اپنی خلافت و امامت کو ثابت کیا، اسی طرح حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے احادیث رسولؐ کی روشنی میں خطبۂ فدک اور دیگر خطبات واحتجاجات فرمائے، لہذا آج بھی علماء شیعہ اپنے تمام فتاوی میں قرآن مجید کے بعد احادیث معصومین علیہم السلام کو ہر قانون کا مصدر و مرجع قرار دیتے ہیں۔
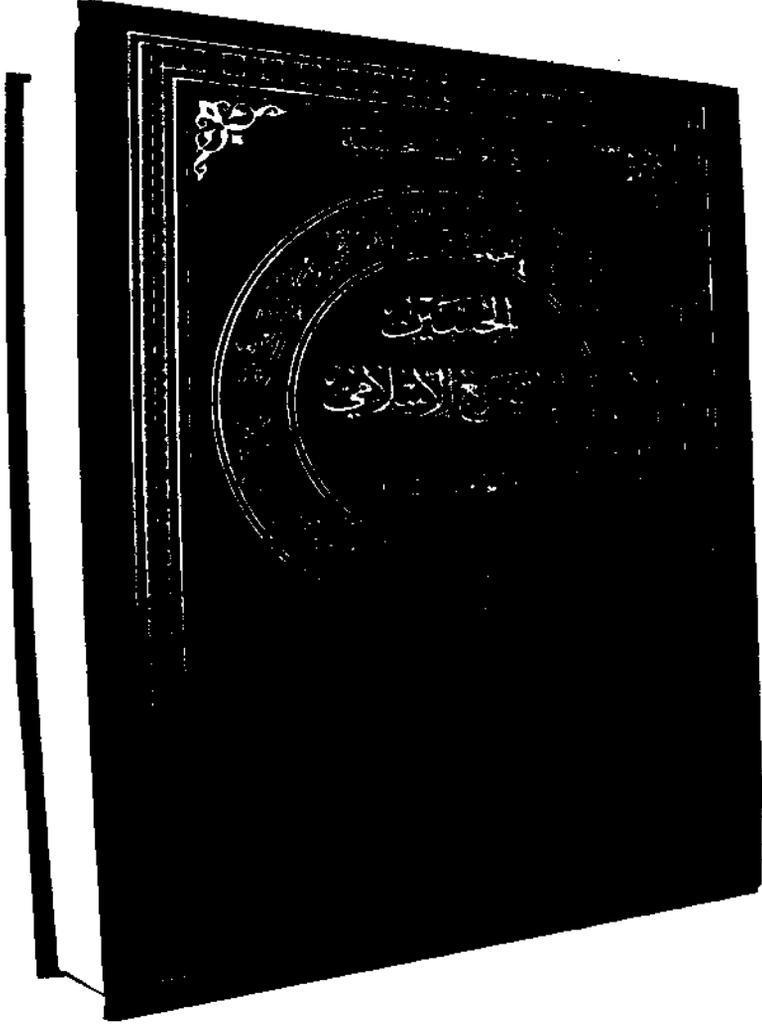
کتاب 'امام حسینؑ اور شریعت اسلامی' دس سے زائد جلدوں پر مشتمل ہے، جس کی دوسری جلد (جو ۴۶۴ صفحات پر مشتمل ہے) سنہ ۱۹۹۷ء میں لکھی گئی اور سنہ ۲۰۰۵ء کو زیور طبع سے آراستہ ہوئی، قارئین کرام اس کتاب میں موجود مطالب کی تلخیص کو آنے والے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

حقیقی اسلام اور مختلف فرقے

رسول اکرم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد جہان اسلام میں مختلف فرقے وجود میں آئے، اور وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ان میں اضافہ بھی ہوتا گیا، آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

لتفترقن امتی علی ثلاث و سبعین فرقۃ

بیشک میری امت کے تہتر فرقے ہونگے (معجم الکبیر: جلد ۱۸، ص ۷۰)، رسولؐ اسلام کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور مسلمانوں کے درمیان تہتر فرقے وجود میں آئے جن میں سے بعض کو بہت زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔

رسولؐ اسلام نے یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ تمام فرقے ہلاک ہوں گے اور ان میں سے صرف ایک فرقہ نجات پائے گا، لہذا ہر دور میں مسلمانوں کے تمام فرقوں نے خود کو نجات یافتہ سمجھا، جبکہ آنحضرتؐ کی حدیث کے مطابق صرف ایک ہی فرقہ نجات پانے والا ہے، البتہ ایسا نہیں ہے کہ اس ناجی فرقے کی حضورؐ نے پہچان نہ کروائی ہو، اگر حدیث ثقلین کا سہارا لیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ کونسا فرقہ نجات پانے والا ہے، رسولؐ اسلام نے فرمایا:

انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی فانھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض (تفسیر برھان: ۹/۱)

میں تمہارے درمیان ثقلین (قرآن و اہلبیتؑ) چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم ان دونوں کا دامن تھامے رہوگے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے، اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ ناجی فرقہ وہی ہے جو قرآن و اہلبیتؑ کے ساتھ ہو۔

حدیث ثقلین کو اکثر مسلمان قبول کرتے ہیں، بس اس فرق کے ساتھ کہ عامۂ مسلمین ازواج رسولؐ کو اہلبیتؑ میں داخل کرتے ہیں اور اہل تشیع صرف پنجتن کو اہلبیتؑ کا مصداق قرار دیتے ہیں، اب دیکھنا یہ ہوگا کہ آیا ازواج رسولؐ بھی اہلبیتؑ میں شامل ہیں یا نہیں؟

اس بات کی وضاحت کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ جس طرح قرآن کی آیات میں کسی قسم کا اختلاف نہیں پایا جاتا اسی طرح اہلبیت کے درمیان بھی کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہیے، تاکہ دونوں کو ثقلین کہا جا سکے، اور ان سے ہدایت حاصل کی جا سکے، قرآن مجید کی آیات میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے لہذا قرآن کو ثقل کہا گیا، اب ہمیں ان افراد کو اہلبیت میں شامل کرنا ہے جن میں کسی قسم کا اختلاف نہ پایا جائے، اور جب ہم نے ایسے افراد کی تلاش کی تو ہمیں صرف پنجتن نظر آئے جن میں قرآن کی طرح کسی قسم کا اختلاف نہیں پایا جاتا ہے، لہذا ہم نے انھیں افراد کو اہلبیت کا مصداق جانا۔

لیکن اگر جناب عائشہ کو اہلبیت میں کہ جہاں حضرت علی (ع) بھی موجود ہیں شامل کیا جائے تو آگے چل کر تاریخ میں ان کے درمیان جنگ جمل جیسا اختلاف نظر آتا ہے، جبکہ حدیث ثقلین کی روشنی میں مفروض یہ ہے کہ اہلبیت میں وہی افراد شامل ہوں گے کہ جن میں کسی قسم کا اختلاف نہ ہو لہذا جناب عائشہ مولا علیؑ سے اختلاف کرنے کی وجہ سے اہلبیت میں داخل نہیں ہو سکتیں۔

ناجی فرقے کی تلاش ایک اہم اور مشکل امر ہے لہذا اس مشکل کو آسان کرنے کے لئے دائرۃ المعارف الحسینیؑ کے مصنف آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے 'الحسینؑ والتشریع الاسلامی' کی جلد دوم (جو ۴۶۴ صفحات پر مشتمل ہے اور سنہ ۲۰۰۵ میلادی میں چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے) میں اسلام میں پیدا ہونے والے تمام اہم فرقوں پر روشنی ڈالی ہے، جس میں ان فرقوں کے وجود میں آنے کی تاریخ، انکی پیشرفت، اور ان کے اعتقادات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، جلد اول کی طرح کتاب الحسینؑ والتشریع الاسلامی کی دوسری جلد میں بھی مصنف نے امام حسین (ع) اور اسلامی تشریع (قانونگذاری) کے مقدماتی مباحث پر گفتگو کی ہے، مصنف نے جلد اول میں آدمؑ سے خاتمؑ تک تشریع کی تاریخ کو بیان فرمایا تھا اور اس جلد میں رسولؐ اسلام کے بعد وجود میں آنے والے سات فرقوں اور انکی تشریع کے مبانی کو تفصیل کے ساتھ بیان فرماتے ہیں، یہ فرقے وہ ہیں کہ جن کے پیروکار اور حکومتیں آج بھی موجود ہیں، اور وہ سات فرقے یہ ہیں:

۱۔ فرقۂ امامیہ۔ ۲۔ فرقۂ زیدیہ، ۳۔ فرقۂ اباضیہ، ۴۔ فرقۂ حنفیہ، ۵۔ فرقۂ مالکیہ، ۶۔ فرقۂ شافعیہ، ۷۔ فرقۂ حنبلیہ۔

ہم اس مقام پر مذکورہ فرقوں کے بانی، ان کے اعتقادات اور فقہی مبانی پر اجمالی روشنی ڈالتے ہیں:

فرقۂ امامیہ:

وہ افراد جو امام معصوم کی پیروی کرتے ہیں انھیں امامی کہا جاتا ہے، یہاں امام سے مراد اثنا عشر ائمہ ہیں جن میں سے سب سے پہلے امام حضرت علی (ع) اور آخری امام حضرت مہدی (ع) ہیں، چونکہ شیعہ فرقوں میں زیدی اور اسماعیلی بھی پائے جاتے ہیں لہذا ہر امامی کو شیعہ کہا جاتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر شیعہ امامی ہو (یہاں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے)، فرقۂ امامیہ کو فرقۂ جعفری بھی کہتے ہیں۔

لفظ شیعہ رسولؐ اسلام کے دور میں رائج تھا، چونکہ رسولؐ اسلام نے فرمایا تھا:

علی و شیعته هم الفائزون یوم القیامة

اور اوائل میں ابوذر، مقداد اور سلمان فارسی کو شیعہ علیؑ کہا جاتا تھا۔

امامیہ مذہب کے ماننے والے مندرجہ ذیل امور پر اعتقاد رکھتے ہیں:

۱۔ خدا کا عادل ہونا، ۲۔ رسولؐ اور ائمہ کا معصوم ہونا، ۳۔ خلافت کا منصوص من اللہ ہونا، ۴۔ علم معصومین کا لدنی ہونا، ۵۔ مطلقا خدا کی رویت کا محال ہونا، ۶۔ قرآن مجید کا مخلوق ہونا۔

امامیہ مذہب کے فقہی مبانی یہ ہیں:

۱۔ قرآن، ۲۔ سنت (حدیث معصومین علیہم السلام)، ۳۔ اجماع، ۴۔ عقل۔

فرقۂ زیدیہ:

یہ فرقہ زید بن علی بن حسین (ع) سے منسوب ہے، جناب زید سنہ ۶۶ھ کو پیدا ہوئے اور سنہ ۱۲۱ھ کو وفات پائی، آپ نے امامت امام باقرؑ و امام صادق علیہما السلام کو نافذ کرنے کے لئے ہشام بن عبد الملک پر خروج کیا اور اس امر میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے، جناب زید کی قربانی کو امام صادق علیہ السلام نے سراہتے ہوئے فرمایا:

انما دعا الی الرضا من آل محمد، و لو ظفر لوفی بما دعا الیه

بے شک انہوں نے لوگوں کو آل محمدؐ کی طرف دعوت دی اور اگر وہ کامیاب ہوتے تو ان کا مطلوب حاصل ہو جاتا۔

زید بن علیؑ کے فقہی مبانی: قرآن، سنت رسولؐ و اہلبیتؑ تھے لیکن ان کے پیروکار رای، قیاس، استحسان، مصالح مرسلہ، استصحاب کو بھی ان مبانی میں شامل کرتے ہیں۔

فرقۂ اباضیہ:

اس فرقے کی نسبت عبد اللہ ابن اباض کی طرف دی جاتی ہے جو سنہ ۲۴ ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۸۶ ہجری میں وفات پائی، عبد اللہ ابن اباض کے ماننے والوں کو اباضی کہتے ہے، یہ فرقہ خوارج کے فرقوں میں سے ایک ہے گرچہ اس فرقے کے ماننے والے اس بات کو قبول نہیں کرتے، لیکن اکثر مورخین نے فرقۂ اباضی کو خارجی فرقہ قرار دیا ہے۔

فرقۂ اباضیہ کے چند اعتقادات یہ ہیں:

تقیہ کا صرف قول میں جائز ہونا، اطاعت گذار سے دوستی اور گناہکار سے برائت کا اظہار کرنا، قیامت کے دن خدا کی رویت کا ممکن نہ ہونا، مرتکب گناہ کبیرہ کا کافر ہونا، وہ امامت جو وصیت کے ذریعہ ہو اس کا باطل ہونا۔

اس فرقے کے فقہی مبانی سات ہیں:

۱۔ قرآن، ۲۔ سنت، ۳۔ قیاس، ۴۔ استحسان، ۵۔ مصالح مرسلہ، ۶۔ صحابی کا قول، ۷۔ استدلال۔

دور حاضر میں اس فرقے کے پیروکار عمان، لیبیا، جزائر، تونس، حضرموت، یمن، اور مصر میں پائے جاتے ہیں۔

فرقۂ حنفیہ:

اس فرقے کے بانی نعمان بن ثابت تھے جو سنہ ۸۰ ھ کو پیدا ہوئے اور سنہ ۱۵۰ ھ میں وفات پائی، ابو حنیفہ انکی کنیت تھی اور آپ کو اہلسنت امام اعظم بھی کہتے ہیں، اس مذہب کے پیروکار کو حنفی کہا جاتا ہے۔

ابو حنیفہ معتقد تھے کہ ایمان میں درجات نہیں ہوتے بلکہ سب کا ایمان ایک ہی مرتبہ پر فائز ہوتا ہے اور خدا ہی انسان سے نیکی و برائی کرواتا ہے۔

اس فرقے کے فقہی مبانی ۸ ہیں:

۱۔ کتاب، ۲۔ سنت، ۳۔ قیاس، ۴۔ استحسان، ۵۔ اقوال اصحاب، ۶۔ اجماع، ۷۔ عرف، ۸۔ حیل شرعیہ۔

فرقۂ مالکیہ:

یہ مذہب مالک بن انس سے منسوب ہے جو سنہ ۹۳ ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۷۹ھ میں وفات پائی، اس مذہب کے پیروکار کو مالکی کہتے ہیں۔

مالک بن انس رویت خدا کے قائل تھے اور آپ کے فقہی مبانی ۸ ہیں:

۱۔ قرآن، ۲۔ سنت، ۳۔ اجماع (اجماع فقہائے مدینہ)، ۴۔ قیاس (رائے)، ۵۔ استحسان، ۶۔ عرف، ۷۔ مصالح مرسلہ، ۸۔ سد ذرائع۔

فرقۂ شافعیہ:

اس مذہب کو محمد ابن ادریس شافعی سے نسبت حاصل ہے جو سنہ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۲۰۴ھ میں وفات پائی، اس مذہب کے پیروکار کو شافعی کہتے ہیں، محمد ابن ادریس معتقد تھے کہ قرآن مخلوق نہیں ہے اور خدا قیامت میں دکھائی دیگا، ان کے فقہی مبانی چار ہیں:

۱۔ قرآن، ۲۔ سنت، ۳۔ اجماع، ۴۔ قیاس۔

فرقۂ حنبلیہ:

یہ فرقہ احمد بن محمد بن حنبل کی طرف منسوب ہے، جنھیں امام احمد بن حنبل بھی کہا جاتا ہے اور جو ان کا پیروکار ہے اسے حنبلی کہتے ہیں۔

احمد بن حنبل سنہ ۱۶۴ ہجری کو بغداد میں پیدا ہوئے اور سنہ ۲۴۱ھ میں وفات پائی۔

حنبلی فرقے کے اہم اعتقادات یہ ہیں:

۱۔ قیامت کے دن خدا کا دکھائی دینا، ۲۔ پیغمبر اسلام کا خدا کو دیکھنا، ۳۔ قرآن کا مخلوق نہ ہونا، رسولؐ کا شفیع قرار پانا۔

اس فرقے کے فقہی مبانی ۷ ہیں:

۱۔ کتاب، ۲۔ سنت، ۳۔ فتوائے صحابی، ۴۔ حدیث مرسل وضعیف، ۵۔ قیاس، ۶۔ مصالح مرسلہ، ۷۔ سد ذرائع۔

دائرۃ المعارف الحسینیہ کے مصنف آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے مذکورہ تمام فرقوں کے معتبر یا غیر معتبر ہونے پر تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد ایک محققانہ جدول پیش کیا ہے جس کے ذریعہ کسی بھی مسئلہ میں ان فرقوں میں موجودہ اختلاف آراء کو بخوبی درک کیا جا سکتا ہے۔ اس علمی کاوش کے بعد مصنف نے ادوار تشریع کے ایک اہم دور یعنی دور مرجعیت فقہا شیعہ پر روشنی ڈالی ہے۔

فقہاء کی مرجعیت:

جس طرح رسولؐ اسلام نے بعد میں آنے والے خلفاء کا تعین فرمایا تھا بالکل اسی طرح امام مہدی (ع) نے بھی غیبت کبری سے پہلے اپنے شیعوں سے فرمایا:

و اما الحوادث الواقعة فارجعوا فیها الی رواة حدیثنا فانهم حجتی علیکم و انا حجة الله علیهم (وسائل الشیعہ جلد ۲۷ ص ۱۴۰)

یعنی ہمارے زمانۂ غیبت میں نئے پیش آنے والے مسائل میں راویان حدیث کی طرف رجوع کرو کیونکہ وہ ہماری طرف سے تم پر حجت ہیں اور ہم اللہ کی طرف ان پر حجت ہیں، لہذا فرقۂ امامیہ کے پیروکار غیبت کبری میں راویان حدیث

(جنھیں فقیہ و مرجع تقلید بھی کہا جاتا ہے) کی طرف رجوع کرتے ہیں تاکہ وہ مسائل مستحدثہ میں قرآن، حدیث، عقل اور اجماع کی روشنی میں احکام کا تعین کر سکیں۔

چونکہ مرجعیت ایک اہم منصب ہے لہذا اہل تشیع ہر فقیہ کی تقلید کو جائز نہیں سمجھتے بلکہ وہ فقیہ لائق تقلید ہوتا ہے جو صفات حسنہ اور علوم مختلف میں اعلی درجہ پر فائز ہو، لہذا ہر جامع الشرائط فقیہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ مندرجہ ذیل صفات کا متحمل ہو:

۱۔ عاقل ہو، ۲۔ ذہین ہو، ۳۔ فراموش کار نہ ہو، ۴۔ نیک عقیدہ رکھتا ہو، ۵۔ اجتہاد کی کامل استعداد و صلاحیت رکھتا ہو، ۶۔ متوازن شخصیت و کردار کا مالک ہو، ۷۔ عادل ہو، ۸۔ دلیل کا تابع ہو، ۹۔ دنیوی و دینی امور کو اچھی طرح چلانے کی قابلیت رکھتا ہو۔

علمی اعتبار سے ایک فقیہ کا مندرجہ ذیل علوم پر مہارت رکھنا بےحد ضروری ہے۔

۱۔ علم لغتِ عربی، ۲۔ علم صرف، ۳۔ علم نحو، ۴۔ علم بلاغت، ۵۔ علوم قرآن، ۶۔ علوم حدیث، ۷۔ علم کلام، ۸۔ علم اصول فقہ، ۹۔ علم فقہ، ۱۰۔ علوم اجتماعی۔

فقیہ کی ولایت:

جو فقیہ مذکورہ تمام صفات اور علوم میں اعلی درجے پر فائز ہو وہ مومنین پر ولایت رکھتا ہے لہذا اس مقام پر مصنف آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے ولایت فقیہ پر مفصل و مدلل بحث فرمائی ہے، ہم اس مقام پر اجمال کے ساتھ اس بحث پر روشنی ڈالتے ہیں:

ولایت اور اسکی اقسام:

لغت میں ولایت اس تصرف کے حق کو کہتے ہیں جو کسی شیٔ یا شخص یا دونوں پر ہوتا ہے (**هو حق التصرف السلطوی علی شیء او شخص او معا**)۔

اور اصطلاح شرع میں موجودات پر شرعی تصرف یا تسلط کو ولایت کہتے ہیں، چاہے وہ موجودات انسان ہوں یا غیر انسان، ایک فرد ہو یا پورا اجماع (هو حق التصرف و الاستيلاء الشرعی علی الموجودات سواء كان انسانا او غيره، فردا كان اور مجتمعا)۔

ولایت کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

ولایت تکوینیہ ذاتیہ:

وہ ذاتی اور مطلق حق کہ جس کی بنیاد پر خداوند عالم کائنات اور مخلوقات کو خلق فرماتا ہے اور ان میں تصرف کرتا ہے۔

ولایت تکوینیہ تکریمیہ:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاءؑ اور ائمہ علیہم السلام کو کائنات اور مخلوقات پر تصرف کا حق عطا فرمایا ہے لہذا اس ولایت کو ولایت تکوینیہ تکریمیہ کہتے ہیں، جس کے ذریعہ وہ معجزات اور کرامات بھی انجام دیتے ہیں۔

ولایت تشریعیہ ذاتیہ:

قانونگذاری کا ذاتی حق خدا کو حاصل ہے لہذا اس امر میں ذات احدیت کی ولایت کو ولایت تشریعیہ ذاتیہ کہتے ہیں۔

ولایت تشریعیہ تکریمیہ:

رسولؐ اسلام اور ائمہ اہلبیتؑ علیہم السلام بالعرض تشریع کا حق رکھتے ہیں یعنی انھیں تشریع کا حق خدا نے عطا فرمایا ہے۔

اس بات میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے کہ ہر جامع الشرائط فقیہ کو ولایت حاصل ہے۔ لیکن اس کے دائرۂ اختیارات میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، لہذا مصنف نے اس مقام پر قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل گفتگو کے بعد اپنی رائے کو پیش فرمایا ہے، ولایت کی مزید مندرجہ ذیل اقسام پر توجہ کرنے سے آیت اللہ محمد صادق کرباسی کی علمی و تحقیقی کاوش سے آگاہی حاصل ہوتی ہے کہ انھوں نے کس قدر محنت کے ساتھ موضوع سے مربوط جہات کو آشکار کیا، اور اسی کے ضمن میں مصنف کی رائے بھی واضح ہوجاتی ہے:

ولایت مطلقہ:

وہ ولایت جس میں اختیارات کا دائرہ بدون قید و شرط ہو۔

ولایت مقیدہ:

وہ ولایت جو برخلاف ولایت مطلقہ، مقید ہو۔

ولایت عامہ:

وہ ولایت جو تمام جامع الشرائط افراد میں پائی جاتی ہے۔

ولایت خاصہ:

وہ ولایت جو خاص افراد میں پائی جاتی ہے جیسے باپ کی ولایت اولاد پر۔
مذکورہ بالا تقسیمات کے پیش نظر آیت اللہ محمد صادق الکرباسی کے نزدیک معصومین علیہم السلام کی ولایت، ولایت عامۂ مطلقہ ہے اور تمام جامع الشرائط فقہا کو ولایت عامہ غیر مطلقہ حاصل ہے۔

ولایت فقیہ اور ولایت شوریٰ:

تمام اجتماعی، اقتصادی اور سیاسی امور میں جامع الشرائط فقہاء کو مومنین پر ولایت حاصل ہے چونکہ امام مہدی علیہ السلام نے فرمایا:

و اما الحوادث الواقعة فارجعوا فيها الى رواة حديثنا فانهم حجتى عليكم و انا حجة الله عليهم (وسائل الشیعہ جلد ۲۷ ص ۱۴۰)

لہذا اگر دور غیبت میں کسی بھی ملک میں شیعی حکومت برقرار ہو جائے تو تمام مومنین پر واجب ہوگا کہ وہ دینی امور کی طرح حکومتی امور میں بھی جامع الشرائط فقہاء کی پیروی کریں چونکہ مذکورہ حدیث کی روشنی میں معصوم نے فقہاء کرام کو دین و دنیا میں ہم پر حجت قرار دیا ہے۔

لیکن سوال یہ پیش آتا ہے کہ کسی بھی حکومت کو چلانے کے لئے آیا ایک فقیہ کافی ہے؟ یا پھر جامع الشرائط فقہاء کی کمیٹی ہو، اس امر میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے لہذا آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے ولایت فقیہ اور ولایت شورائے فقہاء پر تفصیلی بحث فرمائی ہے، ہم یہاں اختصار سے اس بحث کو پیش کرتے ہیں:

آیت اللہ خمینی فرماتے ہیں کہ غیبت امام مہدی (ع) میں جو فقیہ عادل، شجاع، مدیر، مدبر، حالات زمانہ سے باخبر ہو اور جسے سب پہچانتے ہوں اور اسکی قیادت کو بھی قبول کرتے ہوں وہ مومنین پر ولایت رکھتا ہے لیکن اگر کسی ایک فرد میں یہ تمام شرائط نہ پائی جائیں تو جامع الشرائط فقہاء کو ولایت حاصل ہوگی (قانون جمہوری اسلامی ایران: ص ۲۲ مادہ خامسہ)[1]

آیت اللہ محمد شیرازی کا نظریہ اس نظریہ سے بالکل برعکس ہے جسمیں وہ فرماتے ہیں کہ تمام جامع الشرائط فقہاء کو ولایت حاصل ہے لہذا کسی بھی حکومت کو چلانے کے لئے سب سے پہلے شورائے فقہاء کو ولایت حاصل ہوگی لیکن اگر جامع الشرائط فقیہ ایک ہی ہو تو وہ ولی فقیہ قرار پائے گا۔

---

[1] ہم نے بھی اسی رائے کو اختیار کیا ہے (میرزا محمد جواد شبیر)۔

مصنف آیت اللہ الکرباسی نے ایک طولانی بحث کے بعد فرمایا کہ قیادت اور ولایت شورائے فقہاء کو حاصل ہے، لیکن اگر جامع الشرائط فقیہ ایک ہی ہو تو اسے قیادت حاصل ہوگی لیکن ان دونوں صورتوں میں فقیہ یا فقہاء کے لئے لازم و ضروری ہے کہ وہ اجتماعی، سیاسی، اقتصادی، اور دیگر حکومتی امور میں اہل معرفت اور اہل تخصص سے مشورہ کریں۔

تشریع اسلام کی پیشرفت:

مصنف نے اس عنوان کے تحت تشریع اسلام کی پیشرفت پر روشنی ڈالتے ہوئے ان تمام شہروں کے بارے میں تفصیلی گفتگو فرمائی ہے کہ جن کو تشریع اسلام کی پیشرفت میں علمی مراکز ہونے کی حیثیت حاصل ہے، کتاب 'الحسینؑ و التشریع الاسلامی' جلد دوم میں صرف پہلے علمی مرکز یعنی مدینہ منورہ پر گفتگو کی گئی ہے اور بقیہ مراکز علمیہ کے تذکرہ کو جلد سوم پر موکول کیا گیا ہے۔

مدینہ منورہ:

سب سے پہلا علمی مرکز مدینہ منورہ تھا جہاں خود رسولؐ اسلام نے تعلیم و تربیت کا سلسلہ شروع فرمایا اور آپ کی درسگاہ سے بیشمار شاگردوں نے تربیت پائی، رسولؐ اسلام کی وفات کے بعد بھی اسی شہر کو علمی مرکزیت حاصل رہی، اس دور میں بھی تعلیم و تربیت کے سلسلہ کو باب مدینۃ العلم علی بن ابیطالب (ع) نے جاری رکھا، لیکن مولا علی (ع) کے دور حکومت میں یہ علمی مرکز مدینہ سے کوفہ منتقل ہوا اور پھر شہادت امیر المومنینؑ کے بعد امام حسن (ع) کے دور میں مدینہ منورہ کو دوبارہ علمی مرکزیت حاصل ہوئی، امام حسن (ع) نے اپنے دور میں بیشمار شاگرد تربیت فرمائے، جن کی تعداد ۴۵ تھی، آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے ان تمام شاگردوں کی سوانح حیات پر مفصل روشنی ڈالی ہے، قارئین مزید اطلاعات کے لئے کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔
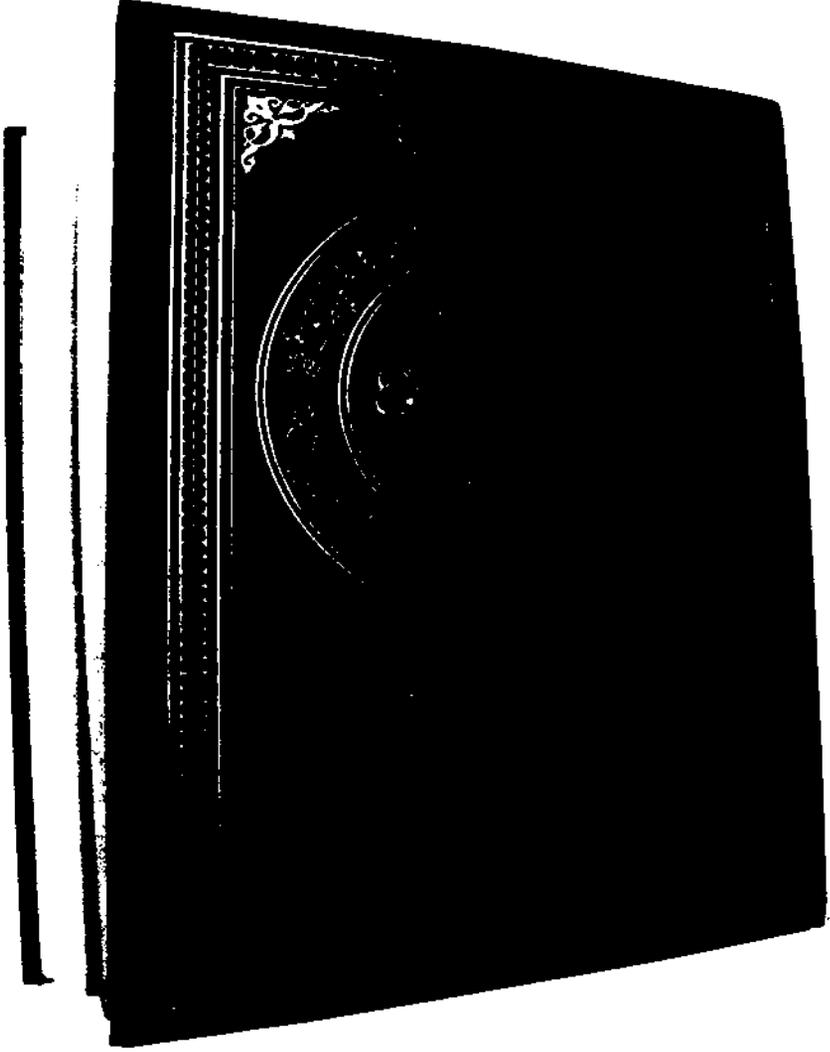
کتاب "امام حسینؑ اور شریعت اسلامی" دس سے زائد جلدوں پر مشتمل ہے، جس کی تیسری جلد (جو ۶۳۸ صفحات پر مشتمل ہے) سنہ ۱۹۹۷ء میں لکھی گئی اور سنہ ۲۰۰۷ء کو زیور طبع سے آراستہ ہوئی، قارئین کرام اس کتاب میں موجود مطالب کی تلخیص کو آنے والے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

دینی مراکز اور تعلیمی درسگاہوں کی تاریخ

انسان جب اس جہان میں قدم رکھتا ہے تو وہ دنیا کے حالات سے بے خبر ہوتا ہے، اس کی مثال بالکل اس سفید کاغذ کی سی ہوتی ہے کہ جس پر کچھ بھی نہیں لکھا گیا ہے، یا پھر اس پودے کی سی ہوتی ہے کہ جسے جس طرف گھمایا جائے وہ اد ... جاتا ہے، لہذا ہر نو مولود بچہ ماں کی شفقت اور باپ کی محبت سے مانوس ہوکر بہت ساری چیزوں کو انھیں ... ہے، یہی وجہ ہے کہ ماں کی گود کو پہلی درسگاہ کہا گیا ہے، جہاں سے انسان کو سب سے پہلی تربیت حاصل ... ے بھی کامیاب افراد اس دنیا میں گزرے ہیں اگر انکی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ... ان کی تربیت میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

...لؐ اسلام نے فرمایا:

کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام حتی یکون ابواہ یھودانہ و ینصرانہ (سفینۃ البحار جلد ۳، ص ۳۸۳)

ہر نومولود فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی بنا دیتے ہیں، رسولؐ اسلام کی اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ ہر نومولود کی سعادت اور شقاوت کے ذمہ دار اس کے والدین ہیں، لہذا والدین کے لئے ابتدائی درسگاہ کی اصلاح کرنا بیحد ضروری ہے تاکہ آگے چل کر ایک معلم اسی مضبوط بنیاد پر ایک بلند عمارت کو تعمیر کر سکے ۔ بسا اوقات ایسا بھی دیکھا گیا ہے انسان کو ابتدائی تعلیم تو اچھی ملتی ہے لیکن ایک نامناسب درسگاہ میں شمولیت کی وجہ سے اس کی دنیا و آخرت دونوں تباہ ہو جاتے ہیں، لہذا اس مقام پر والدین کی ذمہ داریاں دوچنداں ہو جاتی ہیں، اور ان کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اس درسگاہ میں بھیجیں کہ جس میں وہ ہدایت کی راہ پر گامزن رہ سکیں۔

درسگاہ کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے دائرۃ المعارف الحسینیؑ کے مصنف آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے کتاب "الحسینؑ والتشریع الاسلامی" کی جلد سوم (جو ۶۳۸ صفحات پر مشتمل ہے اور سنہ ۲۰۰۷ میلادی میں چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے) میں ان تمام شہروں پر مفصل روشنی ڈالی ہے کہ جنھیں تاریخ اسلام میں دینی علوم کا مرکز ہونے کا شرف حاصل رہا ہے، ہم اس مقام پر ان علمی مراکز پر اجمال کے ساتھ روشنی ڈالتے ہیں:

مدینہ منورہ:

سب سے پہلا علمی مرکز مدینہ منورہ تھا جہاں خود رسولؐ اسلام نے تعلیم وتربیت کا سلسلہ شروع فرمایا اور آپ کی درسگاہ سے بیشمار شاگردوں نے تربیت پائی، رسولؐ اسلام کی وفات کے بعد خلفاء کے دور میں بھی اسی شہر کو علمی مرکزیت حاصل رہی، اس دور میں تعلیم وتربیت کے سلسلہ کو باب مدینۃ العلم علی بن ابیطالب (ع) نے جاری رکھا، لیکن مولا علی (ع) کے دور حکومت میں یہ علمی مرکز مدینہ سے کوفہ منتقل ہوا اور شہادت امیرالمومنینؑ کے بعد امام حسن (ع) کے دور میں مدینہ منورہ کو دوبارہ علمی مرکزیت حاصل ہوئی، امام حسن (ع) نے اپنے دور میں ۴۵ خاص شاگرد تربیت فرمائے۔ آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے ان تمام شاگردوں کی سوانح حیات پر مفصل روشنی ڈالی ہے، قارئین مزید اطلاعات کے لئے کتاب الحسینؑ والتشریع الاسلامی کی جلد دوم صفحہ ۳۲۲ کی طرف رجوع فرمائیں۔

امام حسن (ع) کے ساتھ ساتھ امام حسین (ع) نے بھی مدینہ میں تعلیم وتربیت کا سلسلہ جاری رکھا، اور یہ دور سنہ ۴۰ سے شروع ہو کر سنہ ۶۰ھ پر ختم ہوا، امام حسین (ع) کی شہادت کے بعد امام سجاد (ع) نے سنہ ۶۱ھ سے سنہ ۹۵ھ تک اسی شہر میں لوگوں کو علوم آل محمدؐ سے مستفیض فرمایا، اس عرصۂ دراز میں ۱۸۰ سے زائد شاگردوں نے آپ سے کسب فیض کیا جن میں جابر بن عبداللہ انصاری، ابان بن تغلب البکری، ثابت بن دینار الثمالی، زید بن علی بن الحسینؑ الہاشمی، سعید بن جبیر الکوفی، سعید بن مسیب المخزومی، محمد بن مسلم بن عبداللہ الزہری کو نمایاں حیثیت حاصل ہے، امام سجاد علیہ السلام کے ارشادات کو آپ کے اصحاب نے جمع فرمایا جو صحیفۂ سجادیہ، مناجات خمس عشرۃ، رسالۃ الحقوق، کتاب علی بن حسینؑ کے نام سے شہرت رکھتے ہیں۔

امام باقرؑ و امام صادق علیہما السلام کا دور سنہ ۹۵ ھ سے شروع ہو کر سنہ ۱۴۸ ھ پر ختم ہوا، جس میں اموی حکومت ضعیف ہوتی گئی یہاں تک کہ منقرض ہوگئی اس دور میں امام باقرؑ و صادق (ع) نے مکتب اہلبیتؑ کی خوب ترویج کی، آپ دونوں اماموں سے بیشمار افراد بہرہ مند ہوئے جن میں سے زرارہ، برید، ابوبصیر، محمد بن مسلم، جابر بن یزید جعفی کو خاصی اہمیت حاصل ہے، صرف جابر جعفی نے امام باقرؑ سے ۹۰ ہزار روایات کو نقل کیا ہے، امام صادق (ع) کے بعد امام علی نقی (ع) تک مدینہ منورہ کو علمی مرکزیت حاصل رہی۔

مکہ مکرمہ:

گرچہ رسولؐ اسلام کی ولادت اور بعثت مکہ مکرمہ میں واقع ہوئی، لیکن ہجرت رسولؐ کی وجہ سے اس شہر کو علمی مرکزیت حاصل نہ ہو سکی، مولا علی (ع) کی شہادت کے بعد عبداللہ ابن عباس اکثر مکہ مکرمہ میں زندگی بسر کرتے تھے لہذا اس دور میں آپ نے تعلیم و تربیت کا سلسلہ شروع کیا، عبداللہ ابن عباس مکہ مکرمہ میں ایک دن درس فقہ، دوسرے دن درس تاویل، تیسرے دن درس غزوات، چوتھے دن درس شعر، اور پانچویں دن عرب کے واقعات کو بیان فرماتے تھے، واقعۂ حرہ کے بعد اصحاب و تابعین مدینہ سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ آگئے اور اس طرح مکہ مکرمہ ایک مدت تک کے لئے علمی مرکز بنا رہا۔

کوفہ:

مولا امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے جنگ جمل کے بعد سنہ ۳۶ ھ میں کوفہ کو اپنی حکومت کا دارالخلافہ قرار دیا، جس کے بعد بیشمار اصحاب کوفہ منتقل ہوئے، اور اس شہر کو علمی مرکزیت حاصل ہوئی۔

رسولؐ اسلام کی وفات کے بعد حاکمان وقت نے حدیث رسولؐ کے نقل کرنے پر پابندی عائد کی تھی، لیکن مولا امیر المومنینؑ نے اپنے دور میں صحابہ کو نقل حدیث کی اجازت فرمائی، اس دور میں جہاں مولا علی (ع) مشغول تعلیم و تربیت تھے وہیں حضرت زینب سلام اللہ علیہا بھی کوفہ کی عورتوں کو تفسیر قرآن اور شرعی احکام کی تعلیم دیتی تھیں۔

کربلاء معلیٰ:

سنہ ٦٦ھ میں جب روضۂ امام حسین علیہ السلام آمادہ ہوا تو اس دور کے فقہاء نے آہستہ آہستہ اس شہر میں قیام کرنا شروع کیا اور جس وقت امام صادق (ع) کا دور آیا تو آپ کثرت سے کربلا تشریف لے جانے لگے اور وہاں تعلیم و تربیت میں مشغول ہوئے، آج بھی مرقد امام حسین (ع) سے قریب ایک مقام ہے کہ جسے مقام امام صادق سے یاد کیا جاتا ہے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بھی تقریباً سنہ ١٥٩ھ کو کربلا تشریف لائے اور کچھ مدت کے لئے آپ نے بین الحرمین کے مقام بزقاق السادۃ میں قیام فرمایا، آپ کے اطراف بھی شیعہ جمع ہوئے اس طرح امام کاظم (ع) بھی اس مقام پر اپنے اصحاب کی تعلیم و تربیت میں مشغول ہوئے۔

کربلا میں سب سے پہلا مدرسہ سنہ ٣٦٩ھ میں سلطان عضد الدولہ نے تاسیس کیا، جس کے بعد مدارس کی تاسیس ہوتی رہی اور آج تک امام حسین علیہ السلام کے سایہ میں علماء علوم دینیہ سے مستفیض ہوتے ہیں۔

بغداد (کاظمیہ مشرفہ):

بغداد میں شیعوں کی تاریخ اس شہر کے وجود میں آنے کے ساتھ شروع ہوتی ہے، اس شہر کا محلہ کرخ شیعیت کا مرکز تھا، جس میں بزرگان شیعہ زندگی بسر کرتے تھے، اس شہر میں مختلف مذاہب کے علماء نے بھی زندگی کی، جن میں اہل سنت کے امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل بھی شامل ہیں۔

سنہ ٢٠٤ھ میں جب مامون عباسی نے طوس سے بغداد کی طرف ہجرت کی تو سب سے پہلے سیاسی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس نے امام جواد (ع) کو مدینہ سے بغداد آنے کی دعوت دی جس کے بعد اس دور کے اکثر فقہاء کو بھی بغداد میں جمع کیا گیا تاکہ طوس میں پیش آنے والے مناظروں کی صورت حال بغداد میں بھی برقرار رہ سکے۔

جب بغداد کے علماء (جو امام جواد (ع) کی کمسنی کو دیکھتے ہوئے انھیں علم حاصل کرنے کی تجویز پیش کر رہے تھے) امام کے علم و کمال سے آگاہ ہوئے تو انھوں نے آپ سے کسب علم کی خواہش کا اظہار کیا، جب تک امام جواد (ع) بغداد میں تشریف فرما تھے آپ نے تعلیم و تربیت کا سلسلہ جاری رکھا۔

امام مہدی (ع) کے نواب اربعہ بھی بغداد میں امام کی طرف سے نیابت کے فرائض انجام دیتے تھے اور آپ میں سے ہر ایک نے اسی شہر میں وفات پائی، جن کی قبریں آج بھی بغداد میں موجود ہیں۔

شہر بغداد میں محمد بن یعقوب کلینی، محمد بن محمد المفید (شیخ مفید)، سید مرتضی، سید رضی، محمد بن حسن طوسی (شیخ طوسی) اور دیگر جید علماء شیعہ نے تبلیغ علوم آل محمدؐ میں اپنی تمام زندگی کو صرف کیا ہے۔

نجف اشرف:

شہر نجف مولا امیر المومنینؑ علی بن ابیطالب کے وجود اقدس سے آباد ہوا، گرچہ حضرت علی (ع) اس شہر میں سنہ ۴۰ ھ کو دفن ہوئے، لیکن کوفہ میں خوارج و دشمنان اہلبیتؑ کی وجہ سے ۱۳۰ سال تک آپ کی قبر مبارک پوشیدہ رہی، اور سنہ ۱۷۰ھ میں ظاہر ہوئی، جس کے بعد محبان اہلبیتؑ اس شہر میں جمع ہوتے گئے اور یہ شہر آباد ہوگیا۔

شہر نجف وہ بابرکت شہر ہے کہ جہاں بیشمار علماء نے علوم حاصل کئے، سب سے پہلے محمد بن حسن الطوسی (شیخ طوسی، شیخ الطائفہ) نے سنہ ۴۵۰ ھ میں اس شہر میں سکونت اختیار کی، جس کے بعد یہ شہر علمی مرکز میں تبدیل ہوگیا۔

اس مقام پر محقق زمان آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے ان تمام فقہاء و مراجع کرام کا تفصیل کے ساتھ تذکرہ کیا ہے کہ جنھوں نے نجف میں حوزہ ھای علمیہ کو وجود بخشا اور جنھیں حوزہ کی زعامت بھی حاصل تھی، ہم یہاں اختصار کے ساتھ ان علماء اعلام کے نام پیش کرتے ہیں:

محمد بن حسن الطوسی، حسن بن محمد بن حسن الطوسی، محمد بن حسن بن محمد بن حسن الطوسی، علی بن حسین الکرکی، احمد بن محمد اردبیلی (مقدس اردبیلی)، محمد مہدی بن مرتضی بحر العلوم، جعفر بن خضر الجناجی، موسی بن جعفر کاشف الغطاء، علی بن جعفر کاشف الغطاء، حسن بن جعفر کاشف الغطاء، محمد حسن بن باقر النجفی، مرتضی بن محمد امین الانصاری (شیخ انصاری)،

حسین بن محمد الکوہکمری، حسین بن خلیل الخلیلی، محمد کاظم بن حسین الخراسانی، محمد کاظم بن عبد العظیم یزدی، فتح اللہ بن محمد جواد الاصفہانی، حسین بن عبد الرحیم النائینی، ابو الحسن بن محمد الاصفہانی، عبد الہادی بن اسماعیل الشیرازی، محسن بن مہدی الحکیم، محمود بن علی الشاہرودی، ابو القاسم بن علی اکبر الخوئی، عبد الاعلی بن علی رضا السبزواری، علی بن محمد باقر السیستانی۔

سامراء المشرفہ:

گرچہ شہر سامراء کی تاریخ بہت قدیم ہے لیکن عہد اسلامی میں اس شہر کو معتصم عباسی کے کہنے پر سنہ ۲۲۱ھ میں آباد کیا گیا، اور متوکل عباسی نے امام نقی اور امام عسکری علیہما السلام کو اس شہر میں بلایا جہاں یہ دونوں امام شہید کئے گئے، امام زمانہ علیہ السلام بھی اسی شہر میں متولد ہوئے لہذا اس شہر کو تین ائمہ نے علمی مرکزیت عطا کی، طول تاریخ میں پانچ سو سے زائد فقہاء نے اس شہر میں سکونت اختیار کی۔

شام:

علماء مذہب امامیہ نے قرن ہشتم ہجری سے سوریا کے شہر دمشق کو علمی مرکز قرار دیا، گرچہ قرن سوم و چہارم ہجری سے اس شہر میں شیعہ کی تعداد بڑھتی گئی لیکن ہر دور میں امامیہ مذہب کے پیروکار اس شہر میں سختیوں اور سخت دباؤ میں رہے، اور شہید اول (صاحب کتاب لمعہ دمشقیہ) کی شہادت بھی اسی شہر میں واقع ہوئی، لہذا اس شہر میں امامیہ مذہب کے علمی مراکز کو زیادہ پیشرفت حاصل نہ ہو سکی، آج بھی شام میں صرف ۱۲ دینی مدارس پائے جاتے ہیں۔

حلب:

شہر حلب میں حمدانیین کے پہلے شیعہ بادشاہ یعنی سیف الدولہ نے مقام راس الحسینؑ اور مقام جناب محسن (امام حسین (ع) کے سقط شدہ فرزند) کو سنہ ۳۵۱ھ میں تعمیر کروایا، قرن سوم سے قرن ششم ہجری تک اس شہر میں بزرگ علماء شیعہ وجود میں آئے جن کے اسامی ہم یہاں پیش کرتے ہیں:

علی بن محمد التنوخی، حسین بن احمد السبیعی، حسن بن علی الحرانی، علی بن عبد الملک الحلبی، تقی بن نجم الحلبی، ثابت بن اسلم الحلبی، حمزہ بن عبد العزیز الدیلمی، عبد الرحمان بن احمد النیشاپوری، محمد بن یحیی الکتاب، حیدر بن حسن الحلبی، بواب بن حسن الحلبی، کردی علی الفارسی، محمد بن حسن الحلبی، حسین بن عقیل بن الخفاجی، حسین بن احمد بن عیاش، اسد بن علی الغسانی، محمد بن عبد الملک جرادۃ، حمزہ بن علی الحسینی، محمد بن علی المازندرانی، اسد بن ایوب الحلبی، حسن بن حسین الحلبی، علی بن منصور الحلبی، محمد بن علی الحلبی۔

طرابلس:

طرابلس (جو لبنان میں واقع ہے) میں امامیہ مذہب کے فقیہ حسن بن عمار نے دولت عماریہ مستقر کی جو سنہ ۴۶۲ھ میں شروع ہو کر سنہ ۵۰۲ھ میں ختم ہوئی اس دور میں بیشمار علمی مراکز وجود میں آئے، اور امین الدولہ، حسین بن بشر الطرابلسی، اسعد طب ابی روح جیسے فقہاء کو اسی شہر سے نسبت حاصل ہے۔

جبل عامل:

جبل عامل (جو جنوب لبنان میں واقع ہے) سے علماء شیعہ کی ایک کثیر تعداد وجود میں آئی جن میں محقق اول علی بن عبد العالی المیسی، محقق دوم علی بن حسین بن علی الکرکی العاملی، شہید اول محمد بن مکی العاملی، شہید ثانی زین الدین بن علی العاملی، حسین بن عبد الصمد بن محمد العاملی (پدر شیخ بہائی)، محمد بن حسین بن عبد الصمد (شیخ بہائی)، شیخ محمد بن حسن الحر العاملی (صاحب کتاب وسائل)، محمد جواد بن محمد العاملی (صاحب کتاب المفتاح) جیسے بزرگ علماء شامل ہیں،

کتاب "الحسینؑ والتشریع الاسلامی" کے مصنف آیت اللہ محمد صادق الکباسی نے جبل عامل کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ قدس و بعلبک، مصر، تونس، فاس (مراکو کا پائتخت)، قرطبہ (اسپین کا شہر) میں وجود میں آنے والے اسلامی مراکز پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

ایران:

ملک ایران میں رسولؐ اسلام کے دور میں اسلام وارد ہوا، آنحضرتؐ کے بزرگ صحابی سلمان فارسی کا اسی ملک سے تعلق تھا، سنہ ۲۳ھ سے اس سرزمین پر اسلام تیزی کے ساتھ پھیلنے لگا، یہ وہ سرزمین ہے کہ جس کے مختلف شہروں سے بیشمار جید علماء وجود میں آئے، اہلسنت کے ائمہ اربعہ میں سے بعض اور صحاح ستہ اور کتب اربعہ کے تمام مصنفین کا تعلق اسی ملک سے ہے، ہم یہاں اختصار کے ساتھ ایران کے ان اہم شہروں کا تذکرہ کرتے ہیں کہ جنھیں تشریع اسلام کی تاریخ میں علمی مرکز ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔

شہرری:

ری ایران کا بہت قدیم شہر ہے، یہاں کے رہنے والوں کو رازی کہا گیا چونکہ اس شہر کا دوسرا نام راز تھا، اس شہر میں اسلام سنہ ۲۳ھ میں وارد ہوا، بنی امیہ و بنی عباس کے ظلم سے بچنے کے لئے بہت سارے سادات کرام نے ایران کی طرف مہاجرت کی جن میں عبدالعظیم بن عبداللہ بن علی بن حسن بن زید بن امام حسن علیہ السلام بھی شامل ہیں جو سنہ ۲۵۰ھ کو شہر ری میں وارد ہوئے اور تقریبا سنہ ۲۵۳ھ میں وفات پائی، آپ فقیہ و محدث زمانہ تھے، آپ نے امام جواد و امام ہادی علیہما السلام سے روایات نقل کی ہیں، اس شہر سے بیشمار علماء اعلام وجود میں آئے جن میں علی بن ابراہیم (اعلان) الرازی، محمد بن عقیل الکلینی، محمد بن یعقوب الکلینی، احمد بن فارس الرازی، عبدالجبار بن عبداللہ الرازی، حسین بن علی الرازی، محمد بن محمد الرازی شامل ہیں۔

قم المقدسہ:

جب حجاج بن یوسف الثقفی نے محبان اہلبیتؑ کا قتل عام کیا تو خاندان اہلبیتؑ اور دوستداران اہلبیتؑ کی کثیر تعداد قم میں وارد ہوئی، ائمہ علیہم السلام کے بزرگ اصحاب اور علماء شیعہ نے اسی شہر میں قیام کیا جن میں زکریا بن ادریس (امام صادقؑ، امام کاظمؑ، امام رضا علیہم السلام کے صحابی)، آدم بن اسحاق بن آدم القمی، علی بن ابراہیم القمی، علی بن حسین بن موسی بن بابویہ القمی، جعفر بن محمد بن موسی بن قولویہ القمی شامل ہیں، لہذا ابتداء سے شہر قم میں موالیان اہلبیتؑ کی کثیر تعداد پائی جاتی تھی یہاں تک کہ معصومہ قم ہمشیرہ امام رضا علیہا السلام کو بھی اسی شہر میں دفن کیا گیا۔

سنہ ۱۳۴۰ھ میں عبدالکریم الحائری نے اس شہر کو دوبارہ علمی مرکزیت عطا کی جس کے بعد فقہاء و مراجع کرام کی ایک کثیر تعداد اس شہر سے وجود میں آئے، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انقلاب ایران کامیاب ہوا اور آج بھی شہر قم کو مذہب امامیہ کا علمی مرکز جانا جاتا ہے۔

آج اس شہر میں بہت زیادہ دینی مراکز پائے جاتے ہیں جن کی تعداد ۵۶ سے زیادہ ہے لہذا ہم اس مقام پر گیارہ قدیم مدارس کو انکی تاریخ تاسیس کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

۱۔ مدرسہ فیضیہ: سنہ تعمیر ۹۳۴ھ، ۲۔ مدرسہ دار الشفاء: سنہ تعمیر ۱۰۵۵ھ، ۳۔ مدرسہ مومنیہ: سنہ تعمیر ۱۱۱۳ھ، ۴۔ مدرسہ خان: سنہ تعمیر ۱۱۲۳ھ، ۵۔ مدرسہ جہانگیر: سنہ تعمیر قبل ۱۱۴۹ھ، ۶۔ مدرسہ رضویہ: سنہ تعمیر ۱۲۰۰ھ، ۷۔ مدرسہ والدہ الشاہ: سنہ تعمیر تقریباً ۱۲۶۴ھ، ۸۔ مدرسہ حاجی: سنہ تعمیر ۱۲۷۳ھ، ۹۔ مدرسہ حجتیہ صغری: سنہ تعمیر ۱۳۶۴ھ، ۱۰۔ مدرسہ حجتیہ کبری: سنہ تعمیر ۱۳۶۶ھ، ۱۱۔ مدرسہ الحاج صادق: سنہ تعمیر قبل از ۱۲۹۷ھ۔

ان مدارس علمیہ کے بعد بہت سارے دیگر مدارس بھی وجود میں آئے ہیں جن کے اسامی یہ ہیں:

مدرسہ آملی، مدرسہ شہید حسن شیرازی، مدرسہ اصفہانی، مدرسہ وندی، مدرسہ امام امیر المومنین، مدرسہ امام باقرؑ، مدرسہ امام حسینؑ، مدرسہ امام صادقؑ، مدرسہ امام عسکری، مدرسہ امام مہدیؑ، مدرسہ امام موسی ابن جعفرؑ، مدرسہ امام ہادی، مدرسہ شہید صدر، مدرسہ بعثت، مدرسہ جابر بن حیان، مدرسہ جامعۃ الزہراء، مدرسہ جعفریہ، مدرسہ حسنیہ، مدرسہ حقانی، مدرسہ دار الزہراء،

مدرسۃ الرسالۃ، مدرسہ رسولِ اعظمؐ، مدرسۃ السّتیہ، مدرسۃ السعادۃ، مدرسہ شاہیہ، مدرسہ شہیدین، مدرسہ صدوق، مدرسہ علوی، مدرسہ غدیریہ، مدرسہ فاطمیہ، مدرسہ کرمانیہ، مدرسہ گلپائگانی، مدرسہ مدینۃ العلم، مدرسہ مرعشی، مدرسہ معصومیہ، مدرسۃ معھد الدراسات الاسلامیۃ، مدرسۃ المعھد العالی، مدرسہ مکتب توحید، مکتب المعصومۃ، مدرسہ مہدیہ، مدرسہ نائینی، مدرسہ وحیدیہ، مدرسہ امام مہدیؑ المنتظر، مدرسہ امام رضاؑ، مدرسۃ الزہراء، مدرسہ امام خمینی، دائرۃ المعارف الحسینیۃ کے مصنف آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے اس مقام پر قزوین، اصفہان، خراسان اور نیشاپور کے علمی مراکز پر بھی تفصیلی روشنی ڈالی ہے، جس کے بعد انھوں نے ہندوستان، پاکستان، افغانستان میں موجودہ علمی مراکز کو بھی بیان فرمایا ہے۔

بیشک دینی مراکز کی تأسیس اور تعلیمی درسگاہوں کی اہمیت ایک ایسا موضوع ہے جس پر بہت کم ارباب تحقیق نے توجہ کی، اگرچہ تاریخ نویسی میں اہل علم حضرات نے اپنی توانیاں بروئے کار لاکر مختلف موضوعات پر دائرۃ المعارف مرتب کئے لیکن جو کام دائرۃ المعارف الحسینیۃ میں علمی و تحقیقی انداز میں ہوا وہ اپنی مثال آپ ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ اس طرح کے اہم موضوعات پر ہر حوالہ سے تحقیق کا کام کیا جائے تاکہ آئندہ نسلوں کے لئے معلومات یکجا ہوں اور حالات کے ہر لمحہ تبدیل ہونے والی صورت کے ساتھ ساتھ علمی حلقوں میں ترقی اور تکامل کی راہیں ہموار ہوسکیں اور دینی و تعلیمی مراکز کی اہمیت وآثار سے آگاہی کا حصول ہوسکے۔
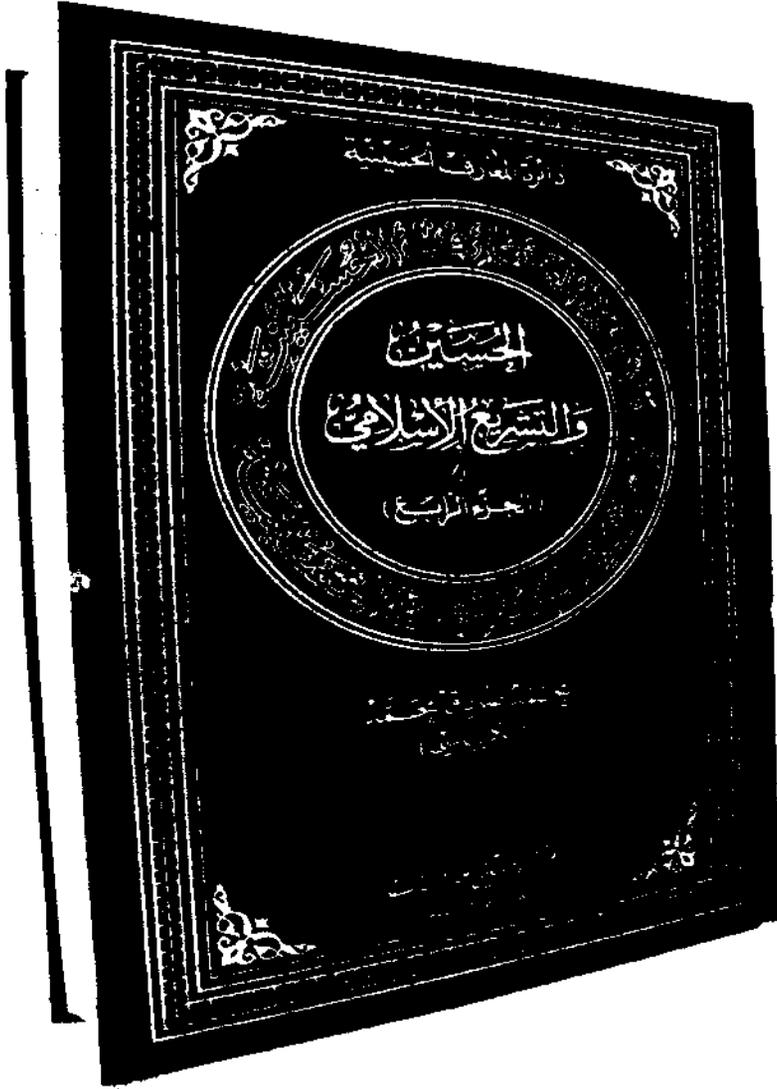
کتاب 'امام حسینؑ اور شریعت اسلامی' دس سے زائد جلدوں پر مشتمل ہے، جس کی چوتھی جلد (جو ۴۸۵ صفحات پر مشتمل ہے) سنہ ۱۹۹۷ء میں لکھی گئی اور سنہ ۲۰۰۸ء کو زیور طبع سے آراستہ ہوئی، قارئین کرام اس کتاب میں موجود مطالب کی تلخیص کو آنے والے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

اجتہاد کا پس منظر: ایک علمی حوالہ

اللہ تبارک وتعالی نے امت مسلمہ کی ہدایت کے لئے قرآن مجید کو نازل فرمایا، جس میں عصر پیغمبر سے روز قیامت تک ضابطۂ عمل موجود ہے

و لارطب و لا یابس الا فی کتاب مبین (سورہ الانعام:۵۹) لیکن ان قوانین کا پورا علم صرف معصومین علیہم السلام کو حاصل ہے کیونکہ خدا کے بعد یہی وہ افراد ہیں کہ جنھیں قرآن مجید کے باطن کو سمجھنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے

و ما یعلم تاویله الا الله و الراسخون فی العلم (سورہ آل عمران:۷)، اور اللہ تبارک وتعالی نے ہر شیٔ کا علم بھی انھیں افراد کو عطا فرمایا ہے

و کل شی احصیناه فی امام مبین (سورہ یس: ۱۲)

لہذا آنحضرتؐ کے دور سے امام مہدی علیہ السلام کی غیبت کبری تک جتنے بھی مسائل پیش آئے ان سب کا جواب معصومین علیہم السلام نے روایات کے ذریعہ عطا فرمایا، لیکن سنہ ۳۲۹ھ میں جب امام مہدی علیہ السلام نے غیبت کبری اختیار فرمائی اور معصوم کا مستقیم فیض منقطع ہوا اور جدید مسائل بھی پیش آنے لگے جن کا حکم نہ تو قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ نظر آیا اور نہ ہی حدیث میں، تو اس مقام پر امام مہدیؑ کے نائبان عام (کہ جنکی طرف رجوع کرنے کا حکم خود امام مہدی علیہ السلام نے یہ کہہ کر دیا کہ

واما الحوادث الواقعة فارجعوا فیها الی رواة حدیثنا فانهم حجتی علیکم و انا حجة الله علیهم

یعنی میرے بعد واقع ہونے والے مسائل میں ہماری روایات نقل کرنے والوں کی طرف رجوع کرو چونکہ وہ تم پر میری جانب سے حجت ہیں اور میں ان پر اللہ کی حجت ہوں۔ وسائل الشیعہ جلد ۲۷ ص ۱۴۰) نے علم اصول[1] کا سہارا لیا تاکہ ان اصول کے ذریعہ حکم شرعی تک رسائی ہو سکے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ علم اصول کی ایجاد ائمہ علیہم السلام نے فرمائی، اور اپنے اصحاب سے یہ چاہا کہ وہ ان کے بیان کردہ اصول میں سے فروع پیدا کریں، جیسا کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

انما علینا ان نلقی الیکم الاصول و علیکم ان تفرعوا

ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم تم پر اصول کو القاء کریں اور تمہارا فریضہ یہ ہے کہ تم ان اصول سے فروعات کو پیدا کرو (وسائل الشیعہ کتاب قضا، حدیث ۵۱)، اسی طرح کا مضمون ہمیں امام رضا علیہ السلام کی روایت میں بھی نظر آتا ہے کہ جس میں آپ نے فرمایا:

علینا القاء الاصول و علیکم التفریع (وسائل الشیعہ کتاب قضا، حدیث ۵۲)

لہذا یہ کہا جائے گا کہ موجودہ علم اصول، ائمہ علیہم السلام کے بیان کردہ اصول کی فرع ہے۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ علم اصول، اجتہاد[2] اور قرآن و اقوال ائمہ کی روشنی میں فتوی[3] دینا ائمہ علیہم السلام کی دور میں بھی رائج تھا، امام باقر علیہ السلام نے اپنے صحابی ابان بن تغلب سے فرمایا:

اجلس فی مسجد المدینة وافت الناس فانی احب ان یری فی شیعتی مثلک اے ابان مسجد النبوی میں بیٹھو اور فتوی دو، کیونکہ میں دوست رکھتا ہوں کہ میرے شیعوں میں تمہارے جیسے افراد پائے جائیں (رجال نجاشی: ۱۰)، ائمہ علیہم السلام نے ابان کی طرح کئی شاگرد تربیت فرمائے جو قرآن و احادیث کی روشنی میں فتوی دیا کرتے تھے یہی وجہ

---

[1] **علم اصول:** ان قواعد کا علم کہ جن کے ذریعہ حکم شرعی کشف کیا جاتا ہے، علم اصول میں موجودہ تمام قواعد قرآن اور معصومین علیہم السلام کے ارشادات سے ماخوذ ہیں۔

[2] - **اجتہاد** وہ علمی جد وجہد کہ جس کے نتیجہ میں حکم شرعی تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔

[3] - **فتوی:** قرآن، حدیث، عقل اور اجماع کی روشنی میں فقیہ کی رائے کو فتوی کہتے ہیں۔

ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کی غیبت کبری کے بعد اجتہاد کو تیزی کے ساتھ فروغ حاصل ہوا، آج بھی فقہاء کرام فتوی دے کر امام باقر علیہ السلام کی خواہش اور اپنی شرعی ذمہ داری کو پورا کرتے ہیں۔

اسی سلسلۂ اجتہاد کو برقرار رکھتے ہوئے آیت اللہ محمد صادق الکرباسی نے 'الحسین والتشریع الاسلامی' کی جلد چہارم (جو ۴۸۵ صفحات پر مشتمل ہے اور سنہ ۲۰۰۸ میلادی میں چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے) میں امام حسین علیہ السلام کی ان روایات پر اجتہادی بحث فرمائی ہے کہ جن کا تعلق باب طہارت سے ہے، گرچہ ابواب فقہ میں تمام فقہاء کرام ائمہ علیہم السلام کی روایات کا سہارا لیتے ہیں لیکن مصنف نے اس کتاب میں ایک منفرد انداز اختیار کیا کہ جسمیں انھوں نے تمام ابواب فقہ میں صرف امام حسین (ع) کی احادیث کے ذریعہ استنباط فرمایا ہے۔

جس طرح 'الحسین والتشریع الاسلامی' کی گزشتہ تین جلدوں میں مقدماتی مباحث پر گفتگو کی گئی اسی طرح مصنف نے اس مقام پر بھی چند مقدماتی مباحث کو پیش فرمایا ہے کہ جن کی طرف ہم اجمال کے ساتھ اشارہ کرتے ہیں۔

علماء کے لئے مروجہ القاب:

ہر قوم اپنے مذہب کے علماء کا احترام اور ان کی قدر دانی کرتے ہوئے انھیں مختلف القاب سے نوازتی ہے لیکن جس قدر دین اسلام نے علم اور عالم کو اہمیت دی ہے شاید ہی کسی مذہب نے دی ہو، کیونکہ دین اسلام وہ دین ہے کہ جو گہوارے سے لحد تک تعلیم حاصل کرنے کا حکم دیتا ہے، اس دین میں عالم کی دو رکعت نماز جاہل کی ستر رکعت نماز کے سے بہتر ہے، لہذا تاریخ تشریع میں علماء کو کبھی فقیہ، علامہ، حجت الاسلام کہا گیا تو کبھی فاضل، آیت اللہ اور امام جیسے القاب سے نوازا گیا۔

دائرۃ المعارف الحسینیۃ کے مصنف آیت اللہ محمد صادق کرباسی نے اس مقام پر تشریع اسلامی میں علماء کے لئے مروجہ القاب کی تشریح کی کہ جن میں سے ہر ایک کی تعریف کو ہم قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

فقیہ:

لغت میں فقہ فہم کو کہتے ہیں، لہذا جو شخص فہیم ہو اسے فقیہ کہا جاتا ہے اور اسکی جمع فقہاء ہے، اصطلاح میں فقیہ اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس میں فتوی دینے کی صلاحیت پائی جاتی ہو، امام صادق علیہ السلام نے یہ لفظ اپنے صحابی ابان بن تغلب کے لئے ان کی وفات کے بعد استعمال کرتے ہوئے فرمایا:

اما واللہ لقد اوجع قلبی موت ابان، و کان قارئا من وجوه القراء، فقیها لغویا، سمع من العرب، و حکی عنهم

خدا کی قسم ابان کی موت نے مجھے رنجیدہ کردیا ہے۔ بیشک وہ قاریان قرآن میں سے تھے، وہ ایسے فقیہ وادیب تھے کہ جنھوں نے ادباء عرب سے علم حاصل کیا اور ہمہ وقت اس کی ترویج میں مشغول و مصروف رہے (معجم رجال حدیث جلد اول صفحہ ۱۴۴)۔

علامہ:

علامہ عالم کا اسم مبالغہ ہے یعنی وہ شخص جو دینی علوم میں اعلی مراتب پر فائز ہو۔

حجت:

لغت میں دلیل و برہان کو حجت کہتے ہیں،اور تشریع میں حجت اس شخص کو کہا جاتا ہے کہ جس کا قول فعل اور تقریر لوگوں کے لئے حجت ہو، لہذا یہ لفظ معصومین علیہم السلام کے لئے استعمال ہوتا ہے اور ہم انھیں حجت اللہ کہتے ہیں۔

عالم:

علم دین جاننے والے کو عالم کہتے ہیں، امام صادق علیہ السلام نے عالم کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

یعنی بالعلماء من صدق فعله قوله، و من لم یصدق فعله قوله فلیس بعالم

جس شخص کا قول اس کے فعل سے مطابقت کرے اسے عالم کہتے ہیں (الکافی جلد اول صفحہ ۳۶۔) عالم بہت عظیم رتبہ ہے اس مرتبے کی عظمت کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا:

انما یخشی اللہ من عبادہ العلما (فاطر ۲۸۔)

یعنی علماء ہی اللہ کا خوف رکھتے ہیں۔

فاضل:

جو شخص اپنے علم پر عمل کرتے ہوئے رذائل اور نقائص سے دوری اختیار کرے اسے فاضل کہتے ہیں۔

امام:

اس کلمہ کا اطلاق امام معصوم پر ہوتا ہے، اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ درجہ امامت درجہ نبوت سے بلند ہ تر ہے چونکہ جناب ابراہیمؑ جب نبی تھے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

انی جاعلک للناس اماما (سورہ بقرہ: ۱۲۴)

بیشک میں تمہیں لوگوں کا امام بنا رہا ہوں

لیکن قرن دوم ہجری کے بعد یہ کلمہ غیروں نے بھی استعمال کیا اور سب سے پہلے ابوحنیفہ کو انکی وفات کے بعد امام کہا گیا۔

آیت اللہ:

اس لقب سے امام باقر علیہ السلام نے اپنے جد امجد حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

لسلام علیک یا آیۃ اللہ العظمی (بحار الانوار جلد ۹۷ صفحہ ۳۷۳)

سلمان فارسی نے بھی مولا علی علیہ السلام کو اسی لقب سے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

یا امیر المومنین انت واللہ الآیۃ اللہ العظمی(بحار الانوار جلد نمبر ۲، صفحہ ۳۰)۔

بیشک مذکورہ تمام القاب کے حقیقی حقدار معصومین علیہم السلام ہی ہیں، لیکن علماء کو ان القاب سے اعزازا اور نیابتا نوازا جاتا ہے ،لہذا ایک عالم دین کے لئے یہ سزاوار نہیں ہے کہ وہ ان القاب کو اپنے لئے استعمال کرنے پر مصر ہو کیونکہ خود جو افراد ان القاب کے حقدار تھے انھوں نے اس بات میں شرف محسوس کیا کہ لوگ انھیں اللہ کا عبد کہیں، اسی لئے ہم کلمۂ شہادت میں و **اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ** کہتے ہیں۔

ابواب فقہ کی ایجاد:

علم فقہ میں ابواب کی ایجاد رسولؐ اسلام کے دور سے ہوئی، سب سے پہلے آنحضرت (ص) کے صحابی علی بن ابی رافع نے حضرت علی علیہ السلام کی احادیث کو باب وضو، باب صلوۃ کے ذیل میں جمع کیا، جب محمد بن یعقوب بن اسحاق (معروف بہ شیخ کلینی متوفی سنہ ۳۲۹ھ) کا دور آیا تو آپ نے ابواب فقہ کو اصول دین اور فروع دین کے ذیل میں تقسیم فرمایا، اسی دور میں علی بن حسین (پدر شیخ صدوق متوفی سنہ ۳۲۹) نے اپنے فرزند محمد (شیخ صدوق) کے لئے کتاب شرائع لکھی کہ جس میں سند روایت کو ترک کیا دیا گیا جس کے بعد کتاب فقہ میں اسناد کا تذکرہ کلی طور پر متروک قرار پایا، محقق حلی (متوفی سنہ ۶۷۶ھ) نے ابواب فقہ کو عبادات، معاملات، ایقاعات، احکام (جیسے دیت و حدود کے احکام) پر تقسیم فرمایا اور آیت اللہ محمد باقر سبزواری (متوفی سنہ ۱۰۹۰ھ) نے سب سے پہلی توضیح المسائل لکھی جس کے بعد ان کی کتاب پر بعد میں آنے والے علماء نے اپنی رائے (فتوی) کے مطابق حاشیہ لگائے، زمانہ کے گزرنے کے ساتھ ساتھ دو اور مشہور کتابیں بنام نخبہ (مصنف آیت اللہ محمد ابراہیم الکرباسی متوفی سنہ ۱۲۶۱ھ) اور عروۃ الوثقی (مصنف آیت اللہ سید کاظم یزدی متوفی ۱۳۳۷ھ) وجود میں آئیں کہ جن پر بھی بے شمار مراجع کرام نے حاشیہ لگائے، محسن بن مھدی الحکیم (جو سنہ ۱۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۳۹۰ میں وفات پائی) نے منہاج الصالحین لکھی کہ جس کے بعد آج تک مراجع کرام اسی اسلوب پر فقہی کتابیں لکھتے ہیں۔

کتاب طہارت:

آیت اللہ محمد صادق کرباسی نے کتاب "الحسینؑ والتشریع الاسلامی" کی جلد اول سے جلد چہارم کے نصف اول تک مقدماتی مباحث پر گفتگو کی اور اس مقام سے مصنف نے اصل موضوع یعنی امام حسینؑ اور قانونگذاری کا آغاز کرتے ہوئے باب طہارت میں احکام تخلی، احکام استنجا، احکام بول الصبی، احکام استحام، احکام وضو، احکام تکفین میت میں سے ہر ایک کے متعلق امام حسین علیہ السلام سے منسوب تمام احادیث پر استنباطی و اجتہادی بحث فرمائی ہے، ہم یہاں احکام تخلی سے متعلق امام حسین علیہ السلام کی ایک حدیث پر اکتفا کرتے ہوئے اس میں موجود تمام جوانب کو قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ کسی بھی مسئلہ تک رسائی کے لئے ایک مجتہد کے لئے کس قدر جد و جہد درکار ہے:

سئل الحسینؑ بن علیؑ ما حد الغائط؟ قال لا تستقبل القبلة و تستدبرها، ولا تستقبل الريح ولا تستدبرها

(نہایۃ الاحکام جلد اول صفحہ ۸۲)

جب کسی شخص نے امام حسین علیہ السلام سے رفع حاجت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا رفع حاجت کے موقع پر رو بہ قبلہ یا پشت بہ قبلہ، رو بہ ہوا یا پشت بہ ہوا مت بیٹھو۔

اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد مصنف نے سب سے پہلے سند حدیث پر تحقیق و بررسی کی جس کے بعد حدیث سے ماخوذ فقہاء کے اقوال کو ان کے دلائل کے ساتھ بیان فرمایا، امام حسین علیہ السلام کی مذکورہ حدیث میں دو مسئلے پائے جاتے ہیں، پہلا مسئلہ استقبال و استدبار قبلہ کے بارے میں ہے اور دوسرا مسئلہ استقبال و استدبار ریح سے متعلق ہے، لہذا سب سے پہلے ہم مسئلہ استقبال و استدبار قبلہ میں موجودہ فقہاء کے صرف چار مشہور اقوال بیان کرتے ہیں:

۱۔ پیشاب اور پاخانہ کرتے وقت، کھلے میدان یا بند مکان میں رو بہ قبلہ یا پشت بہ قبلہ بیٹھنا حرام ہے (اکثر فقہاء امامیہ نے اس حکم پر اتفاق کیا ہے)

۲۔ پیشاب اور پاخانہ کرتے وقت صرف کھلے میدان میں رو بہ قبلہ یا پشت بہ قبلہ بیٹھنا حرام ہے (مالکی، شافعی، حنبلی اس حکم پر اتفاق کرتے ہیں)

۳۔ پیشاب اور پاخانہ کرتے وقت، کھلے میدان یا بند مکان میں رو بہ قبلہ یا پشت بہ قبلہ بیٹھنا مکروہ ہے (شیخ مفید، مقدس اردبیلی اور محمد بن علی عاملی اس حکم پر اتفاق کرتے ہیں)

۴۔ پیشاب اور پاخانہ کرتے وقت، صرف کھلے میدان میں رو بہ قبلہ یا پشت بہ قبلہ بیٹھنا حرام ہے لیکن بند مکان میں یہ عمل مکروہ ہے (بعض علماء نے اس حکم پر اتفاق ہے)

چونکہ حدیث شریف میں موجودہ ممانعت سے کراہت اور حرمت دونوں معانی اخذ کئے جا سکتے ہیں، لہذا اکثر علماء کرام نے سیاق و سباق اور دیگر روائی ادلہ کو مد نظر رکھتے ہوئے مذکورہ مسئلہ میں حرمت کا فتوی جاری کیا، آیت اللہ محمد صادق کرباسی نے مذکورہ تمام آراء اور ان کے دلائل پر تفصیلی نقد و بررسی کے بعد پہلی رائے کو پسند فرمایا، چونکہ مصنف کے نزدیک روایات کے مطابق خانۂ کعبہ اللہ تعالی کی عظیم آیات میں سے ایک ہے، اور قبلہ رخ یا پشت بہ قبلہ ہوکر رفع حاجت کرنا اس مبارک مکان کی توہین کرنے کے برابر ہے۔

مصنف نے امام حسین (ع) کی اس حدیث شریف کے پہلے حصے سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے ہیں:

۱۔ حالت اختیار میں رو بہ قبلہ یا پشت بہ قبلہ رفع حاجت کرنا حرام ہے۔

۲۔ مذکورہ حکم پیشاب اور پاخانہ دونوں پر لاگو ہوتا ہے۔

۳۔ استبراء اور طہارت کے موقع پر اگر پیشاب اور پاخانہ خارج ہوتا ہوتو رو بہ قبلہ یا پشت بہ قبلہ بیٹھنا حرام ہے۔

۴۔ علی الظاہر مذکورہ حکم کا اطلاق صرف خانۂ کعبہ پر ہوتا ہے نہ کہ قبلۂ اول (بیت المقدس) پر۔

۵۔ مکلف کو حالت اضطرار میں اختیار ہے، چاہے رو بہ قبلہ ہوکر رفع حاجت کرے یا برعکس، لیکن اگر عرف میں ان میں سے کوئی ایک زیادہ قبیح ہو تو اس جہت کا ترک کرنا ضروری ہے۔

۶۔ استقبال و استدبار کا حکم صرف عورتین (شرمگاہ) سے نہیں بلکہ مقادیم (یعنی پورے بدن کے خاص حصوں) سے تعلق رکھتا ہے۔

۷۔ اگر آپریشن کی وجہ سے پیشاب اور پائخانہ کا مخرج موقتاً بدن کے کسی اور حصے میں قرار پائے تو مذکوہ حکم علی الظاہر لاگو نہیں ہوگا، لیکن اگر پیشاب اور پائخانہ کے مخرج کو کسی بیماری کی وجہ سے آپریشن کے ذریعہ ہمیشہ کے لئے بدل دیا جائے تو اس موقع پر جدید مخرج کو رو بہ قبلہ یا پشت بہ قبلہ قرار دے کر رفع حاجت کرنا جائز نہ ہوگا۔

۸۔ جس شخص کو کسی مقام پر سمت قبلہ کا علم نہ ہو تو باب صلوۃ میں جو شناخت قبلہ کا طریقہ بتلا گیا ہے اس پر عمل کرے، اور اس طرف رفع حاجت نہ کرے کہ جس طرف قبلہ کے ہونے کا احتمال ہو، لیکن اگر تفحص کے بعد جہت قبلہ کا تعین نہ ہو سکے تو کسی بھی جہت میں رفع حاجت کرنا جائز ہے۔

۹۔ اطفال اور مجنون افراد کے رفع حاجت کے وقت ان کے اولیاء پر لازم ہے کہ وہ مذکورہ حکم کا پورا خیال رکھیں۔

مصنف آیت اللہ کرباسی نے مذکورہ نتائج کے اخذ کرنے کے بعد حدیث شریف کے دوسرے مسئلے پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ استقبال واستدبار ریح میں جمہور فقہاء نے کراہت کا حکم دیا ہے لیکن ان کے درمیان اس سلسلہ میں چار نظریات پائے جاتے ہیں، اور وہ نظریات یہ ہے:

۱۔ صرف پیشاب کرتے وقت رو بہ ہوا بیٹھنا مکروہ ہے۔

۲۔ پیشاب و پائخانہ کرتے وقت رو بہ ہوا بیٹھنا مکروہ ہے۔

۳۔ پیشاب و پائخانہ کرنے وقت رو بہ ہوا یا پشت بہ ہوا بیٹھنا مکروہ ہے

۴۔ صرف پیشاب کرتے وقت رو بہ ہوا یا پشت بہ ہوا بیٹھنا مکروہ ہے۔

مصنف نے اس مسئلہ میں بھی مذکورہ بالا نظریات پر نقد و بررسی کے بعد استقبال واستدبار ریح کی کراہت کو صرف پیشاب سے متعلق جان کر چوتھی رائے کو اختیار فرمایا ہے، چونکہ اس حکم کی ممانعت کی وجہ نجاست کا بدن یا لباس پر سرایت نہ کرنا ہے لہذا اس حکمت کا تعلق پیشاب ہی سے ہو سکتا ہے۔

آیت اللہ محمد صادق کرباسی نے باب طہارت کے بقیہ عنوانات کے تحت امام حسین علیہ السلام کی احادیث پر اسی روش کے ساتھ روشنی ڈالی ہے اور امام علیہ السلام کے فرمودات سے بے شمار علمی و تحقیقی نتائج اخذ

فرماتے ہیں، مصنف کے اس عمل سے واضح ہو جاتا ہے کہ بیشک امام حسین علیہ السلام رسولؐ اسلام کی اس حدیث شریف کا مصداق ہیں کہ جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا:

ان الحسین مصباح هدی و سفینة نجاة و امام خیر و یمن و عز و فخر و بحر علم و ذخر، الحسین منی و انا من الحسین

یقیناً امام حسین علیہ السلام ہدایت کا چراغ، کشتی نجات، ایسے امام کہ جو صاحب خیر و برکت، صاحب عزت و افتخار اور دریائے علم و سرمایہ ہیں۔

حسینی دائرۃ المعارف کی مطبوعہ جلدیں

۱۔ الحسینؑ الکریم فی القرآن العظیم (الجزء الاول)، حسینؑ کریم قرآن عظیم کی روشنی میں (جلد اول)۔

۲۔ الحسینؑ فی السنۃ (الجزء الاول)، امام حسین علیہ السلام سنت کی روشنی میں (جلد دوم)۔

۳۔ السیرۃ الحسینیۃ (الجزء الاول)، سیرت امام حسین علیہ السلام (جلد اول)۔

۴۔ السیرۃ الحسینیۃ (الجزء الثانی)، سیرت امام حسین علیہ السلام (جلد دوم)۔

۵۔ الصحیفۃ الحسینیۃ الکاملۃ (الجزء الاول)، حسینی صحیفۂ کاملہ (جلد اول)۔

۶۔ الصحیفۃ الحسینیۃ الکاملۃ (الجزء الثانی)، حسینی صحیفۂ کاملہ (جلد دوم)۔

۷۔ الحسینؑ والتشریع الاسلامی (الجزء الاول)، امام حسینؑ اور شریعت اسلامی (جلد اول)۔

۸۔ الحسینؑ والتشریع الاسلامی (الجزء الثانی)، امام حسینؑ اور شریعت اسلامی (جلد دوم)۔

۹۔ الحسینؑ والتشریع الاسلامی (الجزء الثالث)، امام حسینؑ اور شریعت اسلامی (جلد سوم)۔

۱۰۔ الحسینؑ والتشریع الاسلامی (الجزء الرابع)، امام حسینؑ اور شریعت اسلامی (جلد چہارم)۔

۱۱۔ العامل السیاسی لنھضۃ الحسینؑ (الجزء الاول)، قیام امام حسینؑ علیہ السلام کے سیاسی عوامل (جلد اول)

۱۲۔ معجم انصار الحسینؑ (الھاشمیون)، (الجزء الاول)، امام حسینؑ علیہ السلام کے ہاشمی انصار (جلد اول)۔

۱۳۔ معجم انصار الحسینؑ (الھاشمیون)، (الجزء الثانی)، امام حسینؑ علیہ السلام کے ہاشمی انصار (جلد دوم)۔

۱۴۔ معجم انصار الحسینؑ (الھاشمیون)، (الجزء الثالث)، امام حسینؑ علیہ السلام کے ہاشمی انصار (جلد سوم)۔

۱۵۔ معجم انصار الحسینؑ (غیر الھاشمیین) (الجزء الاول)، امام حسین علیہ السلام کے غیر ہاشمی انصار (جلد اول)۔

۱۶۔ معجم انصار الحسینؑ (النساء)، (الجزء الاول)، امام حسینؑ علیہ السلام کی مددگار خواتین (جلد اول)۔

۱۷۔ معجم انصار الحسینؑ (النساء)، (الجزء الثانی)، امام حسینؑ علیہ السلام کی مددگار خواتین (جلد دوم)۔

۱۸۔ معجم انصار الحسینؑ (النساء)، (الجزء الثالث)، امام حسینؑ علیہ السلام کی مددگار خواتین (جلد سوم)۔

۱۹۔ تاریخ المراقد۔۔الحسینؑ واھل بیتہ و انصارہ (الجزء الاول) امام حسینؑ، اہلبیت اور انصار کے مزارات کی تاریخ (جلد اول)۔

۲۰۔ تاریخ المراقد۔۔الحسینؑ واھل بیتہ و انصارہ (الجزء الثانی) امام حسینؑ، اہلبیت اور انصار کے مزارات کی تاریخ (جلد دوم)۔

۲۱۔ تاریخ المراقد۔۔الحسینؑ واھل بیتہ و انصارہ (الجزء الثالث) امام حسینؑ، اہلبیت اور انصار کے مزارات کی تاریخ (جلد سوم)۔

۲۲۔ تاریخ المراقد۔۔الحسینؑ واھل بیتہ و انصارہ (الجزء االرابع) امام حسینؑ، اہلبیت اور انصار کے مزارات کی تاریخ (جلد چہارم)۔

۲۳۔ تاریخ المراقد۔۔الحسینؑ واھل بیتہ و انصارہ (الجزء الخامس) امام حسینؑ، اہلبیت اور انصار کے مزارات کی تاریخ (جلد پنجم)۔

۲۴۔ تاریخ المراقد۔۔الحسینؑ واھل بیتہ و انصارہ (الجزء السادس) امام حسینؑ، اہلبیت اور انصار کے مزارات کی تاریخ (جلد ششم)۔

۲۵۔ تاریخ المراقد۔۔الحسینؑ واھل بیتہ و انصارہ (الجزء السابع) امام حسینؑ، اہلبیت اور انصار کے مزارات کی تاریخ (جلد ہفتم)۔

۲۶۔ تاریخ المراقد۔۔الحسینؑ واھل بیتہ و انصارہ (الجزء الثامن) امام حسینؑ، اہلبیت اور انصار کے مزارات کی تاریخ (جلد ہشتم)۔

۲۷۔ دیوان الامام الحسینؑ (الجزء الاول)، امام حسین علیہ السلام کا دیوان (جلد اول)۔

۲۸۔ المدخل الی الشعر الحسینیؑ (الجزء الاول)، حسینیؑ اشعار کا مقدمہ و تمہید (جلد اول)۔

۲۹۔ المدخل الی الشعر الحسینیؑ (الجزء الثانی)، حسینیؑ اشعار کا مقدمہ و تمہید (جلد دوم)۔

۳۰۔ المدخل الی الشعر الاردوی (الجزء الاول)، اردو اشعار کا مقدمہ و تمہید (جلد اول)۔

۳۱۔ دیوان الشعر الاردو (الجزء الاول)، اردو اشعار کا دیوان (جلد اول)۔

۳۲۔ المدخل الی الشعر الفارسی (الجزء الاول)، فارسی اشعار کا مقدمہ و تمہید (جلد اول)۔

۳۳۔ المدخل الی الشعر الفارسی (الجزء الثانی)، فارسی اشعار کا مقدمہ و تمہید (جلد دوم)۔

۳۴۔ دیوان الشعر الفارسی (الجزء الاول)، فارسی اشعار کا دیوان (جلد اول)۔

۳۵۔ دیوان القرن الاول (الحسینؑ فی الشعر العربی القریض، الجزء الاول)، امام حسین علیہ السلام سے متعلق پہلی صدی کا عربی دیوان (جلد اول)۔

۳۶۔ دیوان القرن الاول (الحسینؑ فی الشعر العربی القریض، الجزء الثانی)، امام حسین علیہ السلام سے متعلق پہلی صدی کا عربی دیوان (جلد دوم)۔

۳۷۔ دیوان القرن الثانی (الحسینؑ فی الشعر العربی القریض)، امام حسین علیہ السلام سے متعلق دوسری صدی کا عربی دیوان۔

۳۸۔ دیوان القرن الثالث (الحسینؑ فی الشعر العربی القریض)، امام حسین علیہ السلام سے متعلق تیسری صدی کا عربی دیوان۔

۳۹۔ دیوان القرن الرابع (الحسینؑ فی الشعر العربی القریض، الجزء الاول)، امام حسین علیہ السلام سے متعلق چوتھی صدی کا عربی دیوان، (جلد اول)۔

۴۰۔ دیوان القرن الرابع (الحسینؑ فی الشعر العربی القریض، الجزء الثانی)، امام حسین علیہ السلام سے متعلق چوتھی صدی کا عربی دیوان، (جلد دوم)

۴۱۔ دیوان القرن الخامس (الحسینؑ فی الشعر العربی القریض)، امام حسین علیہ السلام سے متعلق پانچویں صدی کا عربی دیوان۔

۴۲۔ دیوان القرن السادس (الحسینؑ فی الشعر العربی القریض)، امام حسین علیہ السلام سے متعلق چھٹی صدی کا عربی دیوان۔

۴۳۔ دیوان القرن السابع (الحسینؑ فی الشعر العربی القریض)، امام حسین علیہ السلام سے متعلق ساتویں صدی کا عربی دیوان۔

۴۴۔ دیوان القرن الثامن (الحسینؑ فی الشعر العربی القریض)، امام حسین علیہ السلام سے متعلق آٹھویں صدی کا عربی دیوان۔

۴۵۔ دیوان القرن التاسع (الحسینؑ فی الشعر العربی القریض)، امام حسین علیہ السلام سے متعلق نویں صدی کا عربی دیوان۔

۴۶۔ دیوان القرن العاشر(الحسینؑ فی الشعر العربی القریض، الجزء الاول)، امام حسین علیہ السلام سے متعلق دسویں صدی کا عربی دیوان (جلد اول)۔

۴۷۔ دیوان القرن العاشر(الحسینؑ فی الشعر العربی القریض، الجزء الثانی)، امام حسین علیہ السلام سے متعلق دسویں صدی کا عربی دیوان (جلد دوم)۔

۴۸۔ دیوان القرن الحادی عشر(الحسینؑ فی الشعر العربی القریض، الجزء الاول)، امام حسین علیہ السلام سے متعلق گیارہویں صدی کا عربی دیوان (جلد اول)۔

۴۹۔ دیوان القرن الحادی عشر(الحسینؑ فی الشعر العربی القریض، الجزء الثانی)، امام حسین علیہ السلام سے متعلق گیارہویں صدی کا عربی دیوان (جلد دوم)۔

۵۰۔ دیوان القرن الثانی عشر(الحسینؑ فی الشعر العربی القریض، الجزء الاول)، امام حسین علیہ السلام سے متعلق بارہویں صدی کا عربی دیوان (جلد اول)۔

۵۱۔ دیوان القرن الثانی عشر(الحسینؑ فی الشعر العربی القریض، الجزء الثانی)، امام حسین علیہ السلام سے متعلق بارہویں صدی کا عربی دیوان (جلد دوم)۔

۵۲۔ دیوان القرن الثانی عشر(الحسینؑ فی الشعر العربی القریض، الجزء الثالث)، امام حسین علیہ السلام سے متعلق بارہویں صدی کا عربی دیوان (جلد سوم)۔

۵۳۔ دیوان القرن الثالث عشر (الحسینؑ فی الشعر العربی القریض، الجزء الاول)، امام حسین علیہ السلام سے متعلق تیرہویں صدی کا عربی دیوان (جلد اول)۔

۵۴۔ دیوان القرن الثالث عشر (الحسینؑ فی الشعر العربی القریض، الجزء الثانی)، امام حسین علیہ السلام سے متعلق تیرہویں صدی کا عربی دیوان (جلد دوم)۔

۵۵۔ دیوان القرن الثالث عشر (الحسینؑ فی الشعر العربی القریض، الجزء الثالث)، امام حسین علیہ السلام سے متعلق تیرہویں صدی کا عربی دیوان (جلد سوم)۔

۵۶۔ دیوان الأبوذیۃ (الجزء الاول)، دیوان ابوذیہ جلد اول۔

۵۷۔ دیوان الأبوذیۃ (الجزء الثانی)، دیوان ابوذیہ جلد دوم۔

۵۸۔ دیوان الأبوذیۃ (الجزء الثالث)، دیوان ابوذیہ جلد سوم۔

۵۹۔ دیوان الأبوذیۃ (الجزء الرابع)، دیوان ابوذیہ جلد چہارم۔

۶۰۔ دیوان الأبوذیۃ (الجزء الخامس)، دیوان ابوذیہ جلد پنجم۔

۶۱۔ دیوان الأبوذیۃ (الجزء السادس)، دیوان ابوذیہ جلد ششم۔

۶۲۔ دیوان الأبوذیۃ (الجزء السابع)، دیوان ابوذیہ جلد ہفتم۔

۶۳۔ دیوان الأبوذیۃ (الجزء الثامن)، دیوان ابوذیہ جلد ہشتم۔

۶۴۔ دیوان الأبوذیۃ (الجزء التاسع)، دیوان ابوذیہ جلد نہم۔

۶۵۔ دیوان الأبوذیۃ (الجزء العاشر)، دیوان ابوذیہ جلد دہم۔

۶۶۔ دیوان السریع، دیوان سریع۔

۶۷۔ دیوان الموال (الزہیری)، دیوان موال زہیری۔

۶۸۔ دیوان التخمیس (الجزء الاول)، دیوان تخمیس (جلد اول)۔

۶۹۔ اضواء علی مدینۃ الحسینؑ (الجزء الاول)، امام حسین علیہ السلام کے شہر (کربلاء) کا تعارف۔

۷۰۔ الرؤیا مشاھدات وتأویل (الجزء الاول)، خواب، مشاہدے اور تعبیر (جلد اول)۔

۷۱۔ معجم المصنفات الحسینیۃ (الجزء الاول)، امام حسین علیہ السلام کے متعلق تالیف شدہ کتب کی فہرست، (جلد اول)۔

۷۲۔ معجم المصنفات الحسینیۃ (الجزء الثانی)، امام حسین علیہ السلام کے متعلق تالیف شدہ کتب کی فہرست، (جلد دوم)۔

۷۳۔ معجم المصنفات الحسینیۃ (الجزء الثالث)، امام حسین علیہ السلام کے متعلق تالیف شدہ کتب کی فہرست، (جلد سوم)۔

۷۴۔ معجم خطباء المنبر الحسینیؑ (الجزء الاول)، حسینیؑ منبر کے خطباء کی فہرست (جلد اول)۔

۷۵۔ معجم خطباء المنبر الحسینیؑ (الجزء الثانی)، حسینیؑ منبر کے خطباء کی فہرست (جلد دوم)۔

۷۶۔ معجم الشعراء الناظمین فی الحسینؑ (الجزء الاول)، حسینیؑ شعراء کی فہرست (جلد اول)۔

۷۷۔ معجم الشعراء الناظمین فی الحسینؑ (الجزء الثانی)، حسینیؑ شعراء کی فہرست (جلد دوم)۔

۷۸۔ معجم الشعراء الناظمین فی الحسینؑ (الجزء الثالث)، حسینیؑ شعراء کی فہرست (جلد سوم)۔

۷۹۔ معجم المشاریع الحسینیۃ (الجزء الاول)، حسینیؑ اداروں کی فہرست (جلد اول)۔

۸۰۔ دیوان الشعر الانگلیزی (الجزء الاول)، انگریزی اشعار کا دیوان (جلد اول)۔

۸۱۔ المدخل الی الشعر البشتو، پشتو اشعار کا مقدمہ وتمہید۔

۸۲۔ دیوان الشعر البشتو (الجزء الاول)، پشتو اشعار کا دیوان (جلد اول)۔

۸۳۔ قالوا فی الحسینؑ (الجزء الاول)، امام حسین علیہ السلام کے متعلق مختلف اقوام وملل کے بزرگان کا بیان، (جلد اول)

۸۴۔ معجم المقالات الحسینیۃ (الجزء الاول)، حسینیؑ مقالات کی فہرست، (جلد اول)۔

۸۵۔ معجم المقالات الحسینیۃ (الجزء الثانی)، حسینیؑ مقالات کی فہرست، (جلد دوم)۔

۸۶۔ معجم المقالات الحسینیۃ (الجزء الثالث)، حسینی مقالات کی فہرست، (جلد سوم)۔

HUSSAINI CENTRE FOR RESEARCH حسینی تحقیقاتی مرکز - لندن	
Hussaini Charitable Trust (Registred Charity NO. 1106596)	
Address:	45 Peter Avenue London UK NW10 2DD

Tel:	0044 208 451 3055
Fax:	0044 208 451 5899
Website:	www.hcht.org www.hussaini-encyclopedia.com
Email (Urdu & English, Hindi): mirza.hcht@hotmail.co.uk	
Email (Arabi & Farsi): markaz121@hotmail.com	
Email (Azari, Turkish & French): aboali.hcht@hotmail.co.uk	
Youtube: youtube.com/user/thehussainiencyclope	
Wikipedia: wikipedia.org/wiki/The_Hussaini_Encyclopedia	
Twitter: twitter.com/hcht45	
Facebook: HussainiEncyclope	
قارئین کرام عربی زبان میں حسینی دائرۃ المعارف کی طبع شدہ جلدوں کا مطالعہ Google Books & Google Play پر فرما سکتے ہیں۔	

بینک کی تفصیلات

HSBC	
Account Name:	**The Hussaini Charitable Trust**
Sort Code:	**40-07-27**
Account No:	**61452029**
IBAN:	**GB20MIDL40072761452029**
BIC:	**MIDLGB2143G**
Bank Address:	**91 High Road, NW10 2TA, London, UK**

Name of Author	Mirza Mohammed Jawad
Email:	mmjawad2000000@yahoo.com
Web:	www.al-jawad.org
Phone:	0044 786 229 6910
Facebook	http://www.facebook.com/mjawadshabbir